



# کے تشیر

صاحبزادہ سید افتخار الحسن صاحب ندوی

حفظ

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

جمہ حق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	اللہ کے شیر
مؤلف	صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی
طابع	سید حمایت رسول قادری
کتابت	نذیر احمد
ایڈیشن	اول
صفحات	$\frac{23 \times 34}{2} = 230$
تعداد	ایک ہزار
مطبع	کنج بخش پریس لاہور
سن اشاعت	یکم جولائی ۱۹۹۲ء
پروف ریڈنگ	قاری محمد عمر باسط - ایم - اے عربی
ہدیہ	۴۵ روپے

ملنے کا پتہ  
مکتبہ نوریہ رضویہ کنج بخش روڈ لاہور

## فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۴۱	محمود غزنوی	۵	انتساب
۱۵۲	جنرل موسیٰ اور جنرل چودھری	۶	مقدمہ
۱۶۳	خدائی یلغار	۸	تدرعقیدت
۱۶۵	بحسری بیٹہ	۹	بات جہاد سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
۱۷۱	جہاد پاکستان اور غیبی امداد	۱۰	جہاد کا حکم
۱۸۰	محمد یونس	۲۱	شانِ مجاہد
۱۸۳	میر نذر حسین	۲۹	مجاہدین کے ساتھ خدا کے وعدے
۱۹۲	عقاب	۳۹	میدانِ جہاد میں فرشتوں کی فوج
۱۹۶	کرنل عبدالرحمن	۴۹	امتحان
۲۰۱	میر عزت بھٹی	۶۳	شہادت
۲۰۵	بیت المقدس کی فتح	۷۲	اللہ کے شیر
۲۱۳	ہندوستان میں تحریک آزادی	۷۴	اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۱۶	مولانا محمد علی جوہر	۹۵	حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ
۲۲۲	وطن کے غدار	۱۰۳	نصالدین ولید
۲۲۷	جنگ کے فائدے	۱۱۳	ظہار ابن انور اور ان کی ہمیشہ خواہی اللہ عنہا
۲۳۴	حافظ غلام مصطفیٰ	۱۲۲	جنگ موتہ
۲۳۷	تعارف	۱۲۷	محمد بن قاسم
		۱۳۳	طارق ابن زیاد



# انتخاب

شہیدانِ با وفا

اور

غسانِ اسلام

کے نام

سید افتخار احسن زیدی  
فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## مقدمہ

جہادینِ اسلام، شہیدانِ وفا پر لاکھوں سلام — جنہوں نے اپنا تین من  
و من — اپنا زر، گھر، سر، سب کچھ راہِ خدا میں، نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
پر قربان کر دیا — مالک الملک، وارثِ دو جہاں کی بارگاہ سے انہیں بخشش و  
رحمت کی نوید سنائی گئی — یہی وہ با عظمت لوگ ہیں، جو راہِ خدا میں جان دیکر  
حیاتِ ابدی حاصل کر گئے — یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں، جنہیں اللہ رب  
العالمین کے دربار سے تمغہِ رضا حاصل ہوا — انہیں "أَوْلِيَاكَ"  
ہُمْ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا" کی سند سے نوازا گیا — یہی وہ با کرامت  
لوگ ہیں، جنہیں پاکیزہ روزی کی بشارت دی گئی — انہیں اپنے پروردگار  
کی قربت و محبت نصیب ہو گئی — ان کی جانوں اور ان کے اموال کا  
خریدار خدا ہو گیا — یہ اللہ کی راہ میں نکلے تو اس شان سے چلے "يُقَاتِلُونَ"  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ" وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔  
پھر اللہ کے دُشمنوں کو قتل کرتے ہیں یا راہِ خدا میں جان دے دیتے ہیں —  
یہی وہ فدا یانِ اسلام ہیں جو اللہ کی زمین کو کفر و شرک، ظلم و ستم، فسق و فجور، ظلمت و  
جہالت سے پاک کرنے کے لئے جب اپنے گھر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر  
اپنی بے پناہ رحمتوں کے دروازے کھول دیئے — فتح و نصرت نے ہر موقع پر ان کے  
قدم چومے — ان کا راستہ، پہاڑوں کی بلندیاں، دریاؤں کی تندو تیز موجیں،  
جنگلات کی خوفناکیاں، میدانوں کی وسعتیں اور تپتے ہوئے لُح و دق صحراؤں کی  
باد صحرانورد کی سسکیں — یہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے ہی آگے  
بڑھتے گئے — تاریخ گواہ ہے، ان جاسانِ اسلام کے خون کی حرارت



جواز سے لیکر انڈس کے ساحل تک۔ روم اور شام کے کلیساؤں سے افریقہ کے تپتے صحراؤں تک۔ مصر و عراق سے لیکر سندھ کے ریگستانوں تک پرچم اسلام بلند ہوا۔

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

یہ غازی تھے، مجاہد تھے، شہید تھے، انہیں جرات مند کہیے، انہیں جاثارانِ اسلام کہیے۔ یہ پرچم اسلام کے رکھوالے تھے۔ انہیں اللہ کے شیر کہیے۔ انہی نے وفادارانِ اسلام کے حضور قیامت تک ہر ایک کلمہ پڑھنے والا، وادِ تحسین پیش کرتا رہا۔ زندہ قومیں اپنے اسلاف کو نہیں بھولتیں۔ ان کی قربانیوں اور وفاداریوں کی معرّف رتی ہیں۔

شہبازِ خطابت حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ محمد افتخار الحسن صاحبِ مظلہ العالی کی ذات محتاجِ تعارف نہیں، ارضِ پاکستان میں بسنے والوں میں کون ہے جو ان سے آشنا نہیں۔ آپ ایک بلند پایہ خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ادیب بھی ہیں۔ آپ کے زورِ قلم کا اندازہ آپ کی تحریروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت اور اسی کے پیارے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر خاص کرم ہے۔ مرشدِ ذی وقار، ہر طریقت، ہر شریعت حضرت پیرِ سیدِ جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ کی خصوصی نظرِ عنایت ہے کہ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اسی میں موتیوں کی لڑیاں پرو دیں۔ آپ کی تحریروں پڑھنے والے کے قلبِ ذہن میں اترتی جاتی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے۔ مجاہدوں۔ شہیدوں کی شان اور انہیں بارگاہِ خداوندی سے عطا ہونے والی عظمتوں کو بڑے احسن انداز میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ، اسلام کے عظیم غازیوں، شہیدوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کی اتباع کرنے والے پاکستان کی مقدس سرزمین اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت

کرنے والوں کو نذرانہِ معقیدت پیش کیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے کردار سے باخبر رہیں۔ اور ان کی زندگیوں اور کارنامے نمایاں سے سبقِ وادِ گہی حاصل کر سکیں۔

اللہ ربّ المعزّت کے حضور دعا ہے کہ جناب افتخار ملت صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی صاحب کی اس سعیِ جمیل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔ حرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ اجمعین۔

طالبِ دعا

قاری محمد الدین نعیمی

خطیبِ سنی رضوی جامع مسجد رضا آباد۔ فیصل آباد



## بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے



شجاع آباد میں منعقد ہونے والی جہاد کانفرس میں شرکت کے لئے میں جا رہا تھا۔ پنجاب ایگسرس کے سیکرٹری کلاس کے ڈبے میں گوجرے کے صوفی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہو گئی جو صحیح معنوں میں ایک صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ دل بھی ہیں اور سماجی کارکن بھی اور ان کے سینے میں اسلام کی سچی ٹرپ بھی ہے، پاکستان اور بھارت کے مابین ہونے والی جنگوں سے متعلق گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ اور انہوں نے بڑے ہی پروردہ انداز میں پاکستان کی مسلح افواج کے جانباز سپاہیوں اور ملک و ملت کے یاسانوں اور آبروئے اسلام کے نگہبانوں کو خراج تحسین و نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے مجھے تحریک دی کہ شاہ جی! آپ جہاد پر بھی ایک کتاب لکھیں، چونکہ بات صوفی محمد یعقوب صاحب کے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی، فوراً اپنا اثر دکھا گئی اور اقم نے پکا ارادہ کر لیا کہ انشاء اللہ واپسی پر کتاب لکھنی شروع کر دوں گا۔

چنانچہ "اللہ کے شیر" کے عنوان کے تحت یہ حقیقت سامنے پیش کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف  
سید افتخار الحق زیدی

## نذر عقیدت

ملک و ملت کے چین کے نگہبانوں کو سلام  
اور ناموسِ وطن کے پاسبانوں کو سلام  
جن کی جانبازی سے یار و عظمت دیں بچ گئی  
ان بہادر عسکریوں۔ مردوں۔ جوانوں کو سلام



جن کی ہمت سے ہوا بر باد پھر یہ سونامی  
ان جو امردوں۔ سمندری بادبانوں کو سلام  
بھارتی چڑیلوں پر جو جھوٹے عقابوں کی طرح  
ان فضائیں اڑنے والوں کے نشانوں کو سلام



رازِ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابن کعبہ کو بتاؤں میں تقدیر اُمم کیا ہے  
شمشیر و سنال اول طاؤس و رباب آخر  
(اقبال)

## جہاد کا حکم

توحید و شرک کی ٹکڑ۔ حق و باطل کی لڑائی۔ نیکی و بدی کا تصادم اور اسلام و کفر کی جنگ ازل سے شروع ہوئی اور قیامت تک رہے گی۔ حق کی اپنی کوفتے ظاہری شکل و صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی باطل کی! مگر یہ دونوں قوتیں ہر زمانے میں مختلف انسانوں کی شکل و صورت میں نمودار ہو کر آپس میں دمت و گریبان ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔

باطل کبھی نمودار فرعون کی ناپاک صورتوں میں ظاہر ہوا! —

اور کبھی

ابو جہل و ابولہب کی منحوس شکلوں میں آیا! — اور  
حق کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس پیشانیوں میں چمکا اور کبھی جمال مصطفیٰ بن کر فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا۔ اور  
پھر — باطل کبھی یزید کے ظلم و ستم، عمر و سعد کے جبر و تشدد اور

شمر کی وحشت و بربریت کے لباس میں کربلا کے میدان میں اُترا۔ اور  
حق حضرت عباس کے جلال۔ حضرت علی اکبر کے شوق شہادت اور حضرت امام حسین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صبر و استقلال کی نورانی تصویر اور سلیم و رضا کا پیکر بن کر دریائے  
فرات کے کنارے خمیزن ہوا۔ — اور

آج پھر کفر و باطل، ہندوستان کے ظالم حکمرانوں، بھارتی سامراج کے  
وحشی نینتاؤں — اور — رام راج کے جھوٹے پجاریوں  
لال بہادر شاستری، سر چاندون اور جنرل چوہدری کی ناپاک صورتوں میں۔ ڈاکوؤں۔  
لیٹیوں اور چوروں کے لباس میں اللہ کے شیروں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
سرفروش غلاموں — علی کرم اللہ وجہہ کے جان نثار خادموں اور ملک ملت  
کے بہادر پاسبانوں، صدر پاکستان فیملڈ مارشل محمد یوب خاں۔ جنرل محمد موسیٰ  
اور انر مارشل نور خاں کی بہادر قیادت سے برسرِ سپاہ ہے —

ماضی کی تاریخ کا ایک ایک ورق اور پاکستان اور بھارت کی موجودہ جگہ  
کا ایک ایک پہلو اس بات کا گواہ ہے کہ بد روخین کے جنگی میدانوں سے لیکر چھپ  
جڑیاں۔ لاہور۔ سیالکوٹ اور سندھ کے راجتھانوں تک کفر و باطل جب بھی کبھی  
حق و اسلام کے پرستاروں کے مقابلہ پر آیا تو اسے ہمیشہ ذلت آمیز شکست اور  
عبرت ناک پسپائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ —

عظمت اسلام کی حفاظت — ناموس رسالت کی نگہبانی۔ دین  
حق کے احیاء — وطن مقدس کی سالمیت اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے  
لڑنے کا نام جہاد ہے — اور  
جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے — ایک عام مسلمان تو درکنار خدا تعالیٰ



نے تو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو بھی حکم فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ  
وَمَا أَوْلَاهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

ترجمہ :- اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اور پھر عام مسلمانوں کو فرمایا:

وَقَاتِلُوا هُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً

ترجمہ :- اے ایمان والو! ان کافروں اور مشرکوں سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ ان کے کفر و شرک کا فتنہ ختم نہ ہو جائے۔

اور پھر فرمایا:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَقَاتِلُوكُمْ وَلَا تَعِدُّوا  
أَنْ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ وَاقْتُلُوا هُمْ حَيْثُ تَقِفُوهُمْ  
وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ

(پارہ ۱: ۱- سورت البقرہ آیت ۱۹۰ تا ۱۹۲)

ترجمہ :- اے ایمان والو! کافروں اور مشرکوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زکال دو ان کو وہاں سے جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور میدان جنگ میں کسی پر زیادتی نہ کرو یعنی کسی شہری آبادی کو زیادہ نہ کرو۔ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے کو دوست نہیں رکھتا۔

اور آگے فرمایا:

”ان کافروں اور مشرکوں سے اس وقت لڑتے رہو جب تک کہ ان کا خاتمہ نہ ہو جائے“

اور پھر ارشاد ہوتا ہے:

فَإِذَا قُتِلْتُمْ كُفَرُوا بِكُمْ فَاصْنَبِ السَّيِّئَاتِ

یعنی ”جب تمہارا مقابلہ کفر کی کسی جماعت سے ہو جائے تو ان کی گروہیں کاٹ ڈالو۔“

تسکین پاک کی ان آیات میں مسلمانوں کو جس انداز سے کفر و شرک کے ساتھ جہاد کرنے اور لڑنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی اصل بنیاد کفر و شرک کے فتنوں، ضلالت و گمراہی کے اندھیروں، جبر و تشدد کی آندھیوں، ظلم و ستم کے طوفانوں اور وحشت و بربریت کے سیاہیوں کا خاتمہ کرنا ہے تاکہ یہ خطہ ارض امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے اور دنیا میں بسنے والی اللہ کی مخلوق انسانیت کے شہری روپ میں زندگی بسر کر سکے۔

اور ساری کائنات میں نیکی و شرافت اور حق و صداقت کی حکومت ہو۔

اور جہاد کی اشد ضرورت اور اہمیت اور فرض ہونے کی وجوہات

اور اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا:

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنْ اللَّهُ عَلَى  
نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ وَالَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنَ دِيَارِهِمْ بغير  
حَقِّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا إِنَّ اللَّهَ طَوْلَنَا اللَّهُ طَوْلُوا لَدَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ  
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ كَهَذَا صَوَاعِدُ وَبَيْعٌ وَمَسْلُوتٌ وَ  
مَسْجِدٌ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا

(پارہ ۱: ۱- سورۃ حج - آیت ۳۹)

ترجمہ :- ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ جن سے لوگ لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے اور اللہ



وہ لوگ کہ جن کو محض اس وجہ سے ان کے گھروں سے نکالا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے دفع نہ کرتا تو خالقائیں۔ مدرسے۔ عبادت گاہیں اور مسجدیں موحا و بجا میں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت شریفہ پر غور کرو اور پھر بھارتی سامراج کے لیٹروں اور ہندوستان کے چوروں اور غاصبوں کے ظلم و ستم کی سنگینوں۔ جبر و تشدد کے نیزوں۔ اور وحشت و بربریت کی گولیوں کو دیکھو جو گزشتہ اٹھارہ سال سے خصوصاً ان دنوں کشمیر کے مظلوم و محبور اور نہتے مسلمانوں کے سینوں میں پیوست کی جا رہی ہیں۔

اور۔ ان بے گناہوں کے گھروں کو آگ لگا کر پھر اسی آگ میں ان کو زندہ جلا یا جا رہا ہے۔ اور ان کے معصوم بچوں کو نیزوں پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اور ان کی معصوم عفت مآب عورتیں کو محض اس لئے اغوا کیا جا رہا ہے کہ وہ ایک رب کو ماننے والے مسلمان ہیں۔ اور پھر کشمیری مسجدوں اور۔

خانقاہوں پر بھارتی لیٹروں کا قبضہ اور ان کی بے حرمتی کو دیکھو کہ جہاد کیوں فرض کیا گیا؟ اور۔ اس کی ضرورت و اہمیت۔ اور غرض و غایت کیا ہے اور۔ اس آیت سے یہ بات بھی اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ کشمیر کے مظلوم مسلمان، بھارت کے غلاف اپنی آزادی کے لئے علم جہاد بلند کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں اور پھر پاکستان پر بھی فرض ہو گیا کہ وہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی امداد اور ان کو ہندوستان کے ظالم حکمرانوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلانے کے لئے میدان میں آئیں۔

ایسا ظلم و ستم جو کشمیریوں پر ڈھلایا جا رہا ہے۔ اس کی مثال دنیا

میں نہیں ملتی لیکن بھارتی سامراج کے نام نہاد جمہوریت کے دعویداروں اور لام راج کے جھوٹے بجا رہیوں کے جبر و تشدد کی چکی میں پسے کے باوجود بھی اور اٹھارہ سال تک پند توں اور رام راجیوں کی وحشت و بربریت کے باوجود بھی کشمیری مسلمانوں کی ثبات قدمی۔ استقلال اور بہمت و ہرأت نے دنیا پر واضح کر دیا ہے۔

کہ انہوں نے آج سے اٹھارہ سال پہلے اپنی آزادی کی شمع روشن کی تھی بھارت کے ظالم حکمرانوں کی وحشت و بربریت کی تباہ کن آندھیاں بھی اسکو نہیں بجھا سکیں۔ اور انہوں نے آزادی کی جس جنگ میں قدم رکھا تھا۔

بھارتی سوراؤں کی آگ برسنے والی تو ہیں۔ پہاڑوں کو ہلا دینے والے ٹینک اور فضائے آسمانی کو کند کر دینے والے بمبار طیارے بھی ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہیں کر سکے۔

اور۔ انہوں نے آزادی کی جس منزل کی طرٹ آج سے اٹھارہ سال پہلے جو قدم بڑھائے تھے، بھارت کے وحشی اور جنونی ہندو دزدوں کی مار دھاڑ اور بھارت کی ٹھون آشام تلواریں بھی ان کا راستہ نہیں روک سکیں اور وہ آج بھی بھارتی سنگینوں کے سایے میں سینہ مان کر یہ نعرے گارہے ہیں۔

کہ ہم رائے شماری چاہتے ہیں؟

اور۔ بھارتی کٹوا کشمیر سے نکل جاؤ!

اور۔ ہم پاکستان سے اسحاق چاہتے ہیں!

اور آزادی کی وہ آگ جو اٹھارہ برس سے ہندوستان کے غاصبوں کے ٹیکوں کے نیچے دبی ہوئی تھی آج پھر ایک بار شعلہ بحوالہ بن کر مہرک اٹھی ہے جس کا دھڑل



اقوام متحدہ کی بڑی طاقتوں کو بھی پریشان کر رہا ہے۔

لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کشمیر کے غلام مسلمانوں کی خلیج دیکھ کر، بھارتی ڈاکوؤں کے ہاتھوں ان کے لئے پٹے ہوئے قافلوں کی آہ و بکا بھی سلامتی کونسل کے ناخداؤں کے دلوں میں عدل و انصاف کا جذبہ پیدا نہیں کر سکی۔ اور یہ ایسا اس لئے نہ ہو سکا اور نہ ہی آئندہ ہونے کی توقع ہے کہ کشمیر میں ایشیا کے مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ ورنہ اگر اسی طرح کسی مغربی خطے میں انگریزوں کا سفید خون بہہ رہا ہوتا تو پھر ہم دیکھتے کہ سلامتی کونسل کیسے یہ تماشا دیکھتی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ لاگو میں انگریزی خون کے چند قطرے ہی گرے تھے کہ سلامتی کونسل کے ایوان میں زلزلہ لگ گیا تھا۔ اور فوراً اس خون کا بدلہ لے لیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لومبا کی لاش کا بھی ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔

اصل بات یہ ہے کہ جس دن سے پاکستان نے چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں، اسی دن سے ہی مغربی سامراجی طاقتیں، پاکستان کے وجود کو ختم کرنے پر متفق ہو چکی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ختم نہیں ہو سکتا۔

پاکستان اور بھارت کی موجودہ جنگ کی ذمہ دار بھی سلامتی کونسل ہے جو امن و سلامتی کا مصنوعی لبادہ اوڑھ کر کشمیر کے مسئلے کو پُر امن طریقے سے حل نہ کر کے دنیا کے امن و سلامتی کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اٹھارہ سال کے طویل عرصے میں اگر سلامتی کونسل ہندوستان سے کشمیر میں رائے شماری کرانے کا وعدہ پورا کر لیتی اور خود بھی وعدہ پورا کرتے ہوئے کشمیر کے بنیادی مسئلے کو جو دونوں ملکوں کے مابین جنگ کا سبب بنا، منصفانہ اور پُر امن طور پر حل کر دیتی تو آج پاکستان اور ہندوستان کے درمیان

جنگ کے شعلے کبھی نہ بھڑکتے۔

اور پھر جب بھارتی سامراج کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک دھڑیل حملہ کر دیا اور جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے اس کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے ہر محاذ پر بھارتی سینئروں کی مڑھیاں بنا دیں اور

ہندوستان کی فوجوں کے پر خچے اڑا دیئے تو اس طرح اللہ کے شیروں اور پاکستان کے بہادر جوانوں سے ہندوستان کو بچانے کے لئے اقوام متحدہ کا فوراً اجلاس بھی ہو گیا اور پھر جنرل سیکرٹری مسٹر ادتھان بھی پاکستان اور ہندوستان کا دورہ کرنے کے لئے فوراً یہاں پہنچ گئے۔

اگر سلامتی کونسل کو پاکستان اور کشمیر کے مسلمانوں سے کوئی بدمردی ہوتی تو وہ اس وقت بھی آسکتے تھے جب کہ ہندوستان کے وحشی رکھشش، کشمیر کے غریب اور بہتے مسلمانوں کو زندہ آگ کی بھیینٹ چڑھا رہے تھے

اور پھر وہ اس وقت بھی آسکتے تھے جب کہ بھارتی سوراوٹوں نے پاکستان کے ایک حسری گاؤں اٹوان شریف کے بے گناہ اور معصوم مسلمانوں پر اپنی دھرم مار توپوں سے گولے برساکر شہید کر ڈالا۔

اور وہ پھر اس وقت بھی آسکتے تھے جبکہ بھارت کے چوروں اور لٹیروں نے خالق شریف حضرت بل کی درگاہ معلّٰی سے موئے مبارک کی چوری کر لی تھی۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا اور سلامتی کونسل تماشا دیکھتی رہی پوری داوی کشمیر کے مسلمان صدارے احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔ یہ نظارہ پوری دنیا نے تو دیکھا کہ سلامتی کونسل انکھیں بند کئے بیٹھی رہی، اس کے کانوں پر جوں تک زینگی۔



نہی اوتھان آئے اور نہ ہی کوئی اجلاس ہوا۔ اور جب پاکستان کے بہادر غازیوں اور کشمیر کے مجاہد وطن نے کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو بھارت کے ان دزدہ صفت ڈوگروں اور برہمنوں کے پیچھے استبداد سے نجات دلوانے کے لئے سرکف اور کفن بدوش ہو کر میدان کارزار میں نکل آئے، اور جب حق و باطل کی جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو سلامتی کونسل کو بھی موڑ آنے شروع ہو گئے اور مٹر اوتھان کی بھی آنکھ کھلی۔ اور پھر اپنے فوجی سامان کے گداگر کو اسلام کے شیریں اور پاکستان کے بہادروں سے موت کے پیچھے سے بچانے کے لئے فوراً راولپنڈی اور پھر دہلی پہنچے اور پھر عین اس وقت فائر بندی کرادی جب کہ اسلام کی تیغ بڑاں سے بھارتی سامراج کی شرہ رگ کٹنے ہی والی تھی۔ یہ تو صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خاں کی شرافت۔ دیانت اور رحم دلی تھی کہ انہوں نے سلامتی کونسل کی بیش ستمبر کی قرارداد جس میں کشمیر کے مسئلے کے حل کا وعدہ کیا گیا تھا۔ پر یقین کرتے ہوئے فائر بندی منظور کر لی ورنہ اس وقت تک اسلام کا جھنڈا سرینگر کی پہاڑیوں پر اور دہلی کے لال قلعے پر لہرا رہتا تھا۔

اور اب جبکہ پھر ہندوستان فائر بندی کی مسلسل خلاف ورزیاں کر رہا ہے اور پھر کشمیر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے اور پھر ان کے معصوم بچوں کو پھیلوں پر لٹکایا جا رہا ہے لیکن اب پاکستان کے بہادر اور نڈر وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی درخواست پر بھی اوتھان صاحب ادھر آنے کو تیار نہیں ہیں۔ تو پھر یہ پاکستان کے ساتھ دشمنی کی دلیل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور ہم مدت سے بڑی طاقتوں جن کو کہنے والوں نے بڑی طاقتیں سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ پاکستان

دن کی سب سے بڑی طاقت ہے اس لئے کہ کسی بڑی طاقت ہونا ایسی ہتھیاروں کی کثرت، اور مال و دولت کی فراوانی پر موقوف نہیں ہوتا۔

بلکہ میدان جنگ میں لڑنے والوں کی بہادری، جرات۔ ثبات قدمی۔ حوصلے شجاعت اور ایثار و قربانی کے لازوال جذبے اور جان نثاری اور سرفروشی کے ارادے پر منحصر ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔ جسے دنیا نے اس جنگ کے دوران دیکھا اور خوب اچھی طرح نظر کیا! اور اگر اب بھی کسی کو یقین نہ آئے (تو پھر جس کا جی چاہے میدان میں آجائے)۔

بالآخر! اس ادارے (اقوام متحدہ) کی جن مکاریوں اور عیاریوں کو ہم محسوس کر رہے تھے، وہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں کھل کر سامنے آگئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو اقوام متحدہ کی قرارداد محض ایک دھوکا اور فریب تھی اور پھر ۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں بڑی طاقتوں کا ذوالفقار علی بھٹو کو یہ کہنا کہ آپ کشمیر کے مسئلے پر تقریر نہیں کر سکتے یہ مثال پوری طرح صادق آتی ہے!

کہے۔ صاف آنکھیں پھیر لیں مطلب نکل جانے کے بعد! کشمیر کا ایک مقدمہ تھا جو اٹھارہ سال پہلے دنیا کی سب سے بڑی عدالت سلامتی کونسل میں پیش ہوا لیکن نادیم تحریرہ عدالت اس مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔ تو جو عدالت اٹھارہ سال تک کسی مقدمے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ پاکستان کے دس کروڑ مسلمان اس عدالت کو عدالت نہیں مانتے۔

ایسے میں صدر پاکستان کی خدمت عالیہ میں پورے ادب و احترام کے ساتھ پردرد اپیل کروں گا کہ درخواست کو کئی بار آزمانے کے بعد اب سلامتی کونسل کے دامن کو چھوڑ دیں۔ اور جس پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدے کے باوجود ہندوستان کو توپوں، ٹینکوں اور



بھارتی اردوں سے مسلح کیا۔ اس امریکہ سے اب کشمیر کی بھیجک نہ ملے گی۔  
اور اگر برطانیہ نے کشمیر دینا ہوتا تو تقسیم ملک کے وقت لارڈ ماؤنٹ بیٹن ضلع  
گورداسپور کی ایک تحصیل پاکستان کو دے کر سارا ضلع ہندوستان کے حوالے نہ کر جاتا۔

اور — ساری قوم کو آپ پر کھلی اعتماد ہے —

اور — پاکستان کا بچہ بچہ ملک کی حفاظت کرنے  
اور — اسلام کے اس جین کی پاسبانی کے لئے آپ کے پرکٹ

مرنے کو ہر وقت تیار ہے —

اور — پاکستان کے بہادر عوام ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس  
کے مکرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم،

اور — اولیاء کرام کی غیبی امداد بھی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے  
جسے آپ موجودہ جنگ میں دیکھ بھی چکے ہیں،



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## شانِ مجاہد

ص۔ ۱۔ مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلمان کہ ہے!  
اس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیم و خلیلؑ



نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ دین اسلام کے ارکانِ اعلیٰ ہیں، لیکن وہ درجاتِ  
فضائل جو جہاد اور جہاد کرنے والے مجاہدین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے گئے ہیں  
وہ نماز اور نمازی اور حج اور حاجی کے لئے نہیں ہیں۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبوی  
صلی اللہ علیہ وسلم اس کی گواہ ہیں۔

پارہ ۵۔ سورۃ النساء آیت ۹۵

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولِي الْقُرْبَىٰ  
وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط  
فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى  
الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ط

ترجمہ ۱۔ "بیماروں کے علاوہ جو لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ



ان لوگوں کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں اور اللہ نے اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو ان لوگوں پر جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ فضیلت اور درجے میں بڑائی دی ہے۔“

اور فرمایا: —————

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا  
”اللہ نے لڑنے والوں کے لئے اجر و ثواب کو بیٹھنے والوں پر زیادہ کیا ہے“

(پ ۴ — سورة آل عمران — آیت ۱۵۷)

وَلَيْسَ قِتْلَتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّمْ كَمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ  
وَسَرَّحَةٍ مِّنَّا يُجْمَعُونَ ۝

”اور اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش و رحمت بہتر ہے۔“

پارہ ۱۸ — سورة انفال — آیت ۷۴

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَمْسَسُوا وَاللَّيْلِ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ مَغْفِرَةً مِّنَّا وَكَرِيمًا

”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اللہ کی راہ میں اپنے اپنے گھر چھوئے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی ان مجاہدین کی وہی ہیں بچتے اور سچے مسلمان اور ان کے لئے بخشش اور روزی عزت کی ہے۔“

اور پھر فرمایا: پارہ ۱۰ — سورة توبہ — آیت ۲۰-۲۱

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ  
وَأَنفُسِهِمْ أَكْبَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ط وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝  
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجِئَتْ لَهُمْ فِيهَا  
لَعِينٌ مُّقِيمَةٌ ۝

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اللہ کی راہ میں گھر بار پھوڑے اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں سے، ان کے لئے اللہ کے پاس بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ باہر ادھیں اور اپنی طرف سے اللہ انکو رحمت و بخشش کی خوشخبری دیتا ہے اور راضی ہونے کی اور جنت کی بشارت دیتا ہے۔ وہ جنت کہ جس میں ان کے لئے ہر قسم کا آرام ہے اور پھر وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔“

اور پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے: —————

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ  
”کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جانوں اور مال کو جنت کے عوض خرید کر لیا ہے۔“

اور پھر فرمایا: —————

پارہ ۲۸ — سورة الصف — آیت ۴

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُعَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بُشًى مَّرْصُومًا  
”کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں قطار اندر قطار اور سیرہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر لڑتے ہیں۔“

قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اس خطہ ارض کو کفر و شرک، ضلالت و گمراہی، فسق و فجور، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت سے پاک کر کے۔ توحید و اسلام۔ امن و سلامتی۔ حق و صداقت اور نیکی و انسانیت کو پھیلانے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مسلمانوں کا مقام اتنا بلند ہے کہ وہ جب بھی جہاد کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے ہیں تو آسمان کے نورانی فرشتے ان کے راستے میں اٹھنے والے قدموں کے نیچے اپنے پر



پہنچا دیتے ہیں۔ اور ان کے لئے رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔  
یہ کیا شان ہے کہ ایک آدمی نے زندگی میں نہ نماز پڑھی ہے اور نہ ہی کوئی  
روزہ رکھا ہے۔ نہ کبھی زکوٰۃ دی ہے اور نہ ہی حج کیا ہے غرضیکہ اس نے اپنے  
زندگی میں کوئی نیکی نہیں کی، لیکن

جب وہ میدانِ جہاد میں شہید ہوتا ہے تو جنت کے تمام دروازے  
اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور فرشتے اس کی پاک روح کو اٹھانے  
کے لئے اپنے دامن پھیلا دیتے ہیں۔

اور شہید ہونا تو درکنار شکرِ اسلام کا پیرو دینے والے مجاہد کو بھی، نبی کریم  
علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے اور اب کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ نزولِ ناری  
سے بہادر غازی ہزار درجے بہتر ہے۔

اسی لئے کہ یہ تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن خدا اپنے بڑوں نمازی کو نہ بخشے،  
لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا علیہ السلام کے بہادر غازی کو نہ بخشے۔

اور — یہ فضائل و درجات اور جنت و بخشش کے وعدے جو مجاہدین  
اسلام کے لئے بیان کئے گئے ہیں صرف میدانِ جہاد میں جانیں قربان کرنے والوں

کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جنہوں نے جہاد  
مال بھی کیا ہو یعنی جہاد کی تیاری کے سامانِ ضرورت کی خریدنے میں مالی خدمت کی ہو۔

اسی لئے اسلامی جہاد کے لئے جس نے ایک پیسہ بھی خرچ کیا وہ بھی اسی طرح  
خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا حقدار ہے جس طرح کہ جا میں قربان کرنے والے!  
بلکہ قرآن پاک کی آیات میں تو مالی جہاد کو مقدم رکھا گیا ہے۔

اسی لئے وہ لوگ جو جہادِ پاکستان کے لئے قومی دفاعی فرائض میں مال و دولت

اور دوسری اشیاء دے رہے ہیں، اپنی اس خوش نصیبی اور نیک نیتی پر ناز کرنا چاہیے  
کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور اس کی بخشش و رحمت کے سزاوار بن گئے ہیں۔

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —  
إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ أَطْلَالِ السَّيُوفِ —

کہ ”جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔“

صح — نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں  
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

اور — اگر یہ ایک زندہ حقیقت نہ ہوتی تو حضرت امام حسین علیہ السلام  
اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ وسلم کا پاک مدینہ چھوڑ کر کرب و بلا کے میدان میں نہ  
آتے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان پر غور کرو اور پھر حضرت امام حسین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس نماز کو دیکھو جو انہوں نے کربلا کے میدان میں خنجر کے نیچے

ادا کی — اور حقیقت تو یہ ہے کہ انہی کی دکھائی ہوئی راہ ہے —  
کہ جس پریل کر آج پاکستان کے مسلمانوں نے بھارت کے مقابلے میں ٹینکوں کے

نیچے بھی نمازیں ادا کی ہیں — اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا: —  
مشکوٰۃ شریف ۳۲۹ — ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۶

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: —  
مَا أَغْبَرَكْتُ قَدْ مَا عْبَدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَنَمَسْتُهِ النَّاسُ —  
”کہ جن پیروں کو بھی جہاد کے راہ کی گرد لگ گئی ان پیروں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔“

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا تو علیحدہ بات ہے حضور علیہ السلام نے تو یہاں تک فرمادیا۔



ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۶ مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَكُمُ النَّارُ حَبْلٌ بَنَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يَعْمُقُوا اللَّبْنَ

فِي الصَّرَاحِ وَلَا يَجْتَمِعُ عَلَى عَبْدٍ عِبَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَّانُ جَهَنَّمَ

کہ جس طرح دوبا دودھ واپس تھنوں میں جانا محال ہے، اس طرح اللہ

کے خوف سے رونے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور جہاد کے

راستے کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں ایک جسم پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

روایت میں ہے کہ ایک جنازہ حضور علیہ السلام کے پاس لایا گیا اور جب حضور

صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے کے لئے اٹھے تو غلاموں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمان ہونے کے بعد اس نے کوئی نیکی نہیں کی، تو حضور علیہ السلام

نے غلاموں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو اس مرنے والے کی کسی ایک نیکی کی شہادت

دے۔ تو ایک صحابی نے عرض کی!

کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔ لیکن

اتنا پتہ ہے کہ ایک جنگ میں اس نے میرے ساتھ مل کر شکر اسلام کا پہرہ دیا تھا!

بس پھر کیا تھا۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا

اور بعد میں میت کو مخاطب کر کے فرمایا!

کہ مبارک ہو! اسیلئے کہ مدینہ منورہ کے تمام لوگ تجھے جہنمی کہتے ہیں مگر میں

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔

یہ یاد رہے کہ حضور انور علیہ السلام نے غلاموں سے اس کی نیکی کے متعلق اس

لئے نہیں پوچھا تھا کہ آپ کو علم نہیں تھا۔ بلکہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اسیلئے

پوچھا تاکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب و تبلیغ ہو جائے اور ان کو یہ معلوم

ہو جائے کہ جہاد اسلام میں کسی طور پر بھی حصہ لینے والے کی کیا شان ہے۔

اور پھر تاہد رعب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۶

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

عَيْنَاكَ لَا تَمْسُحُهَا النَّارُ حَتَّى تَبْكْتَ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

وَعَيْنُ نَبَاتٍ تَحْمُرُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

کہ "دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ

جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں

بیدار رہی یعنی جس آنکھ نے اسلامی لشکر کا پہرہ دیا۔"

ایک آیت میں فرمایا گیا ہے کہ

"اللہ جہاد کرنے والے مسلمانوں سے محبت کرتا ہے۔"

اور کوئی اپنا بانیانہ کوئی معمولی بات نہیں جبکہ خود خداوند کریم کسی کو اپنا دوست

بنائے اور اس سے محبت کرے، یہ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے۔ اسیلئے دنیا کا ہر

مسلمان نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ اور دوسرے فرائض کی ادائیگی اسی لئے کرتا ہے اور

ساری ساری رات مصلے پر اسیلئے گزار دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و محبوب

ہو جائے۔

لیکن تمام زندگی کی عبادت و ریاضت اور مراقبہ و مجاہدہ کرنے کے باوجود

بھی کسی کو بارگاہِ الہی میں مقبول و محبوب ہونے کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ مگر جہاد کرنے والے

کی شان دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے خود اس کی دوستی اور محبت کا اعلان کرتا ہے۔



اگر خدا تعالیٰ اپنے ولیوں، غوثوں اور قطبوں سے ان کی عبادت و ریاضت کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ تو اللہ کی راہ میں تلوار اٹھانے والے مسلمان سے بھی اس کے جذبے کی قدر کرتے ہوئے الفت رکھتا ہے کیونکہ دنیا میں انسان سب سے زیادہ پیارا اپنی جان یا زندگی سے کرتا ہے لیکن جس وقت اس کی اپنی جان کو خطرہ پیدا ہو جائے تو پھر زندگی یا جان کو بچانے کے مال و دولت، گھر بار اور آل و اولاد کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ چاہتا ہے کہ سب کچھ اس سے لے کر صرف اس کی جان بچ جائے۔

مگر ایک مرد مسلمان، مرد مجاہد اپنی اس مقام عزیز کو ہنسی خوشی خدا تعالیٰ کے حکم پر بچاؤ کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ تو پھر کیوں نہ اللہ اپنے ایسے مجاہدوں سے پیار کرے۔ اور جب خدا کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو آسمان کے تمام فرشتے اور مخلوق آسمانی اس کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور پھر ساری کائنات میں اس کی محبت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قیامت تک شہیدوں کا نام زندہ رہے گا۔



## مجاہدین کیساتھ خدا کے وعدے

کی محبت و وفاتوں نے تو ہم تیرے ہیں  
یہ جہاں چین ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں  
اقبال

اسلام کے ابتدائی دور میں کفار و مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ادھر تبلیغ اسلام کا کام بڑے زور و شور سے جاری ہو چکا تھا اور اسی سلسلے میں شاہانِ روم و شام اور فرمانروانِ بصرہ و ایران کی طرف اسلام کے دعوتی خطوط بھیجے جا چکے تھے اور لوگ اسلام کی صداقت، دین الہی کی حقانیت اور شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کمالات و معجزات اور آپ کے خلقِ عظیم کو دیکھ کر فوج در فوج غلغلہ مگور شش اسلام ہو رہے تھے۔

لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی رونق اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی کثرت و سطوت دین اسلام اور شانِ نبوت کے اذلی دشمن برداشت نہ کر سکے اور اسلام کے نام و نشان مٹانے اور مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے منصوبے بنانے لگے اور تمام مخالفین اسلام و نبوت سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

ابتداء میں کفر و باطل کی کثرت اور ان کے سامانِ حرب و ضرب کی فراوانی سے بیچارے مسلمان خائف تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے دینِ متین کی حفاظت، اسلام کی بقا اور ناموسِ رسالت کی نگہبانی کے اسباب و آثار پیدا کرنے شروع کر دیئے۔



اور مہی اسلام کے شیدائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی عجیب قسم کے وعدے کر کے ان کی جرأت و ہمت، جوش و دلولہ، جذبہ جہاد کو اپنے پیغامات کے ذریعہ ابھانا شروع کر دیا تاکہ مسلمانوں کے دلوں دشمن کی کثرت، تعداد اور ان کی حربی قوت کا ڈر دور ہو کر ان میں دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کا حوصلہ پیدا ہو جائے۔  
چنانچہ فرمایا گیا:

پارہ ۱۰ - سورۃ انفال آیت - ۶۵

اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ مَبَاهِطُونَ يُغْلِبُوا بِمِائَتَيْنِ ذَانِ  
يُكِنُّ مِنْهُمْ مِائَتَةٌ يُغْلِبُوا الْاَغَاثِ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ————— کہ

”اے ایمان والو! کفار و مشرکین کی فوج کی کثرت اور ان کے سامان جنگ کی فراوانی دیکھ کر گھبرانہ جانا، اگر تم ثابت قدم اور صبر و استقلال کے ساتھ بیٹھیں بھی ہو گئے تو میدان جنگ میں تم دو سو کافروں پر غالب ہو گئے اور اگر تم ایک سو بھی ہو گئے تو ایک ہزار کافروں کے لئے کافی ہو گئے۔ اور یہ اس لئے کہ یہ کافر کوئی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔“

اور پھر فرمایا:- پارہ ۲ - سورۃ البقرہ آیت ۲۴۹

كَمْ مِّنْ فِتْنَةٍ قُلَيْبِلَةٍ غَلِبَتْ فِتْنَةُ الْكَافِرِ بِاِذْنِ اللّٰهِ  
”کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ حقوڑی جماعت بھاری جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔“

یہ وعدے دراصل اسلام کی فتح و نصرت کی بشارت تھی، جن سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی زندگی ابھرائی اور پھر انہوں نے اسلام کی عظمت، دین حق کی برتری اور آبرو کے نبوت کی حفاظت اور حق و صداقت اور نیکی و شرافت کی پاسبانی کے لئے زندگی اور موت سے بے نیاز ہو کر میدان کارزار میں گھوڑے دوڑا دیئے اور پھر میدان ہار و

ظہن اور سزہ خنق و تنوک سے لے کر روم و شام، عراق و ایران اور سندھ کے یکتائوں تک اسلام و کفر کے کئی معرکے ہوئے۔ توحید و شرک کی کئی لڑائیاں ہوئیں اور حق و باطل کی دونوں تلواریں کئی بار آپس میں ٹکرائیں۔

لیکن اللہ کے سپاہی - نبی کے غلام اور اسلام کے غازی جس طرف بھی گئے فتح و نصرت کے پھر یہی ہلاتے ہوئے کامیاب و کامران رہے اور ہر مقام پر فتح و کامرانی نے ان کے قدموں کو چھوایا!

اور پھر ان سرفروش غازیوں اور اسلام کے مجاہدوں نے کبھی روم و شام کے آہنی قلعوں پر اسلام کا پرچم بلند کیا تو کبھی عراق و ایران اور مصر و لیبیا کے شاہی محلات میں توحید کا پیغام سنایا۔ نہ بلند و بالا بہادران کا راستہ روک سکے اور نہ ہی دریاؤں کے

طوفان ان کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکے۔ اور آہستہ آہستہ اس خطہ ارضی پر اسلام کی سنہری کنپٹی پھوٹی رہی، جن سے اللہ کی یہ زمین امن و سلامتی کا گہوارہ۔ نیکی و شرافت کا مسکن۔ عدل و انصاف کی آغوش اور حق و صداقت کا دامن بن گئی۔

اور جن کی بدولت آج بھی خاک چھارے سے لیکر اندلس کے ساحل تک اور روم و شام کے کلیساؤں سے لے کر افریقہ کے پتے ہوئے صحراؤں تک اور مصر و عراق کی دیواروں سے لیکر سندھ کے ریگستانوں تک اللہ کی توحید کے پرستار شمع رسالت کی پروانے اور اسلام کے سرفروش سپاہی نظر آتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق، پہاڑوں کی ہر پہرچوٹی، دریاؤں اور سمندوں کی ایک ایک موج اور ریگزاروں کا ایک ایک ذرہ اس بات کا گواہ ہے کہ اللہ کے شیر، اسلام کے غازی اور توحید و رسالت کے یہ پاسبان جب بھی کبھی حق و صداقت







بحری پٹرے کے کپتان ایڈمرل اسے آرخاں کی ہمت و جواں مردی پر بھی ہیں  
فخر ہے جن کی قیادت میں بھارت کی بحری قوت کو اپنے ساحلوں اور سمندروں میں ہی  
پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بلکہ آگے بڑھ کر بھارت کا سب سے بڑا بحری ریڈار سٹیشن  
دوآر کا نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

ہمیں اپنے ان شیر دل غازیوں پر بلاشبہ فخر ہے جو اپنے دلوں میں خالد بن  
ولید کا جذبہ جہاد، اپنے سینوں میں طارق ابن زیادؓ کی غیرت ایمانی، اپنے بازوؤں میں  
محمد بن قاسمؓ کی قوت اور اپنے ہاتھوں میں محمود غزنویؒ کی تلوار کیکر دشمن پر پھیرے ہوئے  
شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے اور پھر دشمن پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ بھارتی سامراج کو  
راہ بھائی نزدی — اور جنہوں نے توپوں کی آگ اگلتی ہوئی بیروں کو اپنے سینوں  
سے خاموش کر کے رکھ دیا۔ جنگی جنونیوں کے ٹینکوں کے پیادوں سے ٹکرا کر بھارتی جنگی  
ناضروں کو تباہ کر کے ہم اللہ کے سپاہی ہیں، محمدؐ کے غلام، علیؑ کے خادم اور پاکستان  
کی عزت و آبرو کے محافظ، اپنی جانیں تو قربان کر سکتے ہیں، لیکن اپنے وطن پاک  
کی سرزمین پر دشمن کے ناپاک قدم نہیں برداشت کر سکتے۔ بھارت کے جنگی سوناؤں  
کو اپنی فوج کی کثرت اور غیر ملکی سامان جنگ کی فراوانی پر ناز تھا لیکن ان کو یہ معلوم نہیں  
تھا کہ وہ مسلمانوں سے لڑنے جا رہے ہیں جو توپوں، ٹینکوں اور طیاروں کے محتاج نہیں،

ایسے کہ — کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان

ہمیں ہے تو خود آپ ہے تقدیر الہی

کافر ہے تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے پہلی۔

ہندوستان کے نیتاؤں اور بھارتی بہا تہاؤں اور رام راج کے جنگی پانگوں  
کو یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ فوج کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی پر فتح و کامیابی  
کا دار و مدار نہیں ہوتا! —

بلکہ فتح و نصرت کا دار و مدار میدان جنگ میں لڑنے والوں کی جرأت و دلیری  
بہادری، شجاعت، حوصلے، ثابت قدمی اور قربانی و سرفروشی کے لازوال جذبوں  
پر ہوتا ہے۔ اور ان جذبوں کو قوت ایمانی اور عقیدے کی پختگی سے ہمہ گیر کیا جاتا ہے۔  
جسے اللہ کے فضل و کرم سے ہماری مسلح افواج کے جانباز جوانوں اور شیر دل سپاہیوں  
نے ہر محاذ پر ثابت کر دکھایا ہے کہ —

سے — ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق و باطل ہو تو فو لا دے مومن

لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر کے شام کو ریڈیو پاکستان لاہور سے تقریر کرنے  
کے خیالی پروگرام بنانے والے بھارت کے چار وزیر مٹرجان کو پتہ نہیں تھا کہ وہ  
اُس لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کرنے کے ارادے سے جا رہا ہے، —

• — جہاں حکم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی تربیت ہے۔

• — اور پیر وانا گنج بخش علی عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاک ہے۔

• — اور سیکرہ ان زندہ دلان لاہور کو اپنی وحشت و بربریت کا نشانہ بنانے جا رہا ہوں۔

جن کی جرأت، حوصلے اور زندہ دلی کا یہ عالم ہے کہ وہ بھارتی بمباریروں اور  
پاکستانی شہبازوں کی جنگی کارروائیوں کو اپنے اپنے مکانوں کی کھلی چھتوں پر چڑھ  
کر دیکھتے ہیں —

لندن پر جرمن بمباروں کا حملہ ہو تو وہاں کے عوام مکان تو کیا سوچوں کے اندر۔



برین پر ہوائی حملہ ہو تو لوگ خندقوں میں سٹالین گراؤ پریم بریں تو لوگ مورچوں میں۔  
پٹھا ٹکٹ، ہواڑ، آدھم پور اور انبالہ پر اسلام کے شاہینوں اور شہبازوں کی  
پرواز ہو تو امرتسر سے لیکر دہلی اور بمبئی تک کے مہاشے رام رام کرتے ہوئے تہہ نالوں  
میں!

لیکن لاہور پر بھارت کا حملہ تو مسلمان مکانات کی چھتوں پر بھلا ایسے  
حوصلہ مند لوگوں کو کون فتح کر سکتا ہے۔ زن کچھ کے معرکہ میں ذلت آمیز شکست  
بعد بھارت کے مہاشے وزیر اعظم پنڈت لال بہادر شاستری نے بھارتی جنتا کی مایوسی  
و گھبراہٹ کو سہارا دینے کیلئے اعلان کیا تھا کہ اب میں پاکستان کے ساتھ جنگ کرنے  
کے لئے اپنی پسند کا محاذ تلاش کروں گا۔ اور آخر انہوں نے سب سے پہلے لاہور کو منتخب کیا۔  
صدر پاکستان فیملہ مارشل محمد ایوب خاں نے لندن کے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے  
ہوئے کہا تھا کہ زن کچھ کی جنگ میں بھارتی فوج کا ایک پورا ڈویژن پاکستان کی افواج کی  
گرفت میں تھا لیکن میں نے اپنی فوج کو اس پر مہلک وار کرنے سے روک دیا تھا تاکہ  
جانی نقصان نہ کیا جائے۔

اگر اس وقت ہی ضرب کاری لگا کر بھارتی سینا کے ان سپہ سالاروں کے سر کچل دیے  
جاتے تو آج وہ اثر دہا بن کر اپنے منہ کی زہریلی آگ سے لاہور کو جلانے اور سیالکوٹ  
کو تباہ کرنے کی کبھی ہمت نہ کر سکتا۔ بلکہ قیامت تک پاکستان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ  
کرتے۔

اور پھر مشر شاستری نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج  
کے علاوہ میں پورے ملک میں پچاس لاکھ رضا کار بھی تیار کروں گا۔  
تو میں نے کہا! شاستری صاحب یہ تو وہ لاکھ ہیں اگر وہ کوڑھی بھی ہوں تو ہمیں کوئی ٹھنڈی

کیونکہ ہم خدا کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ ہم ظلم و دغا کرتے ہیں نہ دزدی برداشت  
کر سکتے ہیں۔ اور پھر میری یہ بات ایک روشن حقیقت بن گئی۔  
پچانچہ روزنامہ نوائے وقت کی ایک خبر میں لکھا تھا کہ دیو آ کے محاذ پر بھارتی  
فوج کا ایک دستہ پوری طرح مسلح ہو کر آزاد کشمیر کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا۔  
کہ ہمارے چند سپاہیوں نے ان کا راستہ روکا اور پورے زور سے یا علی کا نعرہ لگایا۔  
بس پھر کیا تھا۔

یہ حق کی آواز ان ہندو سپاہیوں پر ایک آسمانی بجلی کا کڑکا بن کر گری جس کی  
تاب نہ لاتے ہوئے بھارتی سینا کے یہ بزدل سپاہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے  
اور ان میں سے ایک سپاہی رام کرشن نامی تو نعرہ سن کر وہیں گر پڑا اور مر گیا۔  
اور جب پھر مشر شاستری نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لئے  
اب میں اپنی پسند کا محاذ تلاش کروں گا۔  
تو میں نے پھر کہا تھا کہ شاستری صاحب! آپ تو زن کچھ نہ سمجھا لے سکتے،  
آپ یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔

اور بالآخر! میرا یہ کہنا بھی ایک زندہ جلویہ افسانہ بن گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ  
بھارتی گیدڑ پاکستان کے شیروں کی گرج کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان جنگ میں اس  
کٹ کٹ کر گرتے رہے جس طرح موسم خزاں میں مریھائے ہوئے پتے!  
اسی لئے کہ بھارت کے مہاشوں کو یہ علم نہیں تھا کہ دوکانوں پر بیٹھ کر ڈنڈی مارنا  
اور بات ہے اور میدان جنگ میں لڑنا اور چیز نہتے لوگوں پر گولیاں برسانا اور چیز  
ہے اور کسی آئیدل قوم سے جنگ کرنا اور شے۔  
قادرینِ کرام!



آپ کو یاد ہوگا کہ ”رن کچھ“ کے محاذ پر بھارتی فوج کے ساتھ مردانگی اور بہادری سے لڑنے والا فوجی کمانڈر لائل پور شہر کا ہی رہنے والا تھا جو کہ آج بھی اپنے علاقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ملکی سیاست میں بھرپور کردار ادا کر رہا ہے اور عوام اسے آج بھی ”ہیرو آف دی رن کچھ“ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس کا نام ہے۔ ریٹائرڈ میجر راجہ نادر پرنیز۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب کبھی اٹھتا ہے مومن ہاتھ میں تلوار لے کر مدد کو آجاتے ہیں پھر جبرائیلؑ واسرافیلؑ

## میدان جہاد میں فرشتوں کی فوج

پارہ ۹ - سورۃ الفال - آیت ۹ - ۱۰ - ۱۱

اِذْ لَسْتُمْ فِیْشُوْنٌ رَّسَبْتُمْ فَاِستَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُعْتَدٍ لَّكُمْ  
مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْذِرِیْنَ

”اے ایمان والو! اس وقت کو یاد کرو جب تم نے اپنے رب سے پانی کے لئے فریاد کی تو اس نے تمہاری فریاد کو قبول کرتے ہوئے پانی کے ساتھ

تمہاری مدد کیلئے آسمانوں سے ایک ہزار فرشتوں کی مسلح فوج بھیج دی۔“

فرشتوں کا یہ نورانی لشکر مسلمانوں کی امداد و نصرت کے لئے اس وقت بھیجا گیا جب کہ شہنشاہ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین سو تیرہ مجاہدوں - دین کے غازیوں اور حق کے پرستاروں کی ایک معظی بھر رومانی جماعت لیکر کفر و الحاد و ضلالت گمراہی اور باطل پرستی کو مٹانے کے لئے کفار مکہ کی پوری قوت و طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے خود امیر لشکر بن کر میدان بدر میں جلوہ افروز ہوئے۔

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور شدید گرمی کا موسم اور سوکھی ہوئی کھجوریں کھا کر ذرہ رکھنے والے یہ غازیان اسلام جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان اور ماتھوں میں ٹوٹی تلواریں تھیں - آج ساری دنیا کی تقدیر بنانے جا رہے تھے، اگرچہ ان کے پاس سامان جنگ نہیں تھا۔



نہ گھوڑے تھے۔ اور نہ ہی تلواریں۔

مگر پھر بھی —

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا، نہ لالا تھا  
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کسلی والا تھا

یہ دلق پوشوں کا روحانی ڈولہ — یہ صبر کو شوں کی مقدس جماعت اور یہ  
نافہ مستوں کا پیارہ گروہ — گیلی لکڑیوں کو جھکا کر بنائی گئیں — ٹوٹے ہوئے نیزے  
اور شکستہ دستوں والی تلواریں لے کر سرکشت اور کفن بدوش ہو کر تاجدار عرب عجم کی  
قیادت میں میدان بدر میں آیا — تو

ان کا مقصد جاہ و شمت — دولت و ثروت اور ہوس ملک گیری نہ تھا  
بلکہ — حق پرستوں کی جماعت اسلام کی عظمت و بقاء — دین کی حفاظت — مذہب  
کی رکھوالی — ناموس رسالت کی پاسبانی اور قرآن پاک کی نشر و اشاعت کے لئے کفار کو  
کی زہر آلود تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کے ریگستان میں آئی تھی —

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں بیٹے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے  
اور بھائی کو بھائی سے لڑنا ہوا دنیا کی آنکھوں نے پہلی بار دیکھا —

اور یہ وہی جنگ ہے کہ جس میں ایک ہی برادری کی دو جماعتیں — ایک ہی  
قبیلے کے دو گروہ اور ایک ہی خاندان کے دو ٹوٹے آپس میں دست و گریباں ہوئے۔

ایک کفر و شرک — ضلالت و گمراہی اور وحشت و ظلمت کے درمیان غرق تھا  
اور دوسرا — توحید و رسالت — رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے گلشن کے محافظ

ایک — اسلام کو مٹانے کے لئے آیا تھا — اور دوسرا بچانے کے لئے  
ایک ناموس رسالت پر حملہ آور تھا اور دوسرا اس پر مر مٹنے کے لئے — ایک طرف عقیدہ

امیتہ تھے اور دوسری طرف صدیق اکبرؑ اور عمر فاروقؓ تھے — ایک طرف ابوجہل اور ولید  
تھے اور دوسری طرف عثمانؓ اور علیؓ تھے —

برادری ایک تھی — قبیلہ ایک تھا اور خاندان بھی ایک — لیکن بھائی  
کی تلوار بھائی سے ٹکرائی اور باپ کی تلوار بیٹے سے اور پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ  
و سلم نے میدان کا نقشہ دیکھا اور ہاتھ فتح و نصرت کی دعا کے لئے اٹھ گئے۔  
اور آپؐ نے دعا فرمائی —

مسلم شریف جلد دوم ص ۹۲

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ رَافِعَ الْمَشْرِجَيْنِ وَهَهُ أَلْفٌ

”حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنگ بدر کے دن  
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین مکہ کی طرف دیکھا اور ان کی تعداد  
ایک ہزار تھی۔“

پھر کئی دے آگے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا فرمائی  
اللَّهُمَّ إِنَّكَ إِنَّمَا تَمْلِكُ هَذِهِ الْعَصَابَةَ بِمَنْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ لَا تَكْفُكُ  
فِي الْآخِرِ حَبِ —

کہ ”اے میرے پروردگار یہ تین سو تیرہ جان نثاروں کی جماعت دیکھ  
میدان میں آگیا ہوں، آج اگر تو نے ان کی مدد نہ کی اور اگر یہ ہلاک ہو  
گئے تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔“

— اگر کفار نے ان کو یہاں پر ختم کر ڈالا

تو قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

اور پھر تاجدار کون درمیاں صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود میدانِ جنگ میں شریف لائے

بقول حفیظہ جالندھری :



۵۔ مگر جب کئی والا آگیا اٹھ کر مصلے سے  
خدا کی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہتے سے  
مدد مے لغزہ بکیر سے تھرا اٹھی داری  
کہ امت کے ضیعفوں کی مدد کو آگیا مادی

اور پھر تلواریں چمکیں اور ٹکرائیں۔ فولاد کے مکرانے سے چنگاریاں اڑیں، نیزے  
ابھرے اور چلے۔ تیرکمانوں سے نکلے اور برسے۔ میدان کا زرار گرم ہوا۔ کافروں کو  
اپنے سامان پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنے خدا اور ایمان پر۔ مشرکین زہر آلود تیروں  
اور فولادی تلواروں پر نازاں تھے، اور مسلمانوں کو

نہ تیر و تیغ پر تکیہ نہ نیزے پر نہ بھالے پر

سہارا تھا تو اک سادہ سی کالی کسلی پسہ

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں تشریف لائے جنگ کا نقشہ  
بدل گیا۔ ادھر مصطفیٰ نے دعا کی، ادھر خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج کو حکم دیا کہ جاؤ  
میری اس پاکباز جماعت کی مدد کرو۔ حضور علیہ السلام نے ایک مٹھی ریت دشمنوں کی  
طرف ماری

بس پھر کیا تھا، فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چوم لئے اور پھر خدا تعالیٰ  
نے اپنی نصرت کا اعلان بھی فرمادیا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَيْتِ رِجِّ انْتُمْ اَذِلَّةٌ

کہ جنگ بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی حالانکہ تم بے مقدر تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ غزوہ بدر کی پسائی کے بعد کفار و مشرکین گتہ اپنی اس شکست  
کا بدلہ مسلمانوں سے لینا چاہتے تھے اور شب و روز اس کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔

کہ ایک دن شیطان شیخ بخاری کی شکل و صورت میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک  
اور بہادر پہلوان ہوں اور میں بھی مسلمانوں کا بڑا دشمن ہوں۔ اور میں نے جنگوں میں  
کئی معرکے سر کئے ہیں۔ اس لیے

فَلَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَرَافِي جَاؤُكُمْ

اور میری موجودگی میں آج کے دن تم پر کوئی غالب نہ آ سکے گا۔

اور آخر وہ وقت بھی آگیا جبکہ بدر کے میدان میں اسلام و کفر اور حق و باطل آپس  
میں ٹکرائے۔ تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی بھرمار سے بدر کی وادی تھرا اٹھی اور  
پھر قرآن پاک کہتا ہے:

فَلَمَّا شَرَاكَ الْفُجَّارُ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ

مِنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ

کہ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو شیطان لٹے پاؤں پیچھو کو

بھاگا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔ ایسے کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ وہ شکر و بیکر رہا ہوں جو ممکن نظر نہیں آتا۔

وہ لشکر آسمانی فرشتوں کا تھا جس میں حضرت جبریل و میکائیل بھی شامل تھے۔ بعینہ

یہی واقعہ بھارتی سامراج کے جنگی گماشتوں کو پیش آیا۔ چھب جوڑیاں فتح کر لینے کے بعد

جب پاکستان کی بہادر فوج اور شکر اسلام کے جانباز سپاہی اکھنور اور جتوں پر گولے برانے

لگے تو ہندوستان کے سب بڑے مددگار امریکہ نے سٹر شامری کے کان میں پھونکا کہ

کشمیر تو تمہارے ہاتھ سے جا رہا ہے اور اس کو بچانے کی اب ایک ہی صورت ہے

کہ پاکستان کی فوجی قوت کو کئی محاذوں پر تقسیم کر دیا جائے اور نہ کہہ کر پاکستان

ایک چھوٹا سا ملک ہے اور اس کے پاس سامان جنگ بھی بہت کم ہے اور اس کی فوج



بھی تھوڑی ہے۔ اور اس کو ہم بھی ہر چیز دینا بند کر چکے ہیں۔ ہم بھی پاکستان، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور تمہارے پاس ہمارے دیئے ٹینکوں، توپوں، بمبارطیاروں اور دوسرے گولہ بارود کی فراوانی ہے اور تمہاری فوج بھی پاکستان کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اور پھر ہم اور بھی بہت سا سامان جنگ دیں گے۔

اسی لئے اٹھو! بہت کمزور اور پاکستان پر حملہ کر کے اسے چند گھنٹوں میں ختم کر دو۔ اور پھر یہ کافر بھارت، امریکہ کی اس خیر خواہی کے جال میں ایسے پھنسے، جیسے کہ شیطان کجال میں کھارک پھنس گئے تھے۔

اور پھر بھارت کے جنگی سوراڑوں نے رات کے اندھیرے میں چوروں، ڈاکوؤں اور لیڈروں کی طرح امریکہ کی شہر پر پاکستان کی سرزمین اچانک حملہ کر دیا۔

اور پھر جب جاری بری، بھری اور فضائی افواج کے جوان اور شیر دل مجاہدین نے ہر محاذ پر بھارت کی ٹیڑی دل سینا کو بھرت ناک شکست سے دو چار کیا اور منہ پر ایسے طمانچے رسید کئے تو یہ لالے اور مہاشے لام رام کی دہائی دپنسے لگے۔ اور جب بھارت کے سوہیروں کی امریکہ اور برطانیہ کے ٹینک، توپوں اور بمبارطیارے بھی کوئی تحفظ اور مدد نہ کر سکے تو پھر بھارت تانہ کے بجا یوں نے جنگ بند کرانے کے لئے امریکہ سے فریاد کی اور آخر انہوں نے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری اور اتھان کو ذرا پاکستان بھیجا کہ جنگ بندی کی کوئی صورت نکل آئے۔

تاکہ۔ امریکہ کے پٹھو اور گداگر بھارت کے علوان، صدر پاکستان فیملڈ مارشل محمد ایوب خان کے آہنی ٹکے سے بچ جائیں۔

اور آخر کار عین اس وقت نائبرندی کرا دی گئی جبکہ اسلام کی تیغ برائے بھارتی سامراج کی شہ رگ کٹنے ہی والی تھی۔

اور اس کے برخلاف اگر ہندوستان اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو جاتا اور خدائے خواستہ اگر بھارتی فوجیں لاہور یا سیالکوٹ پر قبضہ کر لیتیں تو ایسی صورت میں نہ سلامتی کونسل کا کوئی اجلاس ہوتا اور نہ ہی مسٹر اتھان یہاں آتے اور نہ ہی نائبرندی ہوتی!۔

جس طرح مکہ کے کافر شیخ شیطان کے بہکانے پر اپنی قوت و طاقت کے بھروسے پر مدینہ منورہ کے مسلمانوں پر چڑھ آئے تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے برہمن کافر بھی امریکہ کی شہ پر اور اس کے دیئے ہوئے سامان جنگ کے بل بوتے پر پاکستان کے مسلمانوں سے جنگ کرنے اپنے گھروں سے تو نکل آئے لیکن پہلی ہی بھڑپ میں جب پاکستانی مسلمانوں نے اپنی فزوں سے ان کے ٹینکوں کے پھوسٹرے اڑانے شروع کر دیئے اور مجاہدین اسلام کے بھروسہ دار سے ان کے سروں کی بودیاں اکھڑنے لگیں!۔

اور جب پاکستان کے بہادر غازیوں کے نعرہ ہائے تکبیر سے ان کے گلوں پڑے ہوئے جنودوں، ٹوٹ کر گرنے لگے، تو پھر وہ میدان جنگ میں اپنی دھتیاں پاجامے۔ شیشے اور حتیٰ کہ اپنے پتھروں کے دیوتاؤں تک کو بھی چھوڑ کر، ہری رام، ہری رام کرتے ہوئے بھاگے۔

تو اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ مذروں میں بیٹھ کر سزا دھکی پوریاں اور حلوہ کھانا تو بہت آسان ہے لیکن پاکستان کے شیر دل مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنی بہت مشکل ہے۔

غزوہ حنین میں نصرت الہی کا ذکر کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا ہے۔  
لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كُنْتُمْ خَائِفُونَ حُنَيْنَ إِذْ



مَجِبْتَكُمْ كَثْرَتَكُمْ فَلَئِنْ تَعْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَصَافَتْ عَلَيْكُمُ  
الْأَرْضُ بِمَآزُجِبَتْ لَكُمْ وَكَلِمَتُكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ

پارہ ۱۰- سورۃ توبہ - آیت ۲۵

ترجمہ: ”اے ایمان والو! کئی میدانوں میں اللہ نے تمہاری مدد کی ہے اور جنگِ حنین کے دن بھی۔ جبکہ تم اپنی کثرت پر اتراؤ، لیکن وہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہو گئی، اپنی فراخی کے ساتھ اور تم پیچھے دے کر رہے۔“

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ  
جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا - (پ ۱۰ سورۃ توبہ - آیت ۲۶)

”پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول اور ایمان والوں پر تسلی اتاری اور فرشتوں کی فوجیں بھی اتاریں جو تم نہیں دیکھتے تھے اور اس طرح ہم کفار کو عذاب دیا۔“

جہادِ اسلام کے میدان میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوجوں کا آنا صرف بدر و حنین کی جگہوں اور خندق و تبوک کے غزوات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ قیامت تک جب بھی کفر اسلام کے مقابلے اور باطل حق کے مقابلے میں آتا رہے گا اور جب تک یہ دونوں قوتیں آپس میں دست و گریبان ہوتی رہیں گی۔

نصرتِ الہی اور فرشتوں کی فوجیں مسلمانوں کی مدد کے لئے آتی رہیں گی چنانچہ بدر و حنین سے لیکر روم و شام تک اور پھر مصر و عراق سے لے کر اندلس و ایران تک اور پھر سندھ کے ریگستانوں سے لے کر دہلی کے لال قلعے تک تاریخ کا ایک ایک ورق اس کا گواہ ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ نہ قیصر و کبریٰ

۴۷  
کے شہنشاہ کر کے اور نہ ہی مصر و عراق کے والی۔  
مسلمانوں کی خدائی یلغار کو نہ ہی ہسپانیہ کے اڈرک شیردل پہلوانے وائے  
سور سے روک سکے اور نہ ہی ایران کے رستم۔

اور پھر محمود غزنوی کی تیغ برآں کو بھارت کے راجے سب متحد ہو کر روک سکے اور نہ ہی مغل بابر کی تلوار کو ہندوستان کے رائے اور نہ ہی مہربن قاسم کے حملہ کو سندھ کے راجے داہر روک پائے۔ اور نہ ہی شہاب الدین غوری کی شمشیر آبدار کا بلہ کوئی پتھری راج ہی کر سکا۔ اور

آج بھی چھب - جوڑیاں - لاہور اور سیالکوٹ کے مآذوں سے لیکر سندھ کے راجستھانوں تک میدانِ جنگ کی خاک کا ایک ایک ذرہ اور مسلمان غازیوں کے خون کا ایک ایک قطرہ اس بات کا گواہ ہے کہ مسلمانوں کی امداد کے لئے ہر میدان فرشتوں کی فوجیں آئیں،

اور اُمت کے غمخوار اور اپنے غلاموں کے مددگار شہنشاہ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم اور شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اولیاء کرام کی مدد بھی شامل حال رہی۔  
ورنہ کہاں ہندوستان کی فوجی کثرت اور سامانِ حرب و ضرب کی فراوانی کے علاوہ دنیا بھر کے یہود و نصاریٰ کی بلا شیری اور ٹھوس مادی اور سیاسی امداد اور کہاں پاکستان کے مٹھی بھر مجاہدین اور مختصر سامانِ جنگ

اور پھر فرشتوں کی ایک ہزار فوج پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ فرمایا:۔

پارہ ۳- سورۃ آل عمران آیت ۱۲۵  
أَنْ نُمِذَّكُمْ وَلِنُذِيقَكُمْ مِنَ الْأَلْمَلَةِ الْمَذِلَّةَ الْمُنَزِّلِينَ

اور



هَذَا يَجِدُكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ  
مُسَوِّمِينَ -

کہ پھر ہم نے تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی فوج  
سے میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کی — اور  
پھر فرشتوں کی فوج پر ہی بس نہیں کی —  
بلکہ فرمایا: —

إِنِّي مَعَكُمْ - ”میں بھی تمہارے ساتھ ہوں!“

بھلا — ہندوستان کے کافر جنگی جنونیوں سے کوئی پوچھے تو سہی!  
کو میدان جنگ میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوجیں بھی آجائیں اور  
خدا تعالیٰ خود بھی مسلمانوں کے ساتھ ہو تو پھر تم! —  
کیسے پاکستان کے مسلمانوں پر فتح پاسکتے ہو؟ —



بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

## امتحان

آگ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہے بنود ہے  
کیا کبھی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

پارہ ۲ - سورة البقرة - آیت ۱۵۹  
وَلَيْتَبْلُوكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَ  
نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ -

”اے ایمان والو! ہم تمہیں خوف سے بھوک سے اور تمہارے  
مال و جان کے نقصان سے تمہیں آزمائیں گے اور باغوں کا نقصان کر  
کے تمہارا امتحان لیں گے۔“

وہ خداوند کا کائنات اور پروردگارِ دو عالم ہے۔ ایسے اسے حق ہے کہ وہ اپنے  
بندوں کا جب چاہے اور جس صورت میں چاہے امتحان لے سکتا ہے اور وہ اپنے  
بندوں کا کسی بھی طرح کی مشکلات اور مصائب میں مبتلا کر کے آزماتا ہے اور کئی  
طریقوں سے امتحان لیتا ہے اور کئی رنگوں میں بندوں کو دیکھتا ہے۔ وہ کبھی حضرت  
یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرا کر دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے بازار میں بیکا کے!  
کبھی وہ جیل میں بھجوا کے دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے شاہی تخت پر بیٹھا کے آزماتا  
ہے۔



۵۔ تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں  
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

پھر پندرہ دن کے بعد اس کو قید سے نکالا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ مر کھپ گیا ہوگا۔ لیکن وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت خبیث کا چہرہ انتہائی پُر نور اور اندھیرے میں چمک رہا ہے اور اس کے دل کی ایک ایک دھڑکن یا محمد یا محمد بکار رہی ہے۔

اور پھر اس کے ظالم کے باپ نے حضرت خبیث کو کورڈوں سے مارنا شروع کر دیا مگر سر کوڑے پر اللہ واحد! یا محمد کا نعرہ مستانہ بلند ہوتا رہا۔ جسم سے خون کی دھاریں بہنے لگیں۔ لہو کی ہر لونڈ سے عشق رسول کی خوشبو پھوٹ کر کال کوٹھڑی کو معطر و منور کر رہی ہے۔

حضرت خبیث کو ہوش آیا تو باپ نے گرج کر کہا! —  
اے خبیث — محمد کا نام لینا چھوڑ دو —

حضرت خبیث نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ اگر میں یہ نام لینا چھوڑ دوں تو پھر باقی کائنات میں کیا رہ جاتا ہے۔ میں پوری دنیا کو تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن نام محمد کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ —

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا

اور بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد

باپ نے پھر اسی کال کوٹھڑی میں حضرت خبیث کو قید کر دیا۔ لیکن ایک رات آتش بھرمی جلنے والا یہ سچا عاشق اس خیال سے کہ شاید لذت وصل کے بغیر ہی زم زم جوں گھر سے قرار ہو کر مدینہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ کہ —

اور — وہ کسی دالے آقا علیہ سلام کو غار حرا میں رُلا کے دیکھتا ہے  
اور کبھی غار ثور میں چھپا کے! — اور کبھی احد کی جنگ میں دانت تڑوا کے  
دیکھتا ہے — اور کبھی عرش پہ بلا کے —

اور وہ کبھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں دودھ پلا کے دیکھتا ہے اور کبھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بازار میں پھرا کے دیکھتا ہے —

اور کبھی بحدے میں نانے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر بٹھا کے  
دیکھتا ہے اور کبھی میدانِ کربلا میں نیزے پر پڑھا کے —

غرضیکہ وہ اپنے بندوں کو ہر رنگ میں دیکھتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے! —  
اور جو امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر وہ بندہ تسلیم و رضا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ جس کی طرف علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے کہ: —

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت خبیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا امتحان لیا گیا۔ ان کے دل میں کمی دالے کی محبت تھی اور آنکھوں میں حسنِ یار کے جلوے۔ ظالم باپ نے کلمہ پڑھنے کی سزا میں حضرت خبیث کے پاؤں میں بٹیریاں ڈال کر آہنی کلنجے میں کس کر ایک اندھیری کوٹھڑی میں قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا! —

لیکن وہ شمعِ محمدی کا پروانہ اور کسی دالے کا جاں نثار غلام اس اندھیری کوٹھڑی میں تصورِ جاں کئے ساری ساری رات گزار دیتا ہے۔ کبھی رات کی تنہائیوں میں حسنِ یار کے دیدار کی تمنا کر کے درد بھری آواز میں پکار اٹھتا کہ: —



۵ — فرقت کی سختیاں مجھے منظور نہیں مگر

اتن تو ہو کر تجھ کو میری خبر ہے

بس پھر کیا تھا کہ پاؤں کی بیڑیاں لوٹ گئیں۔ آہنی کنگھٹ گیا اور قید خانے

دروازے خود بخود کھل گئے۔

اور عشق و محبت کی منزل کا یہ باہمت مسافر کال کوٹھڑی سے باہر نکلا۔ رات

انتہائی تاریک تھی۔ جسم زخموں سے چور اور بدن کی ایک نس مجروح۔ دیار محبوب کی طرف

قدم قدم بڑھتا۔ مگر بہت نہ تھی۔ دو چار قدم چلتا اور لڑکھڑا کر گر پڑتا۔ پھر آسمان کی

طرف نگاہ اٹھائی اور کہا سہ

یہ بھی کیا منظر ہے رکتے ہیں نہ بڑھتے ہیں قدم

تک رہا ہوں دور سے منزل کو میں! منزل مجھے

وادِ عشق میں قدم رکھنے والے خبیث ان تمام آداب کو پورا کر چکے تھے اور

نام مصطفیٰ علیہ السلام لینے کے جرم میں ہر قسم کی سزا وہ پوری کر چکے تھے۔ ان کی محبت

کسوٹی پر پرکھی جا چکی اور عشق کا امتحان لیا جا چکا تھا اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہو چکے

تھے۔ ایسے رحمتِ خداوندی کو بھی اب جوش آگیا اور زمین کی ہٹا میں

کھینچ لی گئیں اور مہینوں کا راستہ پل بھر میں طے ہو گیا۔

اور پھر وہ گدائے کوچہ یار میں عشق و محبت کی خیرات لینے کے لئے دروازہ نبوت

پر دستک دے رہا تھا۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت خبیث کو اپنے سینہ مبارک

سے لگایا۔ پھر رحمت و شفقت کا ہاتھ پھیرا اور سچی محبت کا انعام پالیا۔ مسلمانوں

سے مبارکباد دی۔ فرشتوں نے مرجا پکارا اور وہ حلقہٴ بغوش اسلام ہو کر تاجدارِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں میں زندگی بسر کرنے لگے اور پھر وہ وقت بھی آگیا کہ

حضرت خبیث کو مسلمان ہونے کی پاداش اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے صلہ میں مکہ کے بازار میں پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تو ابو سفیان جو اس وقت

تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہنے لگے! —

کہ اے خبیث کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تجھے آزاد چھوڑ دیا جائے؟

اور تیرے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سولی دے دی جائے! —

یہ سن کر اس شمعِ حسنِ محمدی کے پرانے، جلوہٴ یارِ حسن کے دیوانے نے شہادتِ

الفیت میں بھی حق کی آواز کو بلند کیا اور فرمایا! —

اے ظالمو! تم میرے بدلے میرے محبوب کو سولی پر لٹکانا چاہتے ہو! مگر میں

تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے میرے محبوب کے پاؤں میں کاٹنا بھی چھو جائے۔

پھانسی کا تختہ سامنے تھا اور حضرت خبیث کا منہ مدینے کی طرف! ظالموں سے

سجدہٴ شکر کرنے کیلئے وقت دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کیونکہ آج خبیث کا ایاب و

بامراد ہو رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ دو نفل شکرانے کے ادا کر کے اپنے مالک و پروردگار

کے حضور پیش ہو جس نے اس کو یہ حوصلہ اور مرتبہ شہادت عطا فرمایا۔

خبیث نے عرض کیا۔ اے میرے مولا! زندگی کا آخری سجدہ کرنے والا ہوں

میرا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے۔

غیب سے آواز آئی کہ اے خبیث اور میرے محبوب پاک کے با وفا غلام! بلکہ نہ کر

اگر تیرا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے آج وہ تیرے لئے قبلہ ہے جس طرف تیرا رخ ہے۔

اور آج ہم تیرے لئے مدینہ کو ہی قبلہ بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت خبیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری سجدہ مدینہ کی طرف رخ کر کے



اداکیا۔ رسہ بکھنچ دیا گیا اور اسلام کے اس سرفروش غازی اور دین اسلام کے جانثار مجاہد حق کے سچے پرستار اور حسن مصطفیٰ کے دیوانے نے شہادت گرام اسلام میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ادھر اس منزل عشق و محبت کے باہمت راہی نے اپنا راستہ بڑے حوصلے اور صبر و سکون کے ساتھ طے کیا اور ادھر کملی والے آقانے اپنے غلاموں کو فرمایا کہ تم میں کون ہے جو خبیث کی لاش کو اٹھا لائے۔ چار غلام تیار کر کے گئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت خبیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔ (مدارج النبوت)

پھر خالق کائنات نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتحان بھی لیا۔ وہ ایک یہودی مالک امیہ کے غلام تھے اور اس کی غلامی میں کئی سال گزر گئے۔ بالآخر باطل کی غلامی سے نکل کر حق کی غلامی اختیار کرنے کا وقت بھی آ گیا۔

ایک رات وہ اپنی کوٹھڑی میں بیٹھے کفر و باطل کی غلامی کی لعنت کا پھندہ اپنے گلے سے اتارتے کی تدبیریں سوچ رہے تھے کہ اچانک ان کی بوسیدہ مسکت جھونپڑی جگمگا اٹھی۔

وہ گھبرا کر اٹھے! ادھر ادھر دیکھا، لیکن ان کو کوئی چیز نظر نہ آئی! وہ اس ازلزلہ نبوی کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ ایک آواز نے ان کو مزید حیرت میں ڈال دیا۔ اے بلال! — یہ نور مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک ہے جو تمہارے دل کو نور اسلام سے منور کرنے آئی ہے۔

بس پھر کیا تھا — یہ صدائے حق سنتے ہی زبان پر کلمہ شہادت آ گیا اور ساتھ ہی عشق رسول کا دریا بھی موجزن ہو گیا! وہ رات انہوں نے اس امیہ پر انتہائی بغیرائی

میں گزاری کہ صبح ہوتے ہی آغوش نبوت میں پہنچ جاؤں گا۔

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مٹی کے ایک پیالے کو لب محبوب تک آنے کیلئے کتنی کٹھن اور صبر آزما ادوار سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہزاروں امتحانوں سے گزرنا اور ہر قسم کے ظلم و ستم برداشت کر کے کئی کئی دن آگ کی بجھی میں جلنا پڑتا ہے۔ آخر صبح ہوئی تو حضرت بلال پر بھی یہ وقت آ گیا جو عشق و محبت کی پرفار وادی میں قدم رکھنے والے ہر انسان پر آتا ہے۔ یعنی امتحان و آزمائش کا وقت! یہودی مالک امیہ نے بلایا اور قبر آلود نظروں سے حضرت بلال کی طرٹ

دیکھتے ہوئے کہنے لگا کہ

اے بلال! میں نے سنا ہے کہ تم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور مسلمان ہو گئے ہو! حضرت بلال نے بڑے فخر اور جرأت مندی سے جواب دیا! ہاں! — امیہ نے کہا کہ جانتے ہو۔ اس مجرم کی سزا کیا ہے؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعفر جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ ہاں! — لیکن یہ یاد رکھ کر —

محمدؐ یہ دل میں فدا کر چکا ہوں!

جو فرض خدا تھا ادا کر چکا ہوں!

اور پھر جب سورج کی آتش باری سے مکہ کی ریت تپنے لگی تو ظالم یہودی مالک امیہ نے حضرت بلالؓ کو ننگا بدن کر کے تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر ایک تپتا ہوا بھاری پتھر بھی رکھ دیا۔ لوہے کی گرم سلاخیں ان کے ہاتھوں کی تھیلیوں اور پاؤں کی تیلیوں میں گاڑ دیں اور اپنے جلاؤ کو حکم دیا کہ وہ حضرت بلالؓ پر کورے برسائے۔ ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کی یہ انتہاء تھی جسے حضرت بلالؓ



نے بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ اور وہ کوڑے کی ہر ضرب پر یا اللہ یا رسول اللہ  
پکار اٹھتے اور پھر اس ظالم نے آگ کے دہکتے ہوئے انگارے ان کی زبان پر رکھ دیئے  
تاکہ حضرت بلالؓ کی زبان سے اللہ اور محمدؐ کا نام نہ نکل سکے! لیکن ان کے جسم کے  
ایک ایک بال اور خون کے ایک قطرے سے لالا لا اللہ محمدؐ رسول اللہ کی آوازیں  
آ رہی تھیں اور

عین اس وقت جب کہ حق کے اس پرستار اور مصطفیٰ علیہ السلام کے حقیقی  
جان نثار پر ظلم و ستم کے یہ پیارے کوڑے جارہے تو ایک ان کے قریب سے گذرا اور قول  
علامہ اقبال، حضرت بلالؓ سے کہا کہ

وہ آستان نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے  
کہ جس کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے

یعنی اتنے ظلم و ستم کے باوجود بھی ہم مصطفیٰ علیہ السلام کو نہ چھوڑ سکا۔ آخر کار یہ راز کیا ہے  
تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں  
ستم نہ ہو تجھت میں کچھ مزا ہی نہیں

اور پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گذرے اور حضرت بلالؓ  
پر ظلم و ستم ہوتا دیکھ کر واپس آگئے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا ماجرا  
سنایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ بلالؓ کو اُمیہ سے خرید لادو۔

اور یہ لو اس میں میرا حصہ بھی شامل کرلو۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کو اُمیہ خنہ لیا گیا۔  
خداوند کائنات اس کی محبت کا امتحان لے چکا تھا اور قدرت اس کے عشق  
رسولؐ کو آزما چکی تھی اور بڑے صبر و استقلال اور ہمت و جرات سے ہر قسم کا ظلم و ستم

برداشت کر کے امتحان میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اور ان کو کفر و باطل کے دھندلوں  
سے حق و اسلام کے پرستاروں نے خرید لیا تھا! اور اس طرح وہ اُمیہ کے ظلم و ستم  
اور جبر و تشدد کی چکی میں سے نکل کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لطف و کرم  
اور رحمت و شفقت کی جھولی میں آگئے اور دربارِ نبوت سے انہیں انعام عطا ہوا  
کہ وہ مسجد نبوی کے رب سے پہلے مؤذن مقرر ہوئے!

آسمان پر رب پہلی اذان حضرت جبریل علیہ السلام نے دی اور زمین پر رب پہلی  
اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ نے

عند لب لکش تحججالت اور بلبل چنستان رسالت کی اذانوں کی آواز آج بھی نضائے  
آسمان میں گونج رہی ہے اور پھر وہ پردرد، پر سوز اور جذبہ حریت و آزادی اسلام  
سے بھری ہوئی یہ آواز دلِ فطرت میں ایسا گھر گئی کہ

جب تک مسجد نبوی کے پرانے میناروں پر سے وہ آواز نہ اٹھتی، نماز کا  
وقت ہی نہ ہوتا تھا! ان کی زبان پر دہکتے ہوئے کوئلے رکھنے کی وجہ سے ان کی  
زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی۔ اسی لئے وہ اذان میں بھی شین کی بجائے سین ہی  
کہا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کے اعتراض پر جب حضور علیہ السلام نے حضرت بلالؓ  
کو اذان دینے سے منع کر دیا تو

فوراً حضرت جبریل آئے اور عرض کی کہ

اے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم!

سپین بلال عند اللہ شین۔

کہ اللہ کے نزدیک بلال رضی اللہ عنہ بھی شین ہے،

یہ وہی شمع محمدی کا پرانا۔ جلوہ نورِ مصطفیٰ کا دیوانہ اور دین حق کا پہلا مؤذن ہے۔



کوحسن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں جنت میں بلالؓ کی جوتیوں کی آواز سنی۔

ترجمہ شریف جلد ۲ ص ۲۰۹ مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۶

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دھال پاک کے بعد جہاں ساری کائنات میں ایک وقت کے لئے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہاں چشمِ فطرت سے بھی آنسو بہہ نکلے تھے اور جہاں غلامانِ مصطفیٰ کی آنکھیں پریمِ حق میں، وہاں مدینہ منورہ کے حسین و جمیل گلیاں بھی شہنشاہِ کونین کی مقدس جوتیوں کو ترس گئی تھیں۔

اور جہاں مدینہ منورہ کی خاک پاک کے در سے، آفتابِ نبوت سے تابندگی اور چمک پانے سے محروم ہو گئے تھے، وہاں یہ عندلیبِ باغِ رسالت بھی اپنے پرہیز نغمے چھوڑ بیٹھی تھی۔

جلوہِ حسنِ یار کو نہ پا کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بے چین و بیقرار ہو جاتا اور فراقِ یار کا یہ عالم تھا کہ سارا سارا دن اور ساری رات گدایانِ کوچہ و عشقِ محبت کی طرح اپنے محبوبِ حقیقی کو پکارتے رہتے!۔

صحابہ کرام نے تسلیاں دیں۔ دوستوں نے دھارس بندھائی اور غلاموں نے صبر و سکون کی تلقین کی، لیکن چونکہ اس عاشقِ با وفا کا اپنے محبوبِ پاکؐ کی جدائی میں صبر و سکون چھین چکا تھا۔

ایسے ایک رات کو کوچہ یار کا یہ خوش آوازِ فقرِ مدینہ منورہ کے مقدس دروازہ پر اور خاکِ پاک کے دروں کو جوم کر اور گنبدِ خضرا و پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر اور پھر روضہٴ اقدس کی حسین و جمیل جالی کو آخری بوسہ دے کر یہ کہتا ہوا مدینہ منورہ سے چپ چاپ ملکِ شام کی راہ لی!۔

کے ۱ اے گلشنِ توحید کے پُر نور باغبان میں جا رہا ہوں تیری بہاروں کو چھوڑ کر

صبح ہوئی تو ساکنانِ مدینہ کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر نہ آئے! ایک محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری جلووں سے محرومی اور پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی نے مدینہ کے مسلمانوں میں حشر برپا کر دیا!۔ اور کسی کو یہ پستہ تک نہیں چلا تھا کہ حسنِ مصطفیٰ کا یہ دیوانہ کدھر کونسل گیا ہے!۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیارِ محبوب سے نکل کر ملکِ شام کی راہ لی! شام کا وقت اور شام کی گلیاں، دیوانوں کی طرح کوچہ و بازار میں پھر رہے تھے کہ کسی نے پہچان لیا اور بری عزت و احترام سے اپنے گھر میں لے جا کر رکھا! اگرچہ شام میں ان کو زندگی کی تمام سہولتیں میسر تھیں، لیکن حسنِ یار کے نظاروں سے محرومی اور پھر کونے محبوب سے دوری ان کو ہمیشہ بے قرار رکھتی تھی، اور انکو سوزِ فراق میں ان کو نیند نہ آتی تھی۔ آخر انہوں نے انتہائی بے چینی و تنہائی کی حالت میں مدینہ کی طرف منہ کیا اور پروردگارِ آواز میں پکارا کہ:۔

اے دردِ محبت جاگ دلا میں دوسری دل دور نہیں وہ جلوہ دکھانے آئے گا محبوبِ میرا مجبور نہیں

اور یہی کہتے کہتے ان کی آنکھ لگ گئی اور رحمتِ دو عالم خواب میں تشریف لائے اور فرمانے لگے!۔

بلالؓ! مدینہ کی نورانی صبح کو چھوڑ کر شام کے اندھیروں میں کب تک بیٹھے رہو گے؟ اتنا فرمایا اور جلوہٴ حسنِ مصطفیٰ غائب ہو گیا!۔



ماٹھ در مذکی آنکھ کھلی تو خواب کا نظارہ آنکھوں میں پھر گیا۔ تڑپ اٹھے! لیکن منزل دور تھی پر پھر بھی یہ کہتے ہوئے سوئے منزل یا قدم بڑھا دیے کہ  
 ۵۔ اے جذبہ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے  
 منزل کے لئے دو گام چلوں اور سامنے منزل آجائے

بس پھر کیا تھا! دو ہی قدم چلے تھے کہ مسجد نبوی کے حسین و جمیل مینار اور گنبد خضراء کے گرد اگر دیکھ کر لگانے والے کو ترنظر آگئے! —

اور اس طرح حضرت بلالؓ پھر مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں میں تھے۔ سورج طلوع ہوا تو مدینہ کے مسلمانوں میں حضرت بلالؓ پھر مدینہ کی گلیوں میں دیکھ کر خوشی و مسرت کی ہر دوڑ لگی اور ہر طرف شورا اٹھا کہ بلالؓ آگیا۔ نبی کا دیوانہ آگیا اور شمع محمدی کا پرانا لگا! —

اور پھر ربؐ اور جہاں کی طرف سے لئے گئے۔ اسی امتحان کو بھی دیکھا جو اس نواسے رسولؐ، بلکہ گوشہ دوستؐ اور نور نگاہ علیؑ سے! میدان کو بلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا گیا! —

یہ امتحان اپنی نوعیت میں بڑا ہی سخت اور لوکھا تھا۔ ایسے کہ اسمیں اکیلے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہ تھے بلکہ اس مقدس قافلے میں پردہ دار بیبیاں بھی تھیں۔ معصوم بچے بھی! —

ان میں عون و محمد کی جان شاری بھی تھی اور حضرت قاسم جو ان کا سہرا بھی اور اس امتحان میں حضرت علی اکبرؓ کی لاش کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت علی اصغرؓ کا خون معصوم بھی۔ اور اس میں سیمارزین العابدینؓ کی بھاری بیڑیاں بھی تھیں اور حضرت زینب و شہر بانو کے جلے ہوئے خیمے بھی تھے۔

اور سب بڑھکریہ کہ اس میں نازش دین خدا۔ راکب دوش مصطفیٰ۔ بلکہ گوشہ حضرت زہراؓ اور نورؓ علی المرتضیٰؑ! حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لہو کی بوندیں بھی شامل تھیں جن کے چھوڑے ہوئے نشانات آج بھی اور قیامت تک کیلئے دلت اسلامیہ کو ایثار و قربانی۔ صبر و استقلال اور شوق شہادت کے جذبے کی دعوت دیتے رہیں گے۔ —

مگر وہاں رہے میرے آقا حسین۔ تیرے صبر و رضا کے قربان۔ تیری ہمت و جرات پر نثار اور تیری سخاوت و شجاعت اور شہادت کے صدقے! —

کہ تو نے اپنی آنکھوں سے عون و محمد کی لاشوں کو پال ہوتے دیکھا۔ حضرت قاسم کے سہرے کو لٹے دیکھا۔ اکبرؓ کی لاش پر گھوڑے دوڑتے دیکھے۔ حضرت عباسؓ کے بازوؤں کو کٹتے دیکھا اور معصوم اصغرؓ کے حلقوم میں تیر ترار ہوتے دیکھا۔ لیکن تیرے صبر و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا! —

اور یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی تو نے دامن تسلیم رضا کو نہ چھوڑا —

پشیمانی آدم کو دے سے کھیلے دیکھا  
 مسیح و زکریا کو ہر بلا سے کھیلے دیکھا  
 صحابہ کو نبیؐ کی ہر بلا سے کھیلے دیکھا  
 اور محمدؐ کے نواسوں کو قضا کھیلے دیکھا

اس موضوع پر بھی ایک مستقل کتاب "خاکِ کربلا" کے نام سے لکھی جا چکی ہے جو جلد ہی قارئین تک پہنچ چکی ہوگی —

۶ ستمبر ۱۹۹۵ء کو بھی اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے دل کردار مسلمانوں



## شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن  
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اللہ کی راہ میں جان دینی۔ اسلام کے راستے میں قربان ہونا اور دین کیلئے شہادت پائی عشق کی آخری منزل ہے! اور اس منزل پر وہی مسلمان گامزن ہوتا ہے جس کے دل میں اسلام کی سچی تڑپ۔ دین کا حقیقی درد۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ملک و ملت سے پیار ہوتا ہے! اور شہادت کا درجہ پاسکتا ہے۔ قربان ہونے کا رتبہ اور جان دینے کا اعزاز مسلمانوں کے لئے دھنا ہے الہی اور بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو جانے کا اعزاز ہے! اور یہ اعزاز دنیا میں کسی اور مذہب میں نہیں ہے، اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیروکار کا اس اعزاز پر فائز ہونا تو درکنار، شہادت اور شہید کا لفظ ہی کسی دوسرے مذہب کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔

میدان جنگ میں قتل ہونے والے دنیا کے تمام مذاہب کی نظروں میں مرتبے ہیں۔ مٹ جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔

مگر اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کے نزدیک میدان جہاد میں قتل ہونے والے مسلمان حیات ابدی پا جاتے ہیں اور انکو دہائی بقاؤ کا

کا امتحان لیا! جبکہ بھارتی سامراج نے اپنی پوری قوت و طاقت سے پاکستان کی سرزمین مقدس پر حملہ کر دیا اور یہ حملہ صرف پاکستان پر ہی نہیں تھا بلکہ تمام ہی مسلمان ملکوں پر تھا اور یہ امتحان صرف پاکستان کے دُشمنوں کو دیکھانے کا ہی نہیں تھا! بلکہ دنیا کے ۵۷ کروڑ مسلمان کا امتحان تھا!

اور اللہ کا ہزار ہزار نیکر ہے کہ اسی کے فضل و کرم سے ہی پاکستان کے مسلمانوں نے اپنی پوری ہمت و جرات اور صبر و استقلال کے ساتھ یہ امتحان دیا ہے اور اپنی جان بازی، سرفروشی اور جان شاری کے جذبے کے ساتھ دشمن کے ناپاک، ارادوں کو خاک میں ملا کر امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

اور پھر تمام اسلامی ملکوں نے پاکستان کی جس خلوص کے ساتھ مدد کی ہے اور وہ جس اسلامی جذبے سے میدان میں اتر آئے ہیں۔ اس نے دنیا کے کفر پر یہ واضح کر دیا ہے کہ اسے

ایک ہون مسلم عزم کی پاسبانی کے لئے  
نیل کے ساحل سے لیکر تانخاک کا شعر

اور جہاں پاکستان کا بچہ بچہ اس امتحان میں مبتلا تھا۔ وہاں ہمارے، صنعت کار، کارخانہ دار۔ اور دوکاندار بھی تھے! ان کا امتحان یہ تھا کہ ملک کے نازک حالات کے پیش نظر ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں، ضروریات زندگی کی اشیاء کی قیمتیں نہ بڑھائیں۔ سو وہ بھی اس امتحان میں پوری طرح کامیاب رہے حالانکہ دوران جنگ ایسا ہونا لازمی امر ہوتا ہے۔ مگر آفرین ہے انہیں کہ انہوں نے اپنے ایشیاء کی وجہ سے عوام کو جنگ کے لازمی اثرات ان کو محسوس نہ ہونے دیئے، حالانکہ دوسری طرف ہندوستان کے عوام روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترس رہے ہیں اور ان کو بازار سے زندگی کی ضروریات میسر نہیں۔



کامرہیکیت حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ایسے قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے مقامات و درجات کو پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ مسلمان حیات و ممات - فناء و بقا اور وجود و عدم کے فلسفے کو اسلامی نقطہ نظر اور دین و مذہب کی تشریحات میں مدخل کر دیں و مذہب - نبوت اور رسالت اور ملک و ملت کی آبرو کی پاسبانی کر سکیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ میدان جہاد میں لڑنے کا مقصد ملک گیری کی ہر مال غنیمت کی تمنا اور قتل غارت گری کی دھتیا نہ آرزو نہیں ہے بلکہ شہادت کا رتبہ پاکر اس بلند مقام اور پاکیزہ اعزاز کو حاصل کرنا ہے جس کا اعلان خداوند تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک نے فرمایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

پارہ ۲ - سورۃ البقرہ - آیت ۱۵۴

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ هُمْ أَحْيَاءٌ وَفَكُنْ لَّا تَشْعُرُونَ۔

کہ ایمان والو جو اللہ کی راہ میں مارا جائے تم اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں ہے ۔۔

پھر فرمایا ہے :-

پارہ ۴ - سورۃ آل عمران - آیت ۱۶۹

وَلَا تَقْسِبُ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ هُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَمَنْ قَتَلَ أَحَدَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ۔

اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم ان پر مردہ ہونے کا لگائیں۔

”مک بھی نہ کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی دیجاتی ہے اور شہادت پانے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ ان کو عطا کیا ہے۔ وہ اس سے خوش ہیں۔“ اور آگے فرمایا ہے :-

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

کہ ان کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ ہی کوئی غمزن و ملال ہے۔

ترجمہ المجاہد جلد اول ص ۱۹۵

کہ۔ ان کو تاجدار کروں و مکان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے گئی تو اس ملک کے بادشاہ نے ان کو پکڑ لیا اور اسلام چھوڑ کر ان کو اپنے دین میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ لیکن ان مسلمانوں نے اسلام نہ چھوڑا، تو اس ظالم کافر بادشاہ نے ایک مسلمان کو بکو شہید کر دیا۔ اور پھر اس ایک مسلمان کو مال و دولت کا لالچ دے کر اسلام چھوڑ دینے پر مجبور کیا۔

مگر اس مسلمان کی طرف سے ہمیشہ جواب انکار کی صورت میں دیا گیا۔ اور پھر اس ظالم بادشاہ نے اس مسلمان کو ایک انتہائی حسین و جمیل نوجوان لڑکی کے ساتھ ایک مکان میں بند کر دیا اور اس ماہ و شش کو بھی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مسلمان کو اپنی طرف مائل کرنے کی ہر کوشش کرے تاکہ یہ مسلمان اس عورت کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس پری چہرہ کے لئے اپنے مذہب اسلام سے دست بردار ہو جائے۔

مگر وہ بادشاہ نہیں جانتا تھا کہ حسن انہی کا نظارہ کرنے والے دنیا کے عارضی من کو نہیں دیکھا کرتے۔ اور اس مقید و مجبور مسلمان نے بھلے عورت کی طرف دیکھنے کے



قرآن پاک کی سورہ فتنہ کی تلاوت کرنی شروع کر دی اور جب اس مقام پہنچا  
 "محمد رسول اللہ" ————— تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا نام

سن کر ————— بکتِ انجاریۃ وہ خاتون رونے لگی! —  
 واسئلمت — اور مسلمان ہو گئی! —————

اور مسلمان قیدی سے کہنے لگی اب ہم یہاں سے فوراً نکل چلیں تاکہ میں بھی حضرت  
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ دیکھ سکوں — اور اب تم پر بھی یہ فرض ہو گیا ہے  
 کہ مسلمان خاتون کی حفاظت کرو! —————

دروازے بند تھے اور تالے لگے ہوئے تھے۔ مگر جو نبی انہوں نے دروازے  
 کی طرف قدم بڑھایا تو تالے ٹوٹ گئے اور دروازے کھل گئے اور دونوں نکل کھڑے ہوئے  
 جب وہ کافی دور نکل گئے اور صبح نمودار ہو گئی۔ انہوں نے پیچھے گھوڑوں کے  
 ٹاپوں کی آواز سنی۔ یہ دونوں بھڑکے اور وہ گھبرائے ہوئے اسی خیال میں غرق  
 کہ دشمن آپہنچا ہے اور وہ پیدل ہیں —————

جب وہ گھوڑے ان کے قریب آئے تو مسلمان نے دیکھا کہ یہ تو اس کے  
 شہید بچے کے ساتھی ہیں جن کو بادشاہ نے اس مسلمان کے سامنے شہید کروا دیا تھا۔

فَإِذَا هُمْ أَصْحَابُهُ الَّذِينَ قُتِلُوا فَنُفِثُوا فَنَحْنُ أَصْحَابُكَ  
 الشُّهَدَاءُ

اور انہوں نے کہا کہ تیرے ساتھی ہیں ہم شہید ہونے والے

اور یہ واقعہ ان کے شہید ہونے کے چالیس روز بعد ہوا۔ انہوں نے ان کو  
 بھی ایک گھوڑا دیدیا۔ کیونکہ انہوں نے سوچا ہوگا کہ اب یہ تو واپس جا رہے ہیں  
 کیونکہ انہیں بھی ان کے ساتھ اکٹھے چلیں —————

قرآن پاک کے واضح ارشادات اور اس ایمان افروز حکایت کے بعد شہیدوں کے زندہ  
 ہونے اور اپنی اپنی قبروں میں رزق پانے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا —  
 امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اسلام کے مقام کو بیان کرتے ہوئے

فرمایا اختلف الفاظ کے ساتھ ترمذی شریف جلد اول ص ۲۰۰ مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۲ ابن  
 ماجہ شریف ص ۲۰۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔)  
 الشَّهِيدُ لَا يَجِدُ اَكْثَرَ اَنْفُسٍ اِلَّا كَاَيُّجِدُ اَحَدًا كُمْ اَنْفُسًا

کہ میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو کافر کی تلوار یا کسی اور قسم  
 کے آلاتِ حرب کا مرتبہ اتنا درجہ اتنا ہے جتنا کہ کسی بڑے پر چڑھی بھرتے سے —  
 نبی کریم علیہ السلام کی اس حدیث پاک پر غور کرو کہ جہاد کے علاوہ اگر کوئی اور  
 قسم کی لڑائی ہو تو دشمن کے آلاتِ حرب و ضرب کی تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی درد  
 یہ مردِ مومن کی کرامت ہو یا مصطفیٰ کا اعجاز بہر حال یہ ایک حقیقت ہے۔ اور روشن  
 حقیقت کی وضاحت کے لئے قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کیا جائے۔ —

توفیرانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام  
 کے حسن و جمال کو جب مصر کی عورتوں نے دیکھا تو قرآن کریم کہتا ہے —  
 وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُمْ وَقُلْنَ مَا هَذَا بَشَرًا اِذْ هَذَا بَشَرًا مِثْلُكُمْ  
 هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

کہے "انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں پاک ہے  
 اللہ کی یہ بشارت نہیں ہے بلکہ کوئی کرم فرشتہ ہے" —

قرآن پاک کی آیت میں جلوہ حسنِ یوسفؑ دیکھ کر مصر کی عورتوں کا ہاتھ کاٹ



لیٹنا تو ثابت ہے لیکن اس کی طرف ذرہ سا اشارہ بھی نہیں ہے۔  
 کہ انہوں نے کوئی درد محسوس کیا ہو! بلکہ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ کٹے،  
 اسی کی تعریف کر رہی ہیں کہ یہ بشر نہیں ہے۔ بلکہ فرشتہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے  
 کہ ان کو ہاتھ کٹنے کا درد اور کوئی تکلیف کیوں نہ ہوئی تو صرف اس لئے کہ حضرت یوسف  
 علیہ السلام کا حسن و جمال ان کے سامنے تھا۔  
 اور وہ ان جلوؤں میں اس قدر محو ہو گئیں تھیں کہ ان کو اپنے ہاتھ کٹ جانے  
 کا علم تک نہیں ہوا۔

تو میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو بھی کافر کے آلاتِ حرب  
 ضرب کا درد اس لئے نہیں ہوتا کہ حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہوتا  
 ہے۔ اور وہ اپنے نبی کے نورانی جلوؤں میں اتنے گم ہو جاتے ہیں کہ ان کو کافر  
 کی تلواروں، توپوں اور زخموں کا احساس تک نہیں ہوتا۔  
 ہمارے دروازے پر فقیر آجائے تو ہم پیسہ بھی مشکل سے دیتے ہیں لیکن نبی کے  
 حکم پر اپنی جانیں قربان کر دینا دیدارِ مصطفیٰ کے لئے نہیں تو پھر اور کیا ہے؟  
 اور پھر جبکہ ہمارے پاکستان میں ہر محاذ پر اپنی اُمت کے غم خوار اور اپنے غلاموں  
 کے مددگار شہنشاہِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث اپنے یاروں  
 کے تشریف لانا دیکھا گیا ہے۔

اور پھر اس زندہ حقیقت کے لئے ہسپتالوں میں آنے والے زخمی مجاہدین  
 اسلام کو دیکھا جاسکتا ہے اور دیکھنے والے احباب کرام جن میں انجاءِ حسینؑ ٹاوی  
 پیش میں کہتے ہیں! —  
 کہ میں خود ہسپتالوں میں جا کر زخموں کو دیکھا جو دردناک حالت میں ہونے کے

باوجود بھی درد کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ اور ان کے جسموں پر سین ٹروں زخم تھے۔  
 اور ان کی ایک ایک نرس مجروح ہو چکی تھی لیکن پھر بھی کسی قسم کے درد و کرب کی بجائے  
 ان کے چہرے دمک رہے تھے اور لبوں پر لافانی مسکراہٹ اور صبر و سکون کے ساتھ  
 اپنے بستروں پر لیٹے جلد اچھا ہو کر میدانِ جنگ میں جانے کے لئے بیتاب تھے۔  
 اور پھر ایران کی زمروں کے ان بیانیوں کو بھی پٹھا جائے جو انہوں نے اپنے وطن  
 لوٹتے وقت دیئے ہیں تو وہ کسی والے آقا علیہ السلام کی پاک زبان سے نکلے ہوئے

الفاظ کو ایک لازوال حقیقت بنا دیتے ہیں: —

روزنامہ مشرق لاہور۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء

”خاتمِ دُشمنہ کہتی ہیں۔ — کہ میں نے دیکھا کہ زخمی مجاہدین راتوں کو درد  
 سے کہانے کی بجائے یا علی کے نعرے لگاتے تھے اور مجھے نرس کا مادہ پیدا ہو  
 جاتا تھا اور میں چاہتی تھی کہ کس طرح محاذِ جنگ پر جا کر ان کی جرأت و شجاعت کے  
 کارنامے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اور میں تہران کے ہوائی اڈے پر اترتے ہی  
 ہر شخص سے کہوں گی کہ میں مبارک بلو دو کیونکہ یہاں درغازیوں کے عظیم ملک سے آئی ہیں۔  
 خاتمِ فروغِ اقبال فنی — کہتی ہیں کہ جس حالت میں مجاہدین کو ہسپتال  
 ہسپتالوں میں لایا جاتا وہ واقعی قابلِ رحم ہوتی تھی لیکن ہم سب اس بات پر حیران تھے  
 کہ کوئی زخمی بھی زبان سے آف تک نہیں کرتا تھا۔ اور ہر مجاہد کی خواہش یہ ہوتی  
 تھی کہ وہ جلد از جلد ٹھیک ہو اور میدانِ جنگ میں دوبارہ جا کر دشمن سے ٹکرائے۔  
 خاتمِ رسول زادہ — نے کہا کہ ایک مجاہد کو ہسپتال لایا گیا تو اس کی  
 حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے! —

مجھے روتے دیکھ کر مجاہد غصے میں بھر گیا۔ اور اس نے کہا کہ میرے زخمی ہونے پر



کسی کو رونے کا کوئی حق نہیں ہے !

اس لئے کہ میں نے یہ قربانی اپنے ملک کی خاطر دی ہے اور غازی بن گیا ہوں اور غازی بننا ہی میری فتنہ ہے اور فتح پر آنسو بہانا بہت بُری بات ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر کسی مسلمان کو یہ تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے کہ فرمانِ مصطفیٰ علیہ السلام کے مطابق میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو کافر کے آلاتِ حرب کا درود نہیں۔ اس لئے کہ اپنی اُمت کا غم خوار بنی میدانِ جہاد میں مجاہدوں کے سروں پر خود اپنی رحمت کا سایہ لے لے موجود ہوتا ہے۔

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۹

حضرت معدی بن کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شہید ہونے والے کے لئے پھر فضائل و محاصل ایسے ہیں کہ کسی دوسرے کیلئے نہیں ہیں :

يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُؤْتَى مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ  
وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَرَسِ وَالْكَابَسِ  
وَيُوضَعُ لَهُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ أَلْيَا قُوَّةٍ خَيْرٌ مِنَ  
السُّدْنِ وَأَمَّا فِيهَا وَيُزَوَّجُ اثْنَيْ عَشَرَ مَبْعُوثِينَ مِنَ الْخَوَارِجِ  
وَيُشْفَعُ فِي مَبْعُوثِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ ————— کہ

کہ ”شہید کو پہلی ضربِ باخون کے پیدے قطرے ہی کے گرنے پر بخش دیا جاتا ہے اور اس کو جنت میں رہنے کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے سر پر دنیا کی ہر چیز سے بھرا ایک یا قوت کا تاج شہید کے سر پر رکھا جاتا ہے اور جنت کی بہتر خوراک اس کے نکاح میں دی جائے گی۔ اور شہید قیامت کے دن اپنے خاندان کے گنہگاروں کی شفاعت بھی کرے گا۔ جو قبول ہوگی۔“

اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ —————  
لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَمَرَّدُ أَنْ يَرْجِعَ  
السُّنْبُاطُ إِلَا لِيُشْهِدُ —

کہ۔ ”جنت والوں میں سے واپس دنیا میں آنے کو شہید کے سوا کوئی بھی پسند نہیں کرے گا۔“ اور یہ اس لئے کہ شہید خدا تعالیٰ سے کہیں گے۔ کہ ہمارے رب تیرے فضل و کرم سے یہاں پر ہر قسم کی نعمتیں میسر ہیں، لیکن وہ لذت جو تیری راہ میں شہید ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے، وہ یہاں میں میسر نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ ہم وہ لذت دوبارہ ایک بار پھر یکبھر سکیں۔ ایک بار نہیں، دس بار۔“

(ترمذی شریف)





## اللہ کے شیر

آئینِ جواں مرداں حق گوئی بے باکی  
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

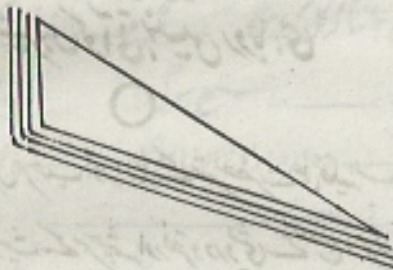
پچھترمہ ۶۵ء کی رات پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ایک امتحان و آزمائش کی رات تھی۔ جبکہ مسلمان امن و امان اور ہندوستان کے مضبوط مورچے چوڑیاں کی فتح کی خوشی اپنے پہلوؤں میں لئے اور حسری عوام اس وحشت و بربریت کے قصور سے بے خبر جواں پر آنے والی تھی، آرام سے سو رہے تھے کہ

بھارتی سامراج کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اپنا ناک و حشیانہ حملہ کر کے ہم پر جنگ مسلط کر دی، جو کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے جہاد تھا۔

سکاؤت عیار دشمن لاہور کو چند گھنٹوں اور پورے پاکستان کو صرف ۲۷ گھنٹوں میں فتح کر لینے کے ناپاک ارادے سے حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن بہادر مسلح افواج اور حوصلہ مند پاکستانی عوام نے جس عزم و استقلال اور ہمت و جرات سے اس بھرپور حملے کا مقابلہ کر کے ہندوستان کے تمام ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

اور ملک و ملت کی آزادی و وقار اور دین اسلام کی عظمت و حرمت کو قائم رکھا ہے

اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی اسکو فراموش نہ کر سکیں گی اور تاریخ کے صفحات پر یہ باب سنہری حروف سے لکھا جائے گا! اور ہماری بری، بحری اور فضائی افواج کے جانباز غازیوں سر فرودش مجاہدوں اور اللہ کے شیروں کے جنگی کارنامے رہتی دنیا تک زبانِ نرعاں رہیں گے جنہوں نے سر بکف اور کھن بدوش ہو کر کفر کے سامنے ڈٹ کر، انتہائی بے مروتی کے باوجود بہ عاز پر دشمن کو ذلت آمیز شکست اور عبرتناک سزا دی ہے۔





## اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آئین جوان مرواں حق گوئی و بے باکی  
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

فاتح خیبر - قاتل مہرب اور اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام جہاں علم و حکمت کے دروازہ اور حق و ہدایت کے سرچشمہ اور فقر و درویشی کے منہج و مرکز تھے، وہاں شجاعت و بہادری کے کوہِ گراں اور جرات و قوت کی چٹان تھے! —  
یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کی ابتدائی زندگی سے لے کر اپنی زندگی کے آخری ایام تک کفر کی ہر جنگ — حق و باطل کے ہر معرکہ — اور — نیکی و بدی کی ہر لڑائی اور جہاد اسلام کے ہر میدان میں ان کی ذوالفقارِ حیدری کفر و باطل کی گردنیں کاٹتی ہوئی نظر آتی ہے! —

بخاری شریف - جلد ۱ ص ۵۲۵، مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۷۹

ترمذی شریف - جلد ۲ ص ۲۱۳، مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۳

احادیث نبوی کے علاوہ سیرت و میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد کتابوں میں

جنگِ خیبر کی لڑائی اور اسلام و کفر کے اس معرکہ کا ذکر پوری شرح و بسط سے کیا گیا ہے  
اسلام کا لشکر کئی صحابہ کرام کی قیادت میں خیبر پہ حملہ آور ہوا لیکن کوئی بھی فتح  
سے ہمکنار نہ ہو سکا! —

آخر ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلا —  
لَا تُطِيعَنَّ هَذِهِ السَّيَافَةَ غَدًا يَفْتَحُمُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِمْ  
کہ کل میں اسلام کا جھنڈا اسے عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ اسلام  
کو فتح عطا کرے گا! —

بے ادب و گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے  
اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا — مگر غیب دان نبی پاک علیہ السلام نے فرمادیا کہ  
کل — فتح ہوگی! —

اور — وہ مردِ مومن ایسا ہوگا — کہ وہ اللہ اور اس کے رسول  
سے محبت کرنے والا ہوگا —

اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے!  
زبانِ نبوت سے فتح کی بشارت سن کر ہر صحابی رسول کی تمنا ہے کہ جھنڈا بھی

عطا ہو —  
لیکن — ارشاد ہوا —

أَيُّنَ حَبِيبِي ابْنِ أَبِي طَالِبٍ؟  
کہ علیؑ — کہاں ہے؟ —

جواب ملا — آنکھیں دکھتی ہیں!  
حکم ہوا — انہیں بلائیں!



علی علیہ السلام حاضر ہوئے !

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے — آنکھوں پر لعاب دہن لگایا۔

حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں !

پھر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا جھنڈا عطا فرمایا — اور اپنی

ذیہ انہیں پہنائی اور اپنے دست مبارک سے ذوالفقار حیدری عطا کی۔

بس — پھر اللہ کا شیر اسلام کے جان نثار مجاہدوں کا شکرے کر

خیبر کی طرف روانہ ہوا —

دل میں عشق رسول — نگاہوں میں حسن محبوب کے جلوے اور ہاتھوں

میں اسلام کا پرچم !

خیبر کی سرزمین پر جب اسلام کا جھنڈا ابریا — تو قلعہ قلمرس کے

مخافتی دستہ نے حیرت و تعجب کی نظروں سے اسلامی پرچم کو دیکھا —

اللہ کے شیر حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے پہلے خیر والوں کو دعوت اسلام

دی لیکن وہ اس پاکیزہ و نفیس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے میدان کارزار میں اتر گئے۔

خیبر کے قلعہ غوص کے دوہی محافظ تھے — حارث اور مرحب جو مخافتی

دستہ کے سربراہ تھے —

پہلے حارث تین من ذری نیر سے کر دہشتی درندوں کی طرح دھاڑتا ہوا اور

دو دھاری تلوار تھام کر میدان میں اُترا —

اور اس نے آتے ہی کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا !

اور پھر — اللہ کے شیر اپنی سواری و لدل کو ہوا میں اڑانے ہوئے عارث

یہودی پہلوان کے سر پر آپہنچے اور شیر حیدری چمکی اور تڑپ کر عارث کے سر پر گری

اور اس کا کیجہ چاٹتی ہوئی اس کو دو ٹکڑے کر گئی !

بدرج النبوت اردو - جلد ۲ - ص ۲۱۳ -

اپنے بھائی کا یہ حشر دیکھ اس کا انتقام لینے کے لئے مرحب پہلوان جو اس

وقت یہودیوں میں سب سے بہادر و شجاع اور آزمودہ کار جنگ جو اور سب سے طاقتور

اور کفر دنیا کا سب سے بڑا پہلوان تھا، دو زرہ پہن کر ایک من ذری خود اور ہاتھوں

میں کئی من ذری گرز لے ہوئے میدان جنگ میں نکلا —

اور یہ رجز پڑھتا ہوا — اُچھلتا اور کودتا ہوا — اللہ کے شیر سے مقابلہ

کرنے کے لئے سامنے آیا —

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرُ اِنِّي مَرْحَبٌ

وَسَاكِي السَّلَامُ بَطْلُ خَيْبَرِ

کہ آج خیبر کی زمین جان لے کر میں مرحب ہوں اور میں سلمان جنگ

کے بغیر بھی جنگ کر سکتا ہوں !

اللہ کے شیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کرم نے یہ رجز پڑھا اور ایک تندہ

تیز طوفان کی طرح معرکہ حق و باطل میں کود پڑے !

اَنَا الَّذِي سَمِعْتُ اُمِّي حَيْدَرٌ

مِنْ عَامٍ - اَجَاثٌ وَلَيْتَ قَسْوَةٌ

کہ — میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہوا

ہے — اور — میں ضرغام — اجام اور قسورہ ہوں — یہ تینوں الفاظ

شیر کے ہی ہم معنی ہیں —

بس پھر دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں — ایک اسلام کو مٹانے اور دوسری اس کو



کہ — یہ کام میرے بدنِ جسمانی کی قوت نے ہرگز نہیں کیا — بلکہ اللہ  
کریم کی عطا کردہ روحانی قوت نے کیا ہے! —

مدارج النبوت اردو ص ۳۱۶ حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ فتح مغیر  
کے بعد جب اللہ کے شیرداس دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو — نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی آغوشِ پاک میں لے لیا۔ پیشانی  
پر بوسہ دیا اور فرمایا! —

قَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَضِيَتْ عَنْكَ — کہ

بیشک ان سے راضی ہوا اللہ، اور میں بھی تجھ سے راضی ہوا!  
تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸ — علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ —  
ریاض النفرۃ جلد ۲ ص ۲۳۷ — ابی جعفر احمد الشہید المحب الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں —  
أَنَّ عَلِيًّا حَمَلَ النَّبَاَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَبَعْدَ ذَلِكَ لَمَّا  
يَحْمِلُهُ أَنْ يَمُوتَ رَجُلًا — کہ

اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام نے خیبر کے قلعہ قاموس کے  
جس دروازہ کو اٹھایا تھا — بعد میں اسی دروازہ کو چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے!

علامہ اقبال مرحوم —

تیری خاک میں ہے شر اگر تو خیال فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیب پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

جبلِ احد کے دامن میں اسلام و کفر کی جنگ اور حق و باطل کی لڑائی جو  
انام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں لڑی گئی اس میں اللہ کے  
شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قوتِ علی کا مظاہرہ کیا اور جس جرات

سے اپنی ذوالفقارِ حیدری کی کاٹ مکہ مکرمہ کے بہادروں کو دکھائی وہ اسلام  
کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے! —

یہی وہ جنگ ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک  
شہید ہوئے —

اور یہی وہ لڑائی ہے جس میں خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا  
نے مجبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھویا اور اللہ کے شیرِ کرم اللہ وجہہ  
پانی ڈال رہے تھے اور پھر خاتونِ جنت نے اپنی چادرِ بھاری زخموں پر باندھی اور  
اسے جلا کر اس کی راکھ کو زخموں میں بھر دیا اور والی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم  
کے مقدس خون پر ڈالی —

اور — یہ حق و باطل کا وہی معرکہ ہے جس میں حضرت جبریل و میکائیل  
بھی لڑتے ہوئے دیکھے گئے اور جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے  
شہید ہوئے! —

جیسا کہ بخاری شریف جلد دوم ص ۵۸۲ باب قتل حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
اور مسلم شریف جلد دوم ص ۱۷۱ — غزوہ احد! —

فَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
تَغْسِلُهُ وَعَلَى يَسْكَبُ الْمَاءُ — بِأُحْبَبَتِ  
فَلَمَّا دَرَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ — لَا يُبْزِئُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً  
أَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِيرٍ — (دوپٹہ)  
فَأَحْرَقَتْهَا

وَكُسِّرَتْ رُبَاعِيَّتُهُ يَوْمَئِذٍ وَجُرح وَجْهُهُ وَكُسِّرَتْ



الْبَيْضَةِ — سرکوڑھاپنے والا چھوٹا سا خود — بھی ٹوٹ گیا !  
 دندان مبارک شہید ہو گئے اور چہرہ انور بھی زخمی ہو گیا !  
 حالانکہ میدان جنگ میں ہاں تاروں اور سر فروش مجاہدوں کے علاوہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے وائیں بائیں حضرت جبریل و حضرت میکائیل علیہم السلام بھی لڑ رہے تھے !

جیسا کہ — صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۵۲ — عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ رَأَيْتُ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِهِ يَوْمَ أُحُدٍ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بَيَاضٌ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ —  
 یعنی جبریل و میکائیل علیہم السلام حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ جنگ اُحد کے دن میں نے دو آدمیوں کو پوری جوا نمردی سے اور بہت ہی سختی سے لڑتے ہوئے دیکھا وہ سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے اور میں نے انہیں نہ ہی پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں —

اور وہ دونوں کون تھے ؟ —

حضرت جبریل اور میکائیل علیہم السلام ! —  
 اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں —  
 جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۳ میں ، بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے ۔ کہ —

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ — أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ — کہ —

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو فرمایا —  
 کہ یہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں !  
 اور — یہ جنگ اسی اُحد پہاڑ کے دامن میں لڑی جا رہی تھی —  
 سوال : — جب میدان اُحد میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو قریب جاننا زور فروش ، بہادر مجاہد بھی موجود ہوں اور اُحد پہاڑ ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی کرتا ہو — اور حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام بذات خود انسانی روپ و لباس میں مجاہدین اسلام کے ساتھ شانہ بشانہ لڑیں تو مسلمانوں کو پہلے شکست کیوں ہوئی ؟ —

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی کیوں ہوا — ؟  
 اور آپ کے دندان مبارک شہید کیوں ہوئے ؟ —

جواب : — سید صاحبزادہ سید افتخار الحسن ! —

۱۱۔ کہ — جب جنگ اُحد کی تیاری کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا تھا کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر لڑی جائے تو اچھا ہے ! —

مگر گرم خون والے نوجوانوں نے اپنی بہادری ، شجاعت اور جوا نمردی پر ناز کرتے ہوئے کہا کہ — نہیں ! —

جنگ مدینہ سے باہر کھلے میدان میں لڑی جائے گی ! —  
 حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش پیش تھے ! —

۱۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیرنازدوں کا ایک دستہ دے کر فرمایا تھا کہ اُحد پہاڑ میں جو درہ ہے اس کی حفاظت



برصورت میں کرنی ہے اس کو کسی صورت میں بھی خالی نہیں چھوڑنا خواہ صورتحال کیسی بھی پیدا ہو جائے تاکہ دشمن اس راستے قابض نہ اٹھا سکے۔ اور اگر کسی بھی وقت اس طرف سے حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو یہ تیر انداز دشمن کو روکے رکھیں۔

مگر وہ بھی ایسا نہ کر سکے اور فتح کے بعد مال غنیمت لوٹنے کے لئے درہ کی حفاظت چھوڑ کر نیچے میدان میں اتر آئے۔

ابن کے دل سے یہ خیال محو ہو گیا کہ ان تیر اندازوں کو درہ کی حفاظت کے لئے کتنی سخت محصور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کہ صورت حال یہ بھی ہو تم یہ درہ ہرگز خالی چھوڑنا۔

اور پھر نگاہِ نبوت جو کچھ آئندہ ہونے والا تھا اسے بھی دیکھ رہی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خطرہ نظر آ رہا تھا وہی بہر حال ہو کر رہا۔

ادھر دشمن بھی ناگ میں تھا۔ جبکہ وہ تقریباً شکست کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی اس درے کو خالی پایا اور مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔

تو خالد بن ولید نے بھاگتے ہوئے پلٹ کر اسی درہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور فتح کو شکست میں بدل دیا۔

تو مسلمانوں کو بطور انتباہ بتایا گیا کہ میرے محبوب علیہ السلام کا ہر فیصلہ، ہر فیصلہ ہوتا ہے اور ان کا ہر حکم میری رضا پر مبنی ہوتا ہے۔

اور تم نے میرے رسول علیہ السلام کے دونوں فیصلوں سے روگردانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہاری فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے آٹائے دو جہاں کا چہرہ آندس بھی زخمی ہوا۔

خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ آندس پر مسلمانوں کی ان کمزوریوں اور

اور کوتاہیوں کے افسوسناک آثار نمایاں ہوئے اور آپ کے قلبِ اطہر پر گراں گزرا تو فوراً اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غم کو مٹانے اور ملال کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ انہیں بخش دیا ہے اور ان کی لغزش کے ورق پر لطف و کرم کا قلم پھیر دیا ہے! قارئین کرام!

بات دور نکل گئی ہے۔ معاف رکھنا!۔ ذکر تو اسد اللہ الغالب۔ اللہ کے شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہو رہا تھا اور بات جنگِ احد کے حالات تک جا پہنچی۔

مذاہج النبوت اردو ص ۲۰ تا ۲۱۵ تک۔ میدانِ احد میں اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”جنگِ احد میں شیرِ خدا نطلہ بن طلحہ کے مقابلہ میں آئے جو شرکِ کفار کا

علمبردار تھا اور مشرکین مکہ کی فوج کا سب سے زیادہ تجربہ کار اور آہلِ جنگجو

سپاہی تھا۔ نطلہ نے اپنی تلوار کو ہوا میں لہرایا اور یا جبل و غمری کا نعرہ

لگاتا ہوا، اللہ کے شیر پر حملہ آور ہوا!۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے حملہ کو میں نعرہ بکیر بلند کرتے ہوئے اپنی شیر

جیدی پر روکا۔

پھر تلوار سے تلوار کرائی۔ اور۔



اللہ کے شیر نے یا اللہ دیارِ رسول اللہ کے فلکِ شکافتِ نعرہ سے اُحد پہاڑ کی  
گھائیوں کو لرزا کر رکھ دیا۔

اور پھر ذوالفقارِ حیدری اٹھی۔ چمکی اور دشمن کے سر پہ قہرِ خداوندی بن کر گری۔  
نظام نے اپنی ڈھال پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کو روکنے کی بھرپور  
کوشش کی مگر ذوالفقارِ حیدری ڈھال سے اچلتی ہوئی اس کے سر پر پڑی جو اس  
کا فز کا دل و دماغ چاٹتی ہوئی اس کے جسم کے دو ٹکڑے کرتی نکل گئی۔  
اور پھر جب لشکرِ کفار کے ۵۰ جوانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوفناک  
انذار میں جان لیوا طریقہ سے حملہ کیا۔ تو فرمایا!

علیؑ اس خوفناک گروہ کو روکو! ان کا ارادہ مجھے خطرناک معلوم ہوتا ہے۔  
اور پھر حضرت علیؑ یعنی اسد اللہ الغالب، اللہ کے شیر نے چاروں  
طرف اپنی شمشیر ہراں کو پھیرا۔ بانگِ چلائی۔ پٹ پٹ کیا اور فنِ حرب کا کمال دکھایا  
اور شجاعت و جوانِ مردی کے ایسے جوہر دکھائے کہ رحمتِ دو جہاں صلی اللہ  
علیہ وسلم نے انعام کے طور پر ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ مَبْنِيٌّ وَأَنَا مَبْنِيٌّ

کہ میں علی میں سے ہوں اور علی مجھ سے ہے!

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی!

وَأَنَا جُنْتُكَمَا

کہ میں تم دونوں کا ہوں۔

عرشِ الہی سے ایک آواز اٹھی جو آسمانوں کی فضاؤں کو چیرتی ہوئی میدانِ

اُحد تک پہنچی۔

لَا أُشْفِي إِلَّا عَلِيٌّ — لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ

کہ۔ دنیا میں کوئی جوان — کوئی بہادر اور کوئی جان نثار نہیں مگر سوائے علیؑ کے  
اور دنیا میں کوئی تلوار نہیں، کوئی شمشیر نہیں اور کوئی تیغ نہیں مگر — ذوالفقار کے۔

یہ آواز سنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

علیؑ — جانتے ہو — یہ کس کی آواز ہے؟

عرض کیا — نہیں!

فرمایا — جنت کے دربان کی آواز تھی۔

ص ۲۱۲ — اللہ کے شیر نے فرمایا کہ اُحد کی جنگ میں لشکرِ کفار کے <sup>۱۳</sup>توڑ پھاڑوں

نے مجھ پر زہراؤں و تلواروں کے وار کئے۔

جن میں سے میں نے ۱۲ مہلک وار روک لئے اور چار میں گرتا رہا۔ لیکن

ایک حسین و جمیل شخص میرا زو کپڑ کر مجھے اٹھاتا رہا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!

علیؑ پہچانتے ہو — وہ کون تھا؟

عرض کیا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کی شکل و صورت دجیہ کلبی سے ملتی جلتی ہے۔

فرمایا — ہاں!

وہ جبریل علیہ السلام تھے جو دجیہ کلبی کی صورت میں آئے تھے۔

شجاعت و جوانمردی اور قوت و طاقت کا یہ عالم کہ عرب کے بڑے بڑے بہادر

کا حوصلہ علیؑ کا نام سن کر پست ہو جاتا تھا۔

اور انسانیت و شرافت اور تحمل اور بردباری کا یہ کمال کہ کسی مد مقابل کا پردہ

اگر میدانِ کارزار میں کھل جاتا تو اسے ہرگز قتل نہ کرتے!

یوں تو — زمانہ نبوی میں — اسلام و کفر کی کوئی جنگ اور مشرک و توحید کی کوئی



مگر ایسی نہیں جس میں اللہ کے شیر علی علیہ السلام نے اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر نہ دکھائے ہوں۔

یہاں تک کہ بدر کے معرکہ سے لے کر فتح مکہ تک ان کی ذوالفقار حیدری اور تیغ برآں کفار و مشرکین کی گردنیں کاٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

مگر — غزوہ خندق میں انہوں نے جس جوان مردی — شجاعت اور بہادری کا عظیم کارنامہ سر انجام دیا، اس پر زمین دالے ہی نہیں، آسمان کے فرشتے بھی تحسین و آفرین کے پھول قیامت تک برساتے رہیں گے! —

**کُفر** — تیس ہزار آزمودہ کار لڑاکے جو ان لے کر پوری قوت اور طاقت کے ساتھ خندق کے میدان میں اسلام کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کیلئے آیا تھا اور اس لشکر میں کُفر کی دنیا کا ایک مشہور شہسوار عمرو بن وہب بھی شامل تھا۔ جو کہ اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔

**حضرات محرم!** —

یہی وہ جنگ ہے کہ جس میں لشکر کفار کے رعب و دبدبہ کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل دہل گئے تھے۔

ادھر مسلمانوں کے دل خوف سے لرز رہے تھے اور ادھر ابن وڈ نے اپنے سبک زنا رگھوڑے کو ایڑ لگائی اور خندق کو پار کر کے لشکر اسلام کے عین سامنے آیا۔ اور آتے ہی للکارا۔

هَلْ مِنْ مُبَارِرٍ! کہ ہے کوئی مسلمان جو میرا مقابلہ کرے!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو کے غرور و تکبر کو دیکھا تو لشکر اسلام کی طرف نگاہ دوڑائی۔ تمام دم بخود تھے! —

اس نے دوبارہ مہارزت کے لئے آواز دی!

کوئی ہے مسلمانوں میں سے جو میرے ساتھ مقابلہ کرے؟

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مسلمانوں کی کیفیت کا اندازہ کیا۔

چاروں طرف خاموشی مسلط تھی اور سکوت طاری تھا!

عمرو نے تیسری بار پھر سچا تو اللہ کا شیر جوش میں آگیا۔

اٹھا۔ نبی کے قدم چومے۔ دستِ رحمت کو بوسہ دیا اور

میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی۔

اجازت مل گئی۔ اور آپ نے حضرت علی کی پیشانی کو چوما۔ اپنا اعلان

علی کے سر پر رکھا اور ذوالفقار حیدری خود علی کے ہاتھوں میں تھمائی۔

اور فرمایا — علی شجاع و خدا تمہارا حامی و ناصر ہے اور یہ کافر تمہارے

سپر دے۔

حفیظہ جالندھری مرحوم نے کیا خوب کہا ہے —

کہ: — بے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر

چلا میدان میں شیرِ خدا نامِ خدا لے کر

نہ سینہ پر زور تھی اور نہ سر پہ خود پہنا تھا

فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گھنا تھا

اور پھر چشمِ فلک نے دیکھا اور عرشِ اعلیٰ نے مشاہدہ کیا۔

کہ دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔

ایک حق و صداقت کے چراغ کو بجھانے کے لئے، دوسری اس چراغ

کو مزید روشن کرنے کے لئے!



ایک اسلام کی عظمت کو مٹانے کے لئے اور دوسری بچانے کے لئے !۔

مقابلہ بڑا ہی سخت تھا۔

وہ پیکر کفر و طغیان تھا اور علیؑ مجسمہ دین و ایمان تھا۔

ابن دُؤد کو اپنے ساز و سامان پر ناز تھا اور علیؑ کو اپنی قوتِ ایمان پر فخر تھا۔

فولادی تلواروں کی جھنکار۔ آبدار شمشیروں کی چمک اور آہنی ڈھالوں کی کھڑ

کھڑا ہٹ نے خندق کی زمین ہلادی۔

اور عین اس وقت جبکہ دونوں بہادر اپنی اپنی بہادری شجاعت اور فنون

سپاہ گری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ آٹانے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

نگاہ اٹھائی۔

میدان کارزار کا نقشہ دیکھا اور حضرت علیؑ کی جنگ کا انداز ملاحظہ فرمایا۔

تو زبانِ نبوت کی حوصلہ بخش آواز فضا ئے آسمانی میں گونج اٹھی۔

مَرَدُ الْإِيْمَانِ كُنْتُ مَعَهُ الْكُفْرُ كُنْتُ مَعَهُ

کہ مکمل ایمان، مکمل کفر سے لڑ رہا ہے !

مکمل ایمان حضرت علیؑ تھے اور مکمل کفر عمرو بن دُؤد تھا !

۷۔ ہو حلقہ یاران تو برہنہ کی طرح نرم

اور نرم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

عمروؓ نے تلوار اٹھائی۔ علیؑ نے شمشیر چلائی۔ اس نے بھکارا۔ اس

نے لٹکالا۔

وہ جوش میں تھا۔ یہ ہوش میں تھا !

وہ غصہ میں غمر آ رہا تھا۔ یہ حوصلہ میں مسکرا رہا تھا۔

اور پھر ایک دوسرے پر وار پر وار اور جھلے پر جھلے ہونے لگے۔

اُس نے کپٹی ماری۔ اُس نے توڑا دیا۔

اُس نے بازو بند چلایا۔ اُس نے ڈھال پر روکا۔

عمروؓ بھی بہادر و جزار تھا۔ اور عثمانی بھی حیدر کرار تھا۔ اُس نے

بانگ ماری۔ اُس نے روک لی۔ داؤ پر داؤ لگایا جا رہا تھا۔ ہر گھات

ایک دوسرے کو موت کی دادی میں دھکیلنے کے لئے لگائی جا رہی تھی۔

مگر کامیابی ابھی کسی کے مقدّر میں نظر نہیں آرہی تھی۔

پھر اللہ کے شیر نے جلال میں آکر ضربِ حیدری لگائی جو اس قدر بھروسہ

تھی کہ اسے روک لینا عمرو بن دُؤد کے بس کا روگ نہ تھا۔ وارکاری پڑا وہ زخمی

ہو کر گرا حضرت علیؑ نے اسے دوبارہ سمیٹنے کا موقع ہی نہ دیا۔

اور اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے۔

اسلام کی فتح کا نعرہ بلند ہوا۔ جھنڈا ہوا میں لہرایا اور اسلامی لشکریں

خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

اللہ کے شیر۔ کے ہاتھوں۔ اسلام کو کفر پر اور توحید کو شرک پر فتح

حاصل ہوئی۔ حق نے باطل پر غلبہ پالیا۔ شرافت کو وحشت پر برتری

حاصل ہوئی اور انسانیت نے بربریت کو خندق کے میدان میں ذلت آمیز شکست

دے کر اسے دفن کر دیا۔

اور پھر اللہ کے شیر۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کو اس شجاعت اور بہادری کا

سب بڑا انعام۔ تمغہ دربارِ نبوت و رسالت سے یہ ملا کہ !

مَنْزِلَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ جِهَادَةِ الشَّقِيَيْنِ



کہ "حضرت علیؑ کی جنگ جو انہوں نے غزوہ خندق کے دن لڑی  
دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے!"

مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۳۴ شیخ عبدالحق محدث دہلوی  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

لَمَّا دُرِّقَ عَلَيَّ ابْنُ ابْنِ طَالِبٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْيَانِ  
اُمَّتِي اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ —

کہ خندق کی جنگ میں علیؑ ابن ابی طالب کا لڑنا میری اُمت کے قیامت  
تک کے نیک اعمال سے افضل ہے۔"

تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۰۰ — امام رازی رحمۃ اللہ علیہ — نبی پاک صلی اللہ علیہ  
وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ غزوہ خندق میں عمر و بن ودعہ سے لڑتے وقت  
تم کیا محسوس کر رہے تھے؟ —

جواب دیا — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

لَوْ كَانَتْ اَهْلُ الْعَرَبِ فِيْ جَانِبٍ وَاَنَا فِيْ جَانِبٍ الْاُخَرِ  
لَقَدْ زِلْتُ عَلَيْهِمْ —

کہ — اگر پورے عرب کے بہادر ایک طرف ہوتے اور میں اکیلا ایک طرف ہوتا، تو  
میں ان پر غالب آجاتا —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اللہ کے شیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ نے سچ کہا تھا کیونکہ جب وہ —

شاہِ مردان — شیرِ نیرواں اور قوتِ پروردگار ہیں —  
تو پھر ان کے — نے تمام اہل عرب کے ساتھ اکیلے لڑنے میں کوئی شک نہیں!

سلام اقبال مرحوم —

کبھی سرمایہٴ منبر و محاسب

کبھی مولا علیؑ خیر شکن عشق

اور —

تری خاک میں ہے شر اگر تو خیال فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

قارئین کرام! —

اسلامی جمہوریہ پاکستان نے فوج کا سب سے بڑا اعزاز نشانِ حیدر

بھی علی المرتضیٰ علیہ السلام کی قوت و طاقت اور ہر میدانِ جنگ میں ان کی شجاعت

بہادری اور جوانِ مردی کے عظیم کارناموں کی وجہ سے فوجی جوانوں کو دینے کا

پروردگار بنا رکھا ہے —

پھر بھی — بے ادب اور گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ کو مشکلاشتانہ کہوا

ایسے عیار لوگوں کو سید افتخار الحسن جواب دیتا ہے — کہ

— — — — —  
اُو بتاؤں تمہیں میں شانِ حیدر

اُس جہان سے اونچا ہے جہانِ حیدر

آج بھی جنگ میں اعزازِ کمالِ جرات

مرد میدان کو ملتا ہے نشانِ حیدر

ہاں! — ہاں! — — — — —  
وہی اسد الغالب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ

شیرِ خدا، جنہوں نے اپنے آقا و مولا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو

دیکھتے دیکھتے عصر کی نماز قضاء کر دی تھی اور پھر نماز ادا کرنے کیلئے نبی پاک صلی اللہ



علیہ وسلم کی انگلی کے ایک اشارے سے ڈوبا ہوا سرخ واپس پلٹ آیا تھا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا !

عسلی نماز؟

عرض کی۔ !

نمازیں گزشتہ ہوں پھر ادا ہوں۔ !

نگاہوں کی قضا میں کب ادا ہوں !

اس لئے کہ

— زمین پر عرش اعلیٰ کے نشان معلوم ہوتے تھے

عسلی کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے

اور جب ہر طرف سے آوازیں آئیں

کہ عسلی — نماز !

تو — جواب دیا !

نماز والا میری بھولی میں ہے !



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)

اسلامی شکر کا یہ اللہ کا وہ شیر ہے کہ جس نے اپنی قوت ایمانی — اپنی شجاعت

اور جواں مردی کے جوہر دکھاتے ہوئے اس زمانہ کی سپر پاور ایران کی سلطنت کے

خلافت قادیسیہ کی جنگ میں فتح حاصل کر کے مدائن کے قلعہ پر اسلام کی عظمت کا پرچم

لہرایا !

حالانکہ اس وقت ایرانی لشکر میں جالینوس جیسا بہادر، بہمن جیسا

شہ زور اور رستم جیسا طاقتور سپہ سالار موجود تھا۔

مگر اسلام کی تاریخ کا یہ ایک روشن باب ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمان افروز خلافت کا دلکش دور تھا اور شکر اسلام کے

سعد بن ابی وقاص جیسے جانثار — عبید اللہ بن جراح جیسے بہادر — ربیعہ بن

جواں مرد اور عاصم بن عمر جیسے سرفروش جرنیل اور اللہ کے شامل ہوں تو پھر دنیا کے

ہر خطے میں خدا کی توحید، رسول کی رسالت اور اسلام کی عظمت کے پھر یہ کیوں

نہ لہرائیں

قارئین کرام ! — یہ وہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں !

جنہوں نے جنگ اُحد میں اسلام کے گلستان کی حفاظت و پاسبانی کرتے ہوئے



شکرِ کفّار کی طرف پہلا تیر بھینکا تھا — اور پھر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا —

اِذْمْ يَا سَعْدُ — فَذَلِكَ ابْنِي وَابْنَتِي —

کہ — اے سعد تیر چلائے جاؤ۔

میرے ماں باپ تم پر قربان —

بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۷ — حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ —

”میں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں۔

جَمَعَ لِي الْبَنِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَوَّيْهَ يَوْمَ أُحُدٍ —

کہ میرے بیٹے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو جمع کیا۔

فَكَانَ ابْنِي وَابْنَتِي! —

ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۱۶ — حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں —

قَالَ عَلِيٌّ — کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! —

مَا جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاءَ وَأُمَّةً لِأَحَدٍ

إِلَّا لِسَعْدٍ — کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کے لئے اپنے ماں باپ

کو جمع نہیں کیا —

عَنْ قَيْسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ — أَنَّ الْبَنِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اللَّهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ! —

کہ — اللہ کریم جب بھی کبھی سعد تجھ سے کوئی دعا مانگے تو اسکی دعا کو ضرور قبول فرمالینا —

بخاری شریف میں ہے —

حاشیہ ۱۳ میں — وَكَانَ مَشْهُورًا بِاسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ

کہ — یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مستجاب الدعوات تھے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود

ان کے لئے دعا فرمادی تھی تو پھر وہ مستجاب الدعوات کیوں نہ ہوتے! —

جنگ قادسیہ کی تیاری کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی تاکہ قادسیہ کے ارد گرد کے حالات کا جائزہ لیکر

میدان جنگ کا نقشہ تیار کیا جائے اور اسلامی لشکر کا سپہ سالار منتخب کیا جائے

نقشہ تیار ہو گیا تو سپہ سالاری کے لئے قرعہ اندازی کی گئی — جو حضرت

سعد بن ابی وقاص کے نام نکلا —

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ لڑنے سے قبل ایران کے بادشاہ

یزدجرد کو دعوت اسلام دینے کے لئے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔

حضرت عاصمؓ — ایران کے شاہی دربار میں پہنچے! — دعوت اسلام

دی — خدا کی توحید کا راستہ بتایا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا

پیغام سنایا

یزدجرد سن کر آتش غضب میں بھڑک اٹھا اور غضبناک ہو کر دھاڑا۔

کون ہے تمہارا — اللہ! —

عاصمؓ — جس کے دستِ قدرت میں فتنہ و تمکنت ہے، عزت و دولت! —



یزدجرد — کون ہے تمہارا رسول؟ —

عاصم — جن کی ولادت باسعادت کے وقت ایران کا آشکدہ

خود بخود ٹھنڈا ہو گیا تھا ! —

یزدجرد — کیا ہے تمہارا اسلام؟ —

حضرت عاصم — جو محبت، اخوت اور شفقت کا درس دیتا ہے !

یزدجرد — یہاں کیوں آئے ہو؟ —

حضرت عاصم — کفر و شرک کے اندھیروں میں اسلام و توحید کے چراغ

جسلانے کے لئے ! —

یزدجرد — ہماری طاقت و قوت اور شان و شوکت کو جانتے ہو؟

حضرت عاصم — ہمیں یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم تو اس طاقت و

قدرت کو جانتے جس کے حکم کے مطابق ہم ہر کام کرتے ہیں جو پوری کائنات کا خالق و

مالک ہے اور بد و خیر میں کفر ہمارے مقابلے میں اگر اس کی طاقت دیکھ چکا ہے !

یزدجرد — بھڑک کر — اور حقارت سے ! —

اگر فیروز کو قتل کرنا آدابِ سفارت کے خلاف نہ ہوتا تو آج ایران کے شاہی دربار

کے خوبصورت قالینوں پر تمہارا خون بہتا نظر آتا —

اور یہ تو — ایران کی سرزمین کی خاک — اور اپنے سروں پر ڈال لو !

حضرت عاصم — خوشی سے جھومتے ہوئے، حضرت سعدؓ کے پاس گئے۔

اور خاک کا ٹوکرا — ان کے آگے رکھ دیا اور فرمایا ! —

فتح ایران کی آپ کو مبارک ہو ! —

پوچھا — وہ کیسے ؟

جواب دیا ! —

شہنشاہ ایران نے خود ہی اپنے وطن کی مٹی ہمارے حوالے کر دی ہے !

ایرانی لشکر — دنیا کے مشہور پہلوان رستم کی سپہ سالاری میں ڈیڑھ

لاکھ آہن پوش مسلح نوجوانوں کے ہمراہ میدانِ جنگ میں اُتر آیا —

فوج کا ہر دستہ جنگی ہاتھیوں کی دیوار سے محفوظ کیا گیا تھا۔ ہر سوار اور پیدل

زرہ پوش اور فولاد و آہن میں غرق۔ پیدل آہن پوش جوانوں کو آپس میں فولاد کی

زنجیروں سے قطار در قطار باندھ دیا گیا تھا کہ وہ نہ بھاگ سکیں اور پیچھے ہٹ سکیں

اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف بیس ہزار جات باز و سرفروش

ہر مجاہد شہادت کا متوالہ۔ ہر جوان کفن بردوش اور تمام — اللہ کے شفیق —

اپنے برقی زقار عربی گھوڑوں پر سوار موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے لئے تیار۔

طبلِ جنگ بجتے ہی — گھمسان کارن پڑا۔ دونوں کے جوانوں نے اپنی

جنگی چالوں کو آزمائش شروع کر دیا۔ تیر اندازی اور شمشیر زنی کے جوہر دکھائے جانے

لگے۔ — ایرانی افواج کے سپاہی آہن پوش اور بھاری اسلحہ

رکھنے کی وجہ جلدی حرکت نہ کر سکتے لیکن انہیں پیچھے دھکیلنا اور ضرب کاری لگانا

بھی بہت مشکل تھا —

ایرانیوں نے ایک نئی چال چلی —

ہاتھیوں کی دیوار اور ان کے پیچھے آہن پوش دستوں کو آگے بڑھایا۔

یہ صورتحال مسلمان سواروں کیلئے مصیبت ثابت ہوئی اور سید سکندری بن گئی

عربی گھوڑوں نے یہ بلائے ناگہانی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی وہ ہاتھیوں کو سامنے

دیکھ کر اپنے سواروں سے بے قابو ہو رہے تھے۔ یہ ایک انتہائی نازک اور سنگین



صورت حال تھی اور اسلامی لشکر کے لئے اس سید سکندری کو توڑنا دشوار نظر آتا تھا۔

لیکن — اللہ کا ایک شیر حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگی نقطہ سمجھ آیا۔ انہوں نے جنگی ہاتھیوں کے دستے کے سردار سفید ہاتھی کی سونڈ پر اپنی شمشیر کا ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کی سونڈ ٹکڑ ٹکڑ کر پھٹ کر رہ گئی۔

سونڈ کا کٹنا تھا کہ وہ سردار تپچھے مڑ کر اپنے ہی سپاہیوں کو چپکنے لگا۔ اور ہاتھی میدان میں گھٹکھٹاڑنے لگے۔ مگر حضرت قعقاع کے اس حربے کی تقلید بہت سے مجاہدوں نے کی، مسلمانوں نے بڑھکے ہاتھیوں کے سونڈ کاٹنے شروع کر دیئے مسلمان تیر اندازوں نے بھی ہاتھیوں کی سونڈ اور مستکوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔ بس پھر کیا تھا۔ ایرانی ہاتھی اپنے ہی لشکریوں کو روندنے لگے۔

ایران کا وہ پہلوان رستم — جس کے نام کی نسبت سے پہلوانی کے اکھاڑے میں رستم کا خطاب چلتا ہے۔ کوئی رستم ہند کہلاتا ہے اور کوئی رستم پاکستان — کسی کو رستم ملتان کا اعزاز ملتا ہے تو کوئی رستم گوجرانوالہ۔

لیکن سید افتخار الحسن کہتا کہ یہ سکتے فخر کی بات ہے کہ رستم زماں کا خطاب ایک مسلمان کو دیا گیا۔

اور وہ تھا غلام محمد عرف گاماں پہلوان، جس نے لندن میں ہونے والے عالمی دنگل میں انگریز پہلوان زبسکو کو پھچا کر رستم زماں کا اعزاز حاصل کیا۔

اس ایرانی پہلوان رستم کے مقابلہ میں ایک مسلمان شمشیر زن ہلال بن علقمہ مبارزت کے لئے میدان میں آئے۔

میدان جنگ گرم ہوا — آتشیں پہاڑ ٹکرائے — اسلام و کفر گھم گھماتا ہو گئے۔ بھرپور حملہ شروع ہو گیا۔ اور اللہ کے شیروں نے ایران کے ہاتھیوں کی

اس دیوار کو توڑنے کے لئے ایک انوکھی تدبیر سوچی کہ اپنے انٹوں پر سیاہ بھاری ڈال دیں اور پھر وہ اونٹ خوفناک کا لے پہاڑ کی صورت اختیار کر گئے۔

ایرانی ہاتھیوں کے لئے یہ بھی ایک ہیبت ناک صورت حال تھی اور ایرانی گھوڑوں کے لئے دہشتناک! —

گھوڑے ڈر کر بدکنے لگے اور اپنے ہی سواروں کو گرانے لگے۔ اور ہاتھی خوفزدہ ہو کر تپچھے پلٹنے لگے اور اپنے پیادوں اور آہن پوشوں کو اپنے پیروں کے نیچے مسلنے لگے۔

اللہ کے شیروں نے ایرانی جنگی ہاتھیوں کی مضبوط سید سکندری کو جنگی چال، فنی مہارت، عقلمندی و خدا کی تائید و حمایت سے توڑ کر اگلے دن بھرپور حملہ کر دیا۔ دونوں طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی — نيزوں کا ہمینہ برسنے لگا۔ اور فولادی تلواروں کی جھجکاڑ سے قادیسیہ کا میدان خون سے میراب ہو گیا! —

ایران کا مشہور جنگ جو پہلوان ہرگز میدان میں اُترا — اور — لگا رہا! کوئی مسلمانوں میں ہے جو میرے مقابلہ میں آئے۔

اللہ کے شیروں کے لشکر سے حضرت غالب بن عبد اللہ اسدی میدان میں نکلے اور آتے ہی ایرانی پہلوان پر کند ڈال کر زنجیروں سے جکڑ کر قابو کر لیا۔

تیسرے روز دونوں لشکر تازہ دم ہو کر میدان جنگ میں پھیرے ہوئے تیروں کی طرح اُترے! — اور کفر و اسلام کی فیصلہ کن جنگ کا آغاز ہو گیا۔ حق و باطل کا خونین معرکہ شروع ہوا اور نیکی و بدی کا آخری تصادم حشر برپا کئے ہوئے تھا۔

آخر کار — اللہ کے شیروں کا مقابلہ — ایرانی جنگ جو نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی پہلوان رستم زخمی ہو کر میدان سے بھاگ نکلا جس کا تعاقب



حضرت ہلال بن علقمہ نے کیا — اور رستم کو جالیا جبکہ وہ ایک نہر عبور کر رہا تھا، حضرت ہلال نے رستم پر برہنہ وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ دی اور لٹکھڑاتا ہوا، نہر میں جاگرا۔ حضرت ہلال نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور اسکو نہر سے باہر نکال کر جہنم رسید کر کے چھوڑا۔

اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور اسلامی پرچم ایرانی سرزمین پر لہرانے لگا اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا ہو گیا کہ یزدجرد نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا ملک ہمارے حوالے کر دیا ہے۔

قادسیہ کی زمین نعمہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔

حضرات محترم! — یہی وہ جنگ ہے جس میں حضرت عبید اللہ بن جراحؓ نے دریائے فرات کو عبور کرنے کے لئے اپنا گھوڑا دریائے لہروں میں ڈال دیا تھا۔ اور پھر پوری اسلامی فوج نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے تھے لیکن ان کے گھوڑوں کے ستم بھی گیلے نہیں ہوئے تھے۔ اور پھر — حضرت عبید اللہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیغ برائے ایرانی فوج کے ہراول کو الٹ کر رکھ دیا جو کہ خوفناک ہاتھیوں پر شتم تھا!۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ کی جنگ کی فتح کا پیغام پیغام رساں کے ذریعہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال کیا۔

ادھر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس جنگ قادسیہ کے بارے میں بڑی تشویش تھی آپ روز تہ کے فرائض سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ سے باہر آکر اس جنگ کا احوال معلوم کرنے کے انتظار کرتے۔

آخر ایک روز حضرت سعدؓ کا بھیجا ہوا قاصد ایران کی فتح کی خبر لے کر آن پہنچا! وہ حضرت عمرؓ کو نہیں جانتا تھا۔

امیر المومنین نے پوچھا! — تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ —

قاصد نے جواب دیا — سعد بن ابی وقاصؓ کا قاصد ہوں اور قاصدہ کی جنگ کی فتح کی خوشخبری دینے کے لئے امیر المومنین کی خدمت میں جلد از جلد پہنچنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا — پورے حالات بیان کرو! —

اور قاصد کے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی! —

قاصد تفصیل بتاتا جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ ساتھ ہی دوڑتے جاتے تھے! —

مدینہ پاک کی مقدس سرزمین میں داخل ہوئے تو قاصد نے دیکھا کہ لوگ قاصد کی رکاب تھامنے والے کو امیر المومنین کہہ کر مخاطب ہو رہے ہیں، تو وہ ڈر کے مارے خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا اور گھوڑے سے نیچے اترنے لگا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! —

بھائی کوئی بات نہیں، ایران کی فتح کی خبر سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میں تمہیں یہ بتلانا ہی بھول گیا کہ

”میں ہی امیر المومنین عمر ہوں“

علامہ اقبال مرحوم — کہتے ہیں

تھے ہیں ایک تیرے معرکہ آراؤں میں!  
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں!  
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں!  
کبھی اندلیق کے تپتے ہوئے صحراؤں میں!  
شان آنکھوں میں نہ جھپتی تھی جہانداروں کی  
کلمہ پڑھتے تھے تو ہسم چھاؤں میں تلواروں کی





## خالد بن ولید

عناصر اس کے ہیں روح القدس کا فوقِ جمال  
عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوزِ دروں

انہی کی اس نے ان کو کسی اچھے وقت اور اچھی ساعت میں جنم دیا تھا کہ جب تک اسلام کے مقابلے میں کفر کی حمایت میں لڑتے رہے تو بھی کبھی شکست دکھائی اور پھر جب کفر کے مقابلے اسلام کی عظمت و سر بلندی کے لئے میدانِ کارزار میں اترے تو بھی مقدس نے انہیں ہمیشہ ہر میدان میں کامیابی و کامرانی اور فتح و نصرت سے شاد کام کیا۔ اور یہ تاریخِ اسلام کا وہ بھڑائی، جو انہیں اور شیر دل مجاہد اور سپہ سالار ہے کہ جسے خود لسانِ نبی رحمت آقا مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیفِ اکبر (اللہ کی تلوار) کا خطاب عطا فرمایا۔

اسلام کی فکر کفر سے حق و باطل کی لڑائی اور نیکی و بدی کی جنگ، جو جنگِ موتہ کے نام سے مشہور ہے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شجاعت اور جوانمردی کے ایسے جوہر دکھائے کہ عیسائیت کی دنیا کا نپ اٹھی۔

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں لشکرِ اسلام کے سپہ سالار کا انتخاب نبی کریم علیہ السلام نے خود کیا تھا۔ اسلام کا لشکر تیار ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

کہ میں زید بن حارث کو اس لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں اور اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر سالار اعظم حضرت جعفر طیار بن ابی طالب کو بنا لینا۔ اور اگر حضرت جعفر شہادت پا جائیں تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اپنا علمبردار بن لینا۔ اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر جس کو تم پسند کرو اپنا امیر منتخب کر لینا۔

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ترتیب علم نبوت اور نگاہ نبوت کا ایک لاجواب اعجاز ہے کہ جنگِ موتہ میں یہ سارے حضرات اسی صورت و ترتیب سے شہید ہوئے جس ترتیب سے زبان نبوت سے بیان ہوئے تھے۔

یہ خدائی یلغارِ لشکرِ اسلام کی صورت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی۔ فضائے آسمانی اللہ اکبر کی پر جوش آواز سے گونج اٹھی اور مدینہ منورہ کی مقدس خاک کے ذروں نے اسلام کے ان بہادر درو غازیوں کے قدم چوم لیے۔ روانہ ہوتے۔۔۔ وقت مسلمانوں نے ان کی فتح و نصرت اور صحیح و سلامت واپس آنے کی دعائیں مانگیں۔ لیکن عبداللہ بن رواحہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

اور وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے یہ دعائے دی جائے کیونکہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جانا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن میں دربارِ خداوندی میں سرخرو ہو جاؤں اور میری قبر پر سے گزرنے والے مسلمان یہ کہیں کہ مرحوم اللہ کی راہ میں خوب لڑا۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ کمان اسلام کا یہ لشکرِ تکبیر کے غرور کی گونج میں روانہ ہوا تو فرشتوں نے جھک جھک کر نظارہ کیا۔ جنت کے حورو و غلمان نے بڑھ بڑھ کر یہ منظر دیکھا۔ خلد بڑھ کر رضوان نے مبارکبادی اور خود خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیئے۔

اس لئے کہ اس لشکر کو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دداع کرنے کے لئے



ساتھ ساتھ تشریف لیجا رہے تھے۔ یہ خدائی بیفارقہم بڑھائی ہوئی اور منزل بر منزل طے کرتی ہوئی اور زمین کے فاصلے کو اپنے برق نہاد گھوڑوں سے طے کرتی ہوئی اور دریاؤں کے طوفانی سینوں کو چیرتی ہوئی موتہ کے میدان میں جا اتری۔

اسلام کے اس بہادر لشکر کی تعداد صرف تین ہزار تھی اور مقابلے میں اسلام کے دشمن عیسائیوں کی تعداد دو لاکھ سے تقریباً ۵ لاکھ تک تھی۔

ادھر توحید کے فرزند تھے۔ اور۔ ادھر تثلیث کے بیٹے جو تین خداؤں کو ماننے

تھے۔ ادھر حق کے پرستار تھے۔ اور۔ ادھر باطل کے علمبردار۔ ادھر دین کے شیدائی اور اعدائے عیسائی۔

دشمن کی فوجوں کی کثرت اور مسلمان جنگ کی فریادیں دیکھ کر مسلمانوں نے حضرت زید کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ سے اور غازی منگو لیں۔

لیکن زید کو یہ مشورہ پسند نہ آیا اور جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

اے ایمان والوں تم حق کے پرستار ہو اور حق کی سر بلندی کے لئے لڑو۔

سے نکلے ہو اور تم اللہ کے سپاہی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہو اور تم

تو شہادت کی آرزو لے کر آئے ہو۔ اور اگر نبی کریم علیہ السلام کو منظر ہوتا

تو وہ اس لشکر کی تعداد زیادہ بھی کر سکتے تھے۔ اس لئے جتنی تعداد حضور

علیہ السلام نے مقرر کی ہے، میں اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اٹھو!

ہمت کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول پاک کا نام لے کر دشمنوں پر لو!

پڑو! اور انشاء اللہ فتح اسلام کی ہوگی۔

بس پھر کیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر نے فوجان مجاہدین توحید

اسلام کے دلوں میں جوش دو لولہ بھر دیا۔ ان میں آگ لگادی، انہوں نے اپنی تلواریں

سونت لیں۔ اللہ اکبر کی پرجوش اور پرہیزگار آواز نے موتہ کے میدان اور دشمن کی ٹہنیوں کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

اور پھر اسلام و کفر کے لشکر حق و باطل کی فوجیں اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے

لڑاکے میدان کا رزمیں اتر آئے۔ تلواریں میانوں سے نکلیں جیسے بجلی کو نہرتی ہے۔

تیرکمانوں سے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موتہ کا میدان حق و باطل کے شعلوں کی لپیٹ میں

آگیا اور تین ہزار مسلمان دو لاکھ عیسائیوں میں گھس گئے۔ تلواروں کی جھٹکا اور نیزوں کی

مہربان نے لڑائی کی آگ کو بھٹکا دیا۔ پورا میدان شعلوں جو اللہ کی۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔

دشمن کی صفوں میں تیر بن کر گھس گئے۔ تلوار بجلی کی طرح گرتی اور دشمنوں کے سروں کو دھڑوں

سے الگ کرتی ہوئی دوسری طرف جا نکلتی۔ دشمن کی صفوں پر صغیر الٹاتے ہوئے جوڑ جہاد

میں معروف عیسائیوں کو خون میں تر پاتے بہت دور تک چلے گئے۔ بالآخر اکیس ہزاروں

دشمنوں کے نرغے میں آ گئے۔ دشمنوں نے انہیں اکیلا پکار کر حملہ کر دیا اور وہ غلٹ

کی پاسبانی کرتے ہوئے اور حق کی سر بلندی کے لئے بے شمار زخم کھانے کے بعد شہید ہو گئے۔

از شواہد النبوت اردو ص ۱۹۲ - مدارج النبوت جلد ۲ اردو ص ۵۳

ادھر موتہ میں حضرت زید بن حارث شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضور انور صلی

اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ غلاموں نے سبب پوچھا!

تو آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ حضرت زید شہید ہو گئے۔

ادھر حضرت زید بن حارث شہید کا جھنڈا گرنے ہی والا تھا کہ حضرت جعفر بن ابی

طالب نے فوراً آگے بڑھ کر علم نبی لیا۔ اور پھر ہم سے ہوئے شیر کی طرح گر جتے ہوئے

دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور پھر اپنی شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ عیسائیوں پر ہیت ماری

ہو گئی۔



لیکن دشمن کی تعداد کا کوئی شمار ہی نہ تھا جتنے قتل ہوتے تھے اس سے زیادہ تازہ دم دشمن کے سپاہی ان کی جگہ آن لیتے ہیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آکر اپنے ہی گھوڑے کی کانچیں کاٹ ڈالیں اور پھر پیدل ہی لڑنے لگے۔ وہ جدھر کومند کرتے دشمنوں کی صفوں کو اٹتے چلے جاتے اور دشمن کائی کی طرح چھٹ جاتے اور حضرت جعفر بن ابی طالب کی شمشیر آبدار عیسائی فوجیوں کے سر کو ان کے جموں سے الگ کر کے اچھالتی گزر جاتی۔

اس طرح بہادری اور بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے ان کے اپنے جسم پر انٹی سے زیادہ مہلک زخم آچکے تھے لیکن آپ کی شجاعت اور ثابت قدمی میں کوئی کمی فرق نہ آیا تھا۔ اور آتا بھی کیوں؟

اس لئے کہ ہاشمی شیر تھے اور اسد اللہ الغالب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور اس علیؑ کے بھائی تھے کہ جس نے کبھی مرحب و عنتر کو کھچا ڈا اور کبھی خیبر کے آہنی قلعے کو اکھاڑا۔ اور جس کی تلوار کبھی احد کے میدان میں چمکی اور کبھی بدر کے ریکستان میں بھلی بن کرد دشمنوں پر گری۔ اور جس نے اپنی بہادری شجاعت اور جرات کے صلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ تمغہ جرات حاصل کیا تھا:۔

لَا خِشْيَ الْاَعْمٰی لَا سِیْفَ الْاَذُو الْفَقَارِ

حضرت جعفرؑ گھوڑے سے اتر کر پیادہ پا لڑتے رہے تھے، اور ایسے لڑے کہ عیسائیت کی دنیا لرز گئی۔ آخر کار آپ کے دائیں بازو پر تلوار لگی۔ بازو کٹ گیا، قریب تھا کہ پرچم توحید ہرنگوں ہو جاوے، انہوں نے بائیں ہاتھ سے تمام لیا، لڑتے ہوئے وہ بھی کٹ گیا لیکن اسلام کے جھنڈے کو بھکنے نہ دیا اور کٹے ہوئے بازوؤں کے تسموں سے تمام لیا۔ لیکن اب یہ اللہ کا شیر اور خدائی یلغار کا مجاہد دشمنوں سے نہ ہال ہوا تھا۔

دشمنوں نے زخمی اور نہ حال شیر کے گرد گھیر ڈال لیا۔ اور تلواروں اور نیزوں سے اس ہاشمی شیر کو پھینکی کر دیا۔ بالآخر یہ شہید ہو گئے۔ مگر سینکڑوں زخمیوں میں سے ایک زخم بھی آپ کی پشت پر نہ تھا۔

ادھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موتہ میں شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں بنی کریم علیہ السلام کی آنکھیں پھر اشکبار ہو گئیں۔ غلاموں نے پھر اس کا سبب پوچھا!

تو فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے ہیں اور جعفرؑ کے شہید ہونے پر پرچم اسلام گرنے ہی والا تھا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً آگے بڑھ کر اسلامی پرچم کو بلند کر دیا۔

وہ نشہ شوق شہادت کی سرستی میں میدان میں آتے ہیں اور دشمنوں کی جھول میں مردانہ وار گھس گئے اور ان کی تلوار بھلی کی تیزی کے ساتھ دشمنوں پر جاڑی جس عیسائیوں کی گردنیں ہوا میں اڑتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ زخم پر زخم لگتے گئے لیکن وہ شہادت کے شوق میں آگے ہی بڑھتے گئے اور آخر ایک نیزہ ان کے سینے کے آراہ ہو گیا اور وہ یہ آواز دے کر بیہوش ہو گئے۔

کہ مسلمانوں اسلام کے پرچم کو گرنے نہ دینا اور یہ شہنشاہ کونین علیہ السلام کا منتخب کیا ہوا لشکر اسلام کا بہادر سپہ سالار بھی شہید ہو گیا۔

ادھر حضرت عبداللہ شہید ہوئے اور ادھر حضور علیہ السلام کی آنکھوں میں پھر آنسو آگئے غلاموں نے اس کا بھی سبب پوچھا تو فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی شہید ہوئے پرچم اسلام سرنگوں ہونے ہی والا تھا کہ حضرت ثابت بن انجم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے نشان کو تمام لیا اور بلند آواز سے فرمایا مسلمانوں فوراً اپنا امیر بن لو۔ لشکر اسلام سے جواب آیا کہ ہم آپ کو ہی اپنا امیر بناتے ہیں مگر انہوں نے فرمایا جو مکہ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا اس لئے میری رائے ہے کہ



حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا جائے کیونکہ وہ ہی اس نازک گھڑی میں اسلام کی مدد کر سکتے ہیں۔

اور پھر تمام مجاہدین نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا سپہ سالار منتخب کر لیا۔ ادھر موتہ کے میدان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی خطرناک حالات میں حق و باطل کی خوفناک جنگ میں لشکر اسلام کے کمانڈر مقرر ہوئے تو ادھر مدینہ منورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلاموں سے فرمایا کہ۔

اب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا پرچم تمام لیا ہے جو اللہ کی تلوار ہیں اسلئے اب اسلام کی فتح انشاء اللہ ضرور ہوگی۔  
علم نبوت اور نگاہ رسالت کے قربان! کہ کس انداز سے جنگ موتہ کی پل پل کی خبر دے رہی ہے اور کس شان سے موتہ کے میدان کے ایک ایک پہلو، ایک ایک جان، ایک ایک زخم اور ایک ایک غازی اور شہید کی اطلاع دی جا رہی ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے پرچم توحید نبھاتے ہی، خدا و رسول کے باغیوں پر اور دین اسلام کے دشمنوں پر بھرپور حملہ ایسی جنگ چالوں کو ترتیب دے کر کیا کہ دشمن کا دلڑی دل لشکر گھبرا کر رہ گیا۔ پھر مجاہدین اسلام اس جو امنزدی سے لڑے کہ، عیسائیت کی دیواریں لرز کر رہ گئیں۔

ان کی قیادت میں اسلامی لشکر میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا اور مسلمان حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیر کمان جہان توڑ کر لڑے کہ جنگ فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہونے کو تھی کہ رات کے اندھیرے نے میدان جنگ پر اپنی سیاہ چادر پھیلا دی۔

اور اس طرح اس روز جنگ کا فیصلہ کوئی نہ ہو سکا۔

اگلی صبح ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کے شیر دل مجاہدوں کی ترتیب اس انداز سے کی کہ لشکر دستوں میں سے کچھ دستوں کو شمال اور جنوب کو بھیج دیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ جب بھی اللہ اکبر کا نعرہ لشکر سے بلند ہو شمال کی طرف سے خود بھی نعرے لگاتا ہوا حملہ آور ہو جائے۔ اور اسی جنوب والے دستے کریں۔ یہ ایک بہترین جنگی چال تھی۔

» ران جنگ یہ چال بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ صبح جب اعلان جنگ ہو گیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائیوں پر اس قدر شدت سے حملہ کیا کہ دشمن باوجود کثرت میں ہونے کے مسلمان مجاہدوں سے زخمی و زاری ہو چکے تھے لیکن جیسے جنگ نے زور پکڑا تو شمال کی طرف سے ایک دستہ اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے عیسائیوں پر حملہ ہو گیا۔ اس طرف لڑنے والے مجاہدین نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر جواب دیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عیسائیت کے لڑاکوں کی حالت عجیب ہو گئی انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کو مجاہدین کی نئی لگ امداد کے لئے پہنچ گئی ہے۔ ادھر مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کرنے شروع کئے ادھر حملے میں شدت آگئی۔

دوسری طرف چاروں اطراف سے حضرت خالد بن ولیدؓ کی جنگی چال کے مطابق مسلمان مجاہدین کے دستے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے عیسائی دستوں پر شاہینوں کی چھٹے۔ اور یہ صورت حال بڑی عجیب تھی۔ دشمن یہ دیکھ کر اجدود کثرت کے گھبرا گیا۔ اب لشکر اسلام کی ترتیب بدل دی گئی اور دوبارہ طبل جنگ بجا دیا گیا۔ تیرکناں اور تلواریں میانوں سے نکل آئیں۔ اور پھر توحید و شرک، اسلام و کفر، حق و باطل اور یلغار خدائی، لشکر کفر پر ٹوٹ پڑی۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت خالد ایک غصب



ناک شیر کی طرح گرجتے ہوئے جب دشمن پر حملہ کرتے تو دشمن حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگتے۔ یہ صورت حال دیکھ کر دوسرے مجاہدین کے حوصلے بھی بلند ہو گئے اور اب وہ بے جگری لڑ رہے تھے۔

موتہ کا میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ پہاڑ اور چٹانیں ہلنے لگیں اور ساتھ ہی اسلامی لشکر کا ایک دستہ شیروں کی طرح دھاڑتا ہوا میدان جنگ میں آ پہنچا اور پھر غضب کا رن پڑا۔ عیسائی لشکر نے مجاہدوں کی تازہ لگ آگئی ہے اور ساتھ ہی ان کے چہرے مسلمانوں کے عرب و ہیبت سے اتر گئے۔

ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر اللہ اکبر کی پُرجوش آواز میدان جنگ سے بلند ہوئی اور پھر ایک اور دستہ بھی میدان جنگ میں آں پہنچا۔ بس پھر کیا تھا۔ اس خدائی یلغار سے دشمنوں پر ہیبت طاری ہو گئی، ادھر حضرت خالد بن ولید کے پے در پے حملوں نے دشمنوں میں افراتفری پھیلادی۔

یاد رہے یہ وہی جنگ ہے جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو<sup>۹</sup> تلواریں ٹوٹی تھیں۔ اور جب نوں تلوار بھی ٹوٹ گئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی! کہ اے میرے اللہ پاک، قیامت کے دن میرے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجھے بزدلی کا طعنہ نہ دیا جائے۔ تلواریں دینا تیرا کام تھا اور لڑنا میرا کام ہے۔ اور پھر ایک یمنی تلوار ان کو مل گئی جس سے آخری وقت تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی مردانگی کے جوہر دکائے۔

اور پھر لشکر اسلام کے فرزند ان توحید اور کلمہ گو یان محمد نے اللہ اور رسول کا نام لے کر ایک فیصلہ کن حملہ کیا کہ عیسائی ٹڈی دل لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور اتنے عیسائی قتل ہوئے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر اور کپڑوں پر ان کا خون جم گیا۔ اور عیسائی لشکر اسلام کی اس خدائی یلغار کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ بکھڑے ہوئے اور اس طرح

ہونے والے عیسائیوں کی امداد کو رومیوں کا ایک ایک ٹڈی دل لشکر آ رہا ہے۔ انہوں نے حضرت فرات کو پانچ سو مجاہدین سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا تاکہ رومیوں کی اس فوج کو راستے میں روکا جائے۔

حضرت فرات ان شیر دل غازیوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ جب یہ اللہ کے شیر دشمنوں کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی تعداد بائیس ہزار کے قریب ہے۔ بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ دشمن کے اس لشکر جرات کے اتنی کم تعداد میں ٹکر لینا اچھا نہیں لہذا خالد بن ولید کو مزید لگ بھگتے کو کہا جائے کہ وہ مزید لگ روانہ کر دیں۔

لیکن حضرت فرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آ کر کہا کہ خدا کی قسم میں تو اس مقام سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اور میری طرف سے اجازت ہے کہ جو بھی واپس جانا چاہے چلا جائے۔ مگر میں تو اپنی جان خدا کی راہ میں بیچ چکا ہوں اور میں کافروں سے یہ نہیں سن سکتا کہ مسلمان بزدل تھے۔ اس لیے مقابلے میں نہیں آئے یہ لشکر دوسرے مجاہدوں کو بھی جوش آگیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

لڑائی شروع ہو گئی اور تلواروں کی بھنکار سے میدان جنگ میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا۔ رومیوں کا خیال تھا کہ ہم تھوڑی دیر میں ان مٹی جبر مسلمانوں کو ختم کر دیں گے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر کی صورت میں ایک خدائی یلغار تھی ہے اور اس کا ایک ایک غازی چٹان ہے اور ایک ایک مجاہد طوفان۔

حضرت فرات بڑی جواہری سے لڑتے ہوئے دشمن کی اگلی صفوں میں پہنچے۔ اور اس طرح دوسرے غازیان اسلام بہت پیچھے رہ گئے۔ رومیوں نے ان کے ارد گرد گھیر ڈال دیا اور تلواروں اور نیزوں سے وار پر وار کر کے لگے جس سے ان کے دونوں بازو شہید زخمی ہو گئے۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور رومیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔



## حضرت فرار بن ازور رضی اللہ عنہ

اور ان کی ہمیشہ خولہ رضی اللہ عنہا

مسلمانوں کے لیے ہے۔ یہ سلیقہ دلنوازی کا  
مروتہ حسن کا لکیر ہے مردانہ غازی کا

یہ بھی اسلام کے ایک شیر دل مجاہد۔ دین کے ایک سرفروش غازی اور خدائی یلغار کے  
ایک بہادر سپاہی تھے جو اپنی جانبازی، سرفروشی اور جلال شہادت کے جذبے میں مشہور تھے۔  
اور جوش جہاد میں اگر اپنے بدن کے کپڑے بھی اتار دیا کرتے تھے۔ اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر  
سوار ہو کر لڑا کرتے تھے۔

اسی لیے یہ اپنی جرات و شجاعت، عزم و استقلال اور ہیبت و غضب ناک کی  
وجہ سے عیسائیوں میں جتن مشہور ہو گئے تھے اور میدان جہاد میں جس طرف دشمنوں کا رخ  
کرتے عیسائی یہ کہتے ہوئے ان کے سامنے سے بھاگ نکلتے کہ جن آگیا جن آگیا۔  
مسلمانوں نے جب شام کی طرف خدائی یلغار کی صورت میں چڑھائی کی تو  
حضرت فرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے اور ان کی ہمیشہ  
حضرت خولہ بنت ازور ان کے شانہ بشانہ ان کے ہمراہ تھیں۔

لشکر اسلام دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ حضرت خالد بن ولید کو خبر ملی کہ محصور

ہونے والے عیسائیوں کی امداد کو روہیوں کا ایک ایک ٹڈی دل لشکر آ رہا ہے۔ انہوں  
نے حضرت فرار کو باغیچہ سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا تاکہ روہیوں  
کی اس فوج کو راستے میں روکا جائے۔

حضرت فرار ان شیر دل غازیوں کو روئے کر روانہ ہو گئے۔ جب یہ اللہ کے شیر دشمنوں  
کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی تعداد باغیچہ کے قریب ہے۔ بعض دوستوں نے  
مشورہ دیا کہ دشمن کے اس لشکر جرات کے اتنی کم تعداد میں ٹکرائیں اچھا نہیں لہذا خالد  
بن ولید کو مزید لگ بھگتے کو کہا جائے کہ وہ مزید لگ روادہ کر دیں۔

لیکن حضرت فرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں اگر کہا کہ خدائی قسم میں تو اس  
مقام سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اور میری طرف سے اجازت ہے کہ جو بھی  
واپس جانا چاہے چلا جائے۔ مگر میں تو اپنی جان خدائی راہ میں بیچ چکا ہوں اور  
میں کافروں سے یہ نہیں سن سکتا کہ مسلمان بزدل تھے۔ اس لیے مقابلے میں نہیں آئے  
یہ لشکر دوسرے مجاہدوں کو بھی جوش آگیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔  
لڑائی شروع ہو گئی اور تلواروں کی بھینکار سے میدان جنگ میں ایک شور قیامت برپا ہو  
گیا۔ روہیوں کا خیال تھا کہ ہم تھوڑی دیر میں ان ٹھٹی بھر مسلمانوں کو ختم کر دیں گے، لیکن وہ  
یہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر کی صورت میں ایک خدائی یلغار تھی ہے اور اس  
کا ایک ایک غازی چٹان ہے اور ایک ایک مجاہد طوفان۔

حضرت فرار بڑی جواغردی سے لڑتے ہوئے دشمن کی اگلی صفوں میں پہنچے۔  
اور اس طرح دوسرے غازیان اسلام بہت پیچھے رہ گئے۔ روہیوں نے ان کے ارد گرد  
گھیر ڈال دیا اور تلواروں اور نیزوں سے وار پر وار کرتے لگے جس سے ان کے دونوں  
بازوؤں شدید زخمی ہو گئے۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور روہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔



لنگے اونٹ کی پیٹھ پر زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور زخموں سے چمور دردناک اشعار پڑھ رہے ہیں۔

اپنے بھائی فخر شاہ کی دردناک آواز بہن غولہ نے سُن لی۔ چہرہ بجلی بن کر دیوں پر لوٹ پڑی، مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمنوں کو اپنی شمشیروں کی صغار پر رکھ لیا۔ بہت سارے قتل ہو گئے باقی حضرت فخر شاہ کو چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

بہن بھائی لگے ملے، دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ یہ خوشی کے آنسو تھے۔ اور پھر حضرت خالد کو پتہ چلا کہ روم کے شہنشاہ ہرقل نے ایک لشکر جوار سے مسلمانوں سے اپنی ذات آمیز شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے اجنادین روانہ کر دیا ہے۔

مسلمانوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ دمشق کا محاصرہ وقتی طور پر اٹھایا جائے اور دیگر مسلمان سپہ سالاروں کو بھی حکم دے بھیج دیئے کہ وہ اپنے لشکر کے اجنادین پہنچ جائیں۔ یہ خدائی یلغار، جب خدا کے بھر مے پر خدا کا نام لے کر روانہ ہوئی تو سب آگے حضرت خالد بن ولید تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے ابو عبیدہ بن جراح، پھول اور خواتین کی حفاظت کرتے چلے آ رہے تھے۔

ادھر اسلام کا لشکر دمشق کے محاصرہ کو اٹھا کر اجنادین کی طرف روانہ ہوا تو ادھر دمشق کے عیسائیوں نے اس موقع سے نا بڑھ اٹھاتے ہوئے دو عیسائی سرداروں نے لہی کمان میں جن کے نام بطرس اور پال تھے مسلمانوں پر اپنا تک حملہ کر دیا۔

چونکہ حملہ اپنا تک کیا گیا تھا، ایسے مسلمانوں کو صاف بندی کا بھی وقت نہ ملا کہ ردی چند مسلمان خواتین کو گرفتار کر کے واپس لوٹ گئے۔

خدا جلے کفر کے لشکر کو عورتوں کو گرفتار کرنے اور بچوں کو قتل کرنے میں کون سی بہادری اور شجاعت نظر آتی ہے۔ حالانکہ مہذب دنیا میں انسانیت و شرافت کے ترازو میں اگر یہ فعل تو لا جائے تو یہ بہادری نہیں بڑولی ہے۔ شجاعت نہیں کیونگی ہے جیسا کہ بھارت کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک حملہ کر کے بیگانہ عورتوں اور

سوم بچوں کو قتل کیا ہے۔ بھارت کے سوراؤں کی یہ بہادری انہیں بڑولی ہے۔ انسانیت نہیں ورنہ ان کی ہر شرافت نہیں، وحشت ہے۔

ان خواتین میں فخر شاہ کی ہمیشہ غولہ بھی تھی۔ جب ایک جگہ رومی آرام کرنے کے لئے رُکے تو حضرت غولہ نے اپنی قیدی بہنوں سے کہا کہ ہم سب اسلام کی بیٹیاں ہیں اور حق کی پرستار ہیں۔ ان کافروں کی غلامی قبول کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اپنی جانیں قربان کریں۔

چونکہ ان میں عرب کے بہادر اور جنگ جوقیہ کی خواتین بھی شامل تھیں ایسے حضرت غولہ کے ان الفاظ نے ان میں جوش پیدا کر دیا اور انہوں نے رومیوں کے خیموں کی چوبیس اکھڑیں اور دشمنوں پر چھوکی شیرنیوں کی طرح حملہ کر دیا اور رومیوں پر لوٹ پڑیں۔

اور حضرت غولہ نے اشعار پڑھ کر مسلمان خواتین کا حوصلہ بلند کر رہی تھیں۔

تَحْنُ بَنَاتُ تَبَّحَ وَحُمَیْمٍ  
وَضَرَبْنَا فِيكُمْ كَيْسَ مُنْكَرٍ  
لَا مَنَّا فِي الْحَرْبِ نَاذِرٌ شَعَرٌ  
أَلْيَوْمَ تَلْعَوْنَ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ

کہ۔ ” ہم تیج و حیر کے بہادر قبیلوں کی بیٹیاں ہیں اور ہمارے نزدیک تمہیں ہلاک کرنا تو اب ہے۔ ایسے ہم ڈرائی میں جلا دینے والا آگ بن جاتی ہیں یاد رکھو تم عذابِ عظیم میں ڈالے جاؤ گے۔ “

رومیوں نے چاروں طرف سے مسلمان خواتین کو گھیرے میں لے لیا اور ان پر حملہ کر دیا، لیکن ان کی تلواریں اور نیزے مسلم خواتین کی چوہوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ پھر انہوں نے بہت دیر تک یہ منظر دیکھا یہ حیرت انگیز لڑائی ہوتی رہی۔ ایسے کہ اس جنگ میں ایک طرف روم کے بڑے بڑے شہسوار تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کی بہادر خواتین



لنگے اونٹ کی پیٹھ پر زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور زخموں سے چور دروناک  
اشعار پڑھ رہے ہیں۔

اپنے بھائی فرار کی دروناک آواز بہن خوار نے سن لی۔ پھر وہ بجل بن کر دیوں  
پر لوٹ پڑی، مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمنوں کو اپنی شمشیروں کی صغار  
پر رکھ لیا۔ بہت سارے قتل ہو گئے، باقی حضرت فرار کو چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

بہن بھائی لگے ملے، دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ یہ خوشی کے آنسو  
تھے۔ اور پھر حضرت خالدؓ کو پتہ چلا کہ روم کے شہنشاہ ہرقل نے ایک لشکر جرار سے مسلمانوں  
سے اپنی ذلت آئینہ شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے اجنادین روانہ کر دیا ہے۔

مسلمانوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ دمشق کا محاصرہ وقتی طور پر اٹھایا جائے  
اور دیگر مسلمان سپہ سالاروں کو بھی حکم دے بھیج دیئے کہ وہ اپنے لشکر لے کر اجنادین پہنچ  
جائیں۔ یہ خدائی یلغار، جب خدا کے بھروسے پر خدا کا نام لے کر روانہ  
ہوئی تو سب آگے حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے ابو عبیدہ بن جراحؓ چلے  
اور خواتین کی حفاظت کرتے چلے آ رہے تھے۔

ادھر اسلام کا لشکر دمشق کے محاصرہ کو اٹھا کر اجنادین کی طرف روانہ ہوا تو ادھر  
دشمن کے عیسائیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو عیسائی سرداروں نے  
انہی کمان میں جن کے نام پطرس اور پال تھے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا۔

چونکہ حملہ اچانک کیا گیا تھا، ایسے مسلمانوں کو صاف بندی کا بھی وقت نہ ملا کہ ردی چند  
مسلمان خواتین کو گرفتار کر کے دایس لوٹ گئے۔

خدا جلنے کفر کے لشکر کو عورتوں کو گرفتار کرنے اور بچوں کو قتل کرنے میں کون سی  
بہادری اور شجاعت نظر آتی ہے۔ حالانکہ مہذب دنیا میں انسانیت و شرافت کے  
ترازو میں اگر یہ فعل تو لا جائے تو یہ بہادری نہیں بڑولی ہے۔ شجاعت نہیں کہیں گی ہے  
جیسا کہ تجارت کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک حملہ کر کے بیگانہ عورتوں اور

محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ سن کر شرجیل غسانی آتش غضب میں بھڑک  
اٹھا اور بدبخت نے جوش غضب میں اگر حضرت عارث بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید  
کر دیا۔

حضرت عارث بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر جب دالی دوجان  
صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ فوراً جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔

اور پھر۔ اسلام و کفر کی یہ عظیم جنگ مکرر کے میدان میں لڑی گئی!

اس جنگ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت  
نے نبی پاک علیہ السلام کو اتنا غم ناک کیا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ  
فرماتی ہیں کہ،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے لیکن آپؐ کے  
چہرہ انور سے حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
غم میں آنکھوں سے آنسو رواں تھے!

پھر آپؐ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد  
فرمایا!

بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۲۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

رَأَيْتُ جَعْفَرَ يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ

”میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ وہ جنت میں اڑ رہے ہیں۔“

بات یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو اس  
جنگ میں قلم ہو گئے تھے تو اللہ کریم نے انہیں جنت میں دونوں بازو عطا کر دیئے تھے۔

جَعَلَ اللَّهُ لَهُ جَنَاحَيْنِ يَطِيرُ بِهِمَا



## جنگِ موتہ

قارئینِ کرام! — یاد رہے کہ جنگِ موتہ کا سبب یہ بنا کہ امام الانبیاء  
صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی غیر مسلم حکمرانوں اور عرب قبائل کے سرداروں کے نام اسلامی  
دعوت کے مکتوب گرامی ارسال فرمائے۔

ان میں سے اس زمانے کے مشہور والی بھوشن جیل بن عمر غسانی کی طرف بھی  
حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط مبارک دے کر روانہ کر دیا۔  
حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے شاہی دربار میں پہنچے۔  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پیش کیا! —  
والی بھوشن جیل بن عمر غسانی نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ —  
حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تعارف کرایا اور جواب دیا کہ مدینہ  
منورہ سے آیا ہوں! —

شرجیل کہنے لگا۔

اچھا! تم محمد کے قاصد ہو! (صلی اللہ علیہ وسلم)  
فرمایا! نہیں۔ صرف محمد کا نہیں، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا

صاحب ہوں! —

محمد کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ سن کر شرجیل غسانی آتش غضب میں بھڑک  
اٹھا اور بدبخت نے جوش غضب میں اگر حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید  
کر دیا۔

حضرت عمارت بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر جب والی دوجان  
صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فوراً جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔  
اور پھر۔ اسلام و کفر کی یہ عظیم جنگِ موتہ کے میدان میں لڑی گئی!

اس جنگ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت  
نے نبی پاک علیہ السلام کو اتنا غم ناک کیا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ  
فرماتی ہیں کہ،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے لیکن آپ کے  
چہرہ انور سے حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
غم میں آنکھوں سے آنسو رواں تھے! —  
پھر آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد  
فرمایا!

بخاری شریف جلد ۵ ص ۵۲۶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ جَعْفَرَ يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ

”میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ وہ جنت میں اڑ رہے ہیں۔“

بات یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو اس  
جنگ میں قلم ہو گئے تھے تو اللہ کریم نے انہیں جنت میں دونوں بازو عطا کر دیئے تھے۔  
جَعَلَ اللَّهُ لَهُ جَنَاحَيْنِ يَطِيرُ بِهِمَا



## جنگِ موتہ

قارئین کرام! — یاد رہے کہ جنگِ موتہ کا سبب یہ بنا کہ امامِ اقبیاء  
ﷺ نے کئی غیر مسلم حکمرانوں اور عرب قبائل کے سرداروں کے نام اسلامی  
کے مکتوب گرامی ارسال فرمائے —

ان میں سے اس زمانے کے مشہور والی بھوشن جیل بن عمر غسانی کی طرف بھی  
حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط مبارک دے کر روانہ کر دیا —  
حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھرہ کے شاہی دربار میں پہنچے —  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پیش کیا! —  
والی بھوشن جیل بن عمر غسانی نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ —  
حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تعارف کرایا اور جواب دیا کہ بدرینہ  
سے آیا ہوں! —

شرجیل کہنے لگا —  
اچھا! تم محمد کے قاصد ہو! (صلی اللہ علیہ وسلم) —  
فرمایا! نہیں — صرف محمد کا نہیں، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا  
رہوں! —

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## محمد بن قاسم



حضرت گرامی — اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر محمد بن قاسم ہیں۔  
کو جس نے اٹھارہ سال کی عمر میں سندھ کو فتح کر کے اور ایک انتہائی ظالم اور عیاش  
ہندو راجہ داہر کو شکست دے کر دیبل کے قلعہ پر اسلام کا پرچم لہرایا —  
تفصیل اس دلچسپ واقعہ کی پچھلوں ہے کہ  
سرانذیب جو کہ آج کل سری لنکا کہلاتا ہے میں کچھ عرب تاجروں کو موت  
نے اپنی آغوش میں لے لیا —

تو سرانذیب کے حکمران نے بہت سے تحفے تحائف دے کر ان فوت شدہ  
عربوں کے بال بچوں کو ایک بحری جہاز پر واپس بھیج دیا۔ مگر راستہ میں سندھ کے  
بحری ڈاکوؤں نے دیبل کے قریب ان عربوں کے قافلے والے جہاز کو لوٹ لیا اور  
عرب عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا —

دو تین دن کے بعد جب ان ظالموں سے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو  
ایک نوجوان عرب مسلمان فیروزہ نامی لڑکی بلند آواز سے اور انتہائی دلگیر انداز میں بکاری  
یا حَتَّاجُ الْمَدَدُ! —

عربی مسلمان مظلوم لڑکی کی یہ آواز ہوا کے دوش پر پرواز کرتی ہوئی حجاج  
بن یوسف ثقفی جو کہ اس وقت خلافتِ اسلامیہ میں ایک مرد آہن اور بھرہ کا گورنر



اور مذہبی اسلام کی بیٹیاں سندھ کے ڈاکوؤں سے نجات حاصل کر سکتی ہیں۔  
اٹھو! ہمت سے کام لو۔ خدا و رسول پر بھروسہ کرو فتح و نصرت

تمہارے قدم چومے گی۔

اٹھو اور خلافت کی شمشیر برائے کوہِ بوسہ دے کر ہوا میں لہراؤ تاکہ سندھ کے  
راجہ داہر اور اس کے بھائی ڈاکوؤں کو پتہ چل جائے کہ

مسلمانوں کا خون ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اسلام کے سپاہیوں کی تلواریں  
ابھی کند نہیں ہوئیں، ان کی دھار ابھی بھی فضا میں ہلکتے ہوئے رومال کو دو نخت  
کر سکتی ہے تو دشمن کی گردن اڑانا اس کے معمولی بات ہے۔

حجاج کی گرجدار آواز اور اس کا پرستار جوش و ولولہ والے خطاب نے مسلمانوں  
کے دلوں کو گرا دیا۔ اور شوقِ شہادت کا جذبہ ان کے سینوں میں موجزن ہو گیا۔

بس پھر کیا تھا۔ اٹھارہ سال کا ایک نوجوان جس کا چہرہ جوش و ولولہ سے  
گلنار ہو رہا تھا جھپٹ کر جمع سے نکلا اور میدان میں آکر حجاج بن یوسف کی تلوار  
کو پکڑ کر بوسہ دیا اور فضا میں لہرایا جس سے میدان میں ایک بجلی سی کوند گئی۔

یہ جوان رعنا اسی حجاج بن یوسف کا بھتیجا محمد بن قاسم تھا جو اس اسلامی  
شکر کا سپہ سالار نامزد ہوا اور چھ ہزار سرفروزش سپاہیوں اور مجاہدوں کا سالار  
بن نعرہ بکبیر و رسالت لگاتا ہوا دریائے سندھ کی بہروں سے کھیلنے اور بحری ڈاکوؤں  
عرب کی پاکیزہ اور عفت آبِ خواتین کو رہا کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

محمد بن قاسم — حق و صداقت کا ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بن کر کفر و باطل کی  
تمام چٹانیں مسمار کر کے اور دریائے سندھ کے "ضبط کن روں کو اپنے شکر کے  
شہسواروں کے برق رفتار گھوڑوں کی ٹاپروں سے روند کر راجہ داہر کے شاہی محلات

موت آئی تو درکنار — انہیں ذرہ بھر تکلیف تک بھی نہ محسوس ہوئی

اقبالِ مرحوم نے سچ کہا ہے! —

کہ — کبھی زہر بھی کرتا ہے کارِ ثریا قوت!

یہ بات اٹل ہے کہ موت کا ایک وقت اللہ رب العزت کی طرف سے  
معین ہے اور وہ عین اپنے مقرر وقت متعین مقام پر ہی آئے گی۔ مگر شہادت  
تو زندگی کی معراج ہے اور شہادت کو تو موت کہنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ واضح قسہ آئی حکم ہے کہ —

"شہید کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں۔ مگر تمہیں ان کی زندگی کا

شعور نہیں ہے"





مفصل کو توڑنا اگرچہ ظاہر میں مشکل نظر آتا تھا

مگر اسلام کے جان نثار اور سرفروش مجاہدوں کی خدائی یلغار۔ راجہ داہر کے ہاتھیوں کو تنکوں کی طرح بہا کر لے گئی۔ مسلمان جان فروشوں کا حملہ اس قدر شدید اور زور تھا کہ ہاتھیوں کی تفصیل معمولی کنکریوں کی طرح بکھر گئی اور ہاتھی اس بڑی طرح بدحواس ہو کر اٹنے پاؤں بھاگے کہ انہوں نے اپنے ہی ہندو سپاہیوں کو روند ڈالا مسلمان مجاہدوں کے اس حملہ کو دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی مرجا کر چا پکار اٹھے۔ راجہ داہر نے فرار ہونا چاہا مگر محمد بن قاسم نے برق رفتار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور راجہ داہر کے ہاتھی پر جا پہنچا اور پھر اپنی تیغ براں سے راجہ داہر کے سفید ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی اور داہر کو میدان میں مقابلے کے لئے لٹکارا۔

خونریز مقابلہ ہوا۔ راجہ داہر، محمد بن قاسم کی فولادی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اور دہلیں پلینتر سے بدل کر محمد بن قاسم کی تمشیر تابدار کا نشانہ ہو گیا۔ راجہ داہر کے جہنم واصل ہونے کے بعد ہزاروں سندھیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور سندھ کے ڈاکوؤں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اس طرح اسلام کی قیدی دختران کو بھی رہائی نصیب ہوئی اور سندھ کو باب الاسلام کا خطاب ملا



پہلا اسلامی پرچم لہرانے کیلئے منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے نکلا۔

اور ایک آندھی و طوفان کی صورت مکران کے راستہ وادی سندھ میں داخل ہو گیا۔ اور پھر بن بیلہ کو مسخر کرتے ہوئے دیبل کے سامنے جا نکلا اور جاتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا۔

اسلامی لشکر نے کئی روز تک شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ ایسٹے کہ دیبل شہر کے بسنے والے پوری ہمت و حوصلے سے مدافعت کر رہے تھے۔ حجاج بن یوسف کو اس صورت حال کی اطلاع دی گئی۔ تو اس کہلا بھیجا کہ تحقیق عروس سے سنگ باری کی جائے۔

کیونکہ پتہ چلا کہ شہر والوں کا حوصلہ ایسٹے بلند ہے کہ شہر کے سب سے بڑے مندر کے سب اپنے گلس پر جو جھنڈا لہرا رہا ہے، جب تک وہ نہیں گرتا شہریوں کے حوصلے بلند رہیں گے۔

یہ بات راجہ کی طرف سے مندر کے پنڈتوں نے مشہور کر رکھی تھی۔ یہ جھنڈا اتنا اونچا اور اتنا دور تھا کہ شہر کی دیواروں کے باہر سے اسے گرایا نہیں جاسکتا تھا۔ منجیق عروس کو ۵۵ آدمی اٹھایا کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف کے فرمان کی تعمیل کی گئی۔ تو دیبل کے مندر کا وہ مینار یا برج جس پر جھنڈا لہراتا تھا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور اس کے گرتے ہی شہر والوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔

ایک اشارہ میں راجہ داہر اپنے ارد گرد کے دوسرے راجاؤں کو ساتھ ملا کر اسلام کے غلام ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔

چنانچہ ہرمین آباد کے وسیع تر علاقہ کو میدان جنگ بنایا گیا۔

راجہ داہر ایک سفید ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کا رزار میں اُترا۔ ہاتھیوں کے لشکر کی



## طارق بن زیاد



طارق بن زیاد — بھی خدائی یلغار کے ایک سرفروش اور جرات مند مجاہد تھے۔ جن کی بہادری و شجاعت اور عزم و استقلال نے افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کو پیدل عبور کر کے اندلس کے ساحل کو رات کے اندھیرے میں عبور کیا۔ اور پھر اپنے ٹھکانے غازیوں کی جماعت سے اندلس کے کلیساؤں میں اذانیں دیں —

طارق ابن زیاد نے جب لشکر اسلام کے صرف سات ہزار بہادروں کو اندلس کے ساحل پر چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ اتارا۔ تو وہ جانتے تھے کہ میں اسلام کے سات ہزار غازیوں کی ایک مٹھی بھر جماعت کو لے کر عظمت اسلام اور دین حق کی نشر و اشاعت کے لئے آیا ہوں۔

اور ان کو یہ بھی پتہ تھا کہ دشمن کی فوجی تعداد پچاس لاکھ ہے، بلکہ کئی کروڑ انسانوں کا ایک ملک ہے جہاں سب کے سب اجنبی اور عقیدے کے لحاظ سے بھی دشمن ہیں۔

مگر وہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اپنے بازوؤں کی قوت۔ اپنی تلوار کی کاٹ اور لشکر اسلام کے سرفروشن مجاہدوں کے عزم و استقلال سے پوری طرح مطمئن تھے۔

ایسے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ لشکر اسلام ایک خدائی یلغار ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی اور اسی لئے انہوں نے بحر ظلمات کو عبور کرتے ہی اپنی تمام کشتیاں جلا دی تھیں

اقبال مرحوم کے بقول: —

طارق چوں برکنده اندلس بفرینہ سوخت  
گفتند کار تو بہ نگاه ہے خسرو خطا است  
دوریم از سواد وطن باز چوں رسم  
ترک سبب ز روئے شریعت بکار دست  
خزید و دست خویش بشمشیر برد و گفت  
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے است

کہ طارق نے جب اندلس کے کنارے اپنی کشتیاں جلا دیں تو راسخوں نے کہا کہ یہ عقلمندی نہیں۔ ایسے کہ اپنے وطن سے بہت دور ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو ہم یہ دریا کیسے عبور کریں گے۔ راسخوں کی یہ شکایت سن کر طارق مسکرایا! اور اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر کہا کہ دنیا کا ہر ملک ہمارا ہے —

ایسے کہ ہر ملک ہمارے خدا کا ہے اور ہم خدائی یلغار کے سپاہی ہیں۔

اور پھر جب طارق کے حکم سے اسلام کے بہادر اور شیر دل مجاہد اپنی کشتیوں کو جلا رہے تھے تو کائنات کا ذرہ ذرہ خاموش تھا۔ فطرت مکار رہی تھی۔ آسمان کے فرشتے حیران تھے اور خود اس کے ساتھی پریشان تھے، لیکن طارق کے چہرے پر نہ کوئی پریشانی تھی نہ کوئی پشیمانی۔ نہ کسی خوف کے آثار نمایاں تھے۔

وہ اپنی جگہ باطل مطمئن تھا۔ اور پھر اس نے اپنے مضبوط بازوؤں کے آہنی خپوں میں اپنی فولادی تلوار پکڑ لی اور اس کو کئی بار چومنا اور بارگاہ الہی میں سجدہ ریز ہو گیا اور یہ دعا کی کہ: —

الہی یہ تیسرے پر اسرار بندے  
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی



شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن  
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی!  
کشادہ در دل سمجھتے ہیں اسکو  
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں



دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے  
وہ بجلی کر تھی نعرہ کشائی میں  
غزائم کو سینوں میں بیدار کر دے  
نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے

مسلمانوں نے اندلس کے ساحل کو عبور کرتے ہی نماز کے لیے اذان  
دی اور پھر سارا اسلامی لشکر خدا کے حضور میں سر بسجود ہو گیا۔ شاہ و گدا کا امتیاز  
اٹھ گیا۔ امیر و فقیر کی تمیز نہ رہی اور سپاہی و سپہ سالار کا فرق مٹ گیا۔

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز  
قبلہ رو ہو کے زمین بوس ہوئی قوم حجاز  
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و یار  
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز  
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے  
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اذان کی آواز ایک ایسا سوز تھا جو نفوس جماعہ سے کھرایا اور اس پر سوزنے  
اندلس کے دو کروڑ انسانوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس لیے کہ ان کے کان ابھی تک اس

حق سے نا آشنا تھے۔ کلمہ توحید کی پرسوز اور میٹھی آواز نے جہاں عوام کو حیرت میں ڈال  
دیا تھا وہاں اس صدائے الشداکبر نے اندلس کے شاہی محلات میں بھی کھلبلی مچادی  
فوراً انکارے بجا دیئے گئے اور ہر طرف شاہی قاصد مختلف علاقوں میں روانہ کر دیئے  
گئے تاکہ ہر علاقے کا گورنر اپنی اپنی فوج لے کر اندلس کے صدر مقام پر پہنچ جائے۔

چنانچہ دن پڑھتے ہی تمام صوبوں کے گورنر اور امراء شاہی فرمان کے مطابق اپنے  
اپنے سپاہیوں کے دستے لیکر اندلس کے شاہی ہمان خانے میں جمع ہو گئے اور پھر ایک  
جلسہ ہوا۔ اندلس کے سرحدی گورنر تدمیر نے ایک پرجوش تقریر کی۔

اور کہا۔ اے اندلس کی مقدس سرزمین کی حفاظت کرنے والے بہادر و!  
مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک لشکر نے اندلس کے ساحل کو عبور کیا ہے جس سے معلوم ہوتا  
ہے کہ وہ اندلس پر حملہ کر کے ہماری عزت و آبرو کو تاراج کرے گا۔ ہمارے سروں پر عزت کا تاج  
اتارنا چاہتا ہے۔

ان کے لباس پھٹے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں ٹوٹی تلواریں ہیں۔ وہ نہ کوئی  
شان و شوکت رکھتے ہیں اور نہ کوئی زینت و زیبائش اور اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے  
لیکن ان کے حوصلے بہت بلند ہیں۔

اسی لئے اٹھو اور اندلس کی مقدس سرزمین کی رکھوالی کے لئے تلواریں سونت لو اور شاہی  
تخت و تاج کی حفاظت کے لیے تیر حلقوں پر چڑھا لو اور بیرونی حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑو۔  
ہمت کرو اور اپنے معبودوں اور کلیساؤں کی عزت پر کٹ مرو۔ تمہاری فولادی تلواروں کے ساتھ  
ساتھ تمہارے بزرگ پادریوں کی دعائیں بھی شامل حال رہیں گی۔

تدمیر کی اس تقریر نے مجوسیوں کے لشکر میں ایک آگ لگا دی اور۔ ان کی آنکھیں  
غضبناک آنکھیں شعلے برسنے لگیں۔ اور پھر تدمیر و زریق کے زیرِ کمان خدا اور رسول کے دشمنوں



اور دین کے باغیوں کا ایک لشکر جو ان کے لشکر سے بھی زیادہ تھی، بڑی شان و شوکت سے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ سونے اور چاندی کے دستوں والی جھللی کرتی ہوئی تلواریں۔ لعل و جواہرات سے مرصع ہلے ہلے ہار، جسم پر اطلس و کنخواب کے سہری لباس۔ گھوڑوں کے سٹوں میں چاندی اور سونے کے خول۔ سہری مرصع زین و کاٹھیاں چنگ و درباب کی محفلیں، رقص و سرور کی مجلسیں۔ جام و شراب کے دورہ نقاروں اور ڈھولوں کا شور۔

ناچتے گاتے اور باجے بجاتے اور جھومتے جھاتے اور بڑے کبر و نخوت اور بکبر و غور کے ساتھ جارہے تھے۔

اور ادھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ نہ کوئی زیب و زینت تھی اور نہ کوئی شان و شوکت نہ کوئی آرائش و زیبائش اور نہ ہی کوئی آسائش و نمائش۔ جسموں پر کھدکے ہلے ہلے کرتے سروں پر سفید کفن کے کپڑے۔ بکھرے اور بے ترتیب بال، پچھے ہوئے لباس۔ ٹوٹی ہوئی تلواریں تھیں اور شکستہ نیزے۔ نہ کوڑے تھے اور نہ ہی جوڑے۔ نہ ماقی اور نہ گھوڑے۔ منہ میں روزے زبان پر اللہ کا نام اور پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے۔

اور دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام، لیکن دنیاوی شان و شوکت اور عارضی زیب و زینت نہ ہونے کے باوجود بھی ان کے چہروں پر آفتاب اسلام کی سہری کرنیں نمایاں تھیں اور ان کا رعب و دہرہ اور توحید کے جلال سے سرزمین اندلس لرز اُٹھتا تھا وہ جنگ کو ایک کھیل اور موت کو زندگی کی کامیابی سمجھ کر اسلام کے باغیوں کے ساتھ اپنے وطن سے ہزاروں میل دور آکر لڑنے والے تھے

اندلس کے مجوسیوں کا یہ بُدی دل لشکرِ تدمیر کی زیرِ کمان جب میدانِ جنگ میں پہنچا، تو مسلمان اس کی شان و شوکت، جہاد و جلال کو دیکھ کر، ان کا سامانِ جنگ اور سپاہ

و سائل و سپاہ کو دیکھ کر کچھ مضروب سے ہوئے تو اسلام کے شہر دل مجاہد طارق ابن زیاد نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے ایک دلولہ انگریز تقریر کی اور فرمایا!

کہ اے مادرِ اسلام کہ بہادر بیٹو! اللہ کی توحید کے پرستارو اور ناموس رسول کے پاسباؤں۔ تم کفر کی ظاہری قوت و طاقت اور شان و شوکت سے گھبراتے کیوں ہو۔ ہم جس اللہ کی توحید کا پیغام اور جس رسول کی رسالت کا اقرار و پیغام سنانے اور منوانے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ان کی تائید و نصرت ہر وقت اور ہر حالت میں ہمارے ساتھ ہیں۔ اس میں کسی قسم کے شبہ کی کوئی بات نہیں۔

میں نے کشتیاں ایلے جلا دی تھیں کہ اگر میں شکست بھی ہو تو ہم اپنے شکست خوردہ منہ لے کر واپس نہ جاسکیں۔ اب اگر تم واپس جانا بھی چاہو تو جا نہیں سکتے۔ ایلے کہ تمہارے پیچھے سمندر کی طوفانی لہریں اور ان موجوں میں ڈوب کر فنا ہو جاؤ گے۔ اور آگے بڑھو تو دشمن سامنے ہے۔ پیچھے جاؤ گے تو طوفانی لہریں تمہیں نکل جائیں گی اور آگے بڑھو گے تو دشمن کی فوج سے لڑ کر شہید ہو گے تو نواح پا جاؤ گے۔

پیچھے ہٹنا بزدلی ہے اور آگے بڑھنا..... بہادری۔ اٹھو اور اللہ اور اس کے رسول پر تمہارا بھروسہ ہے شہادت بھی کامیابی اور غازی بننا بھی باعثِ عزت و تکریم۔ تم دونوں طرح ہی کامیاب و کامران ہو۔

اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے دشمن پر شیروں کی طرح ٹوٹ پڑو اور اندلس کے آتش کدوں کو اللہ اکبر کی آواز سے بجھا دو اور انہیں ٹھنڈے کر دو۔

بس پھر کیا تھا۔ طارق کی اس تقریر نے لشکرِ اسلام کے خون کو گرمادیا اور پھر ان بارہ ہزار غازیانِ اسلام نے تلواریں بلند کیں۔ کمانوں میں تیر چلیں پر چڑھائے اور نیزے تان کر تیار ہو گئے۔ طارق ابن زیاد کے ساتھیوں کی تعداد سات ہزار تھی مگر بعد میں دشمن کی کثرتِ تعداد



کے پیش نظر موسیٰ بن نصیر نے مزید پانچ ہزار سواروں کی کمک روانہ کر دی تھی۔

ادھر فوج کفر کی طرف سے طبل جنگ بجا اور ادھر لشکر اسلام کی اللہ اکبر کی آواز فضا  
اندس میں گونجی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسلام و کفر کی جنگ کے شعلے جھڑک اٹھے اور  
حق و باطل کا ایک ہولناک معرکہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ یہ اسلام اور اللہ کے بہادر سپاہی بڑی  
بے جگری سے لڑ رہے تھے۔

تو دوسری طرف دشمن کے فوجی بھی اپنی انا اور غیرت کی جنگ لڑ رہے تھے اور وہ  
جان توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے۔

صبح سے یکسر شام تک حق و باطل کی دونوں طاقتیں پوری جرات سے لڑتی رہیں۔  
تو ایں آپس ٹکراتی رہیں اور تیروں کی بارش ہوتی رہی۔

اور اگرچہ دشمن کی فوج کے سپاہی جان توڑ کر رہے تھے، لیکن کئی بار ان کے قدم کھو  
اور بڑی کوشش کے بعد سنبھل گئے۔

آخر کار دن کی روشنی پر رات کی تاریک چادر چھا گئی اور دونوں طرف کی فوجیں الگ  
ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئیں۔

کفر کے خیموں میں ساری رات شراب و شباب کا دھڑلہ مچا رہا اور سرور و جام کے نذر  
چلتے رہے۔ ادھر اسلامی لشکر میں ساری رات عبادت اور دعائیں ہوتی رہیں۔ کفر کے  
سپاہی شراب پی کر ساری رات ناچتے رہے اور اسلام کے غازی ساری رات سوچتے رہے  
فوج کفر کے جو ان ساری رات جو رجفہ کرتے رہے۔ اور لشکر اسلام کے مجاہد ساری  
رات اللہ تعالیٰ کے حضور سجد و ریز ہو کر فتح و کامیابی کی دعائیں اور دعا جاتیں کرتے رہے۔  
اگلے صبح ہوئی تو جنگ کے دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں نے اپنے اپنے  
بہادر و دل کا خون گرنے اور ان کو بخش دلانے کے لیے تقریریں کیں۔ اور پھر میدان جنگ

گرم ہو گیا اور پھر تلواروں کی جھنکار سے جنگ کا میدان عرصہ محشر بن گیا اور پھر تیروں کی  
بارش سے اندس کے ساحل پر ایک طوفان برپا ہو گیا۔

دونوں طرف کے بہادر لڑے اور خوب لڑے۔ اگر ایک طرف سے اسلام کا  
پلہ بھارا ہوتا تو دوسری طرف سے کفر کا دباؤ بڑھ جاتا۔ سارا دن لڑتے گزر گیا، لیکن نتیجہ  
آج بھی کچھ نہ نکلا اور اس طرح سات دن متواتر حق و باطل کی جنگ ہوتی رہی لیکن فیصلہ  
کسی کے حق میں نہ ہو سکا۔

آخر جب آٹھویں دن کا سورج طلوع ہوا تو طارق ابن زیاد نے اپنے لشکروں کو  
کہا کہ آج انشاء اللہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی اور فیصلہ بھی ہمارے حق میں ہوگا۔ اٹھو اور  
دشمن پر خدائی یلغار بن کر ٹوٹ پڑو۔ اور وہ دیکھو ہماری فوج کا سورج طلوع  
ہو کر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے۔

اور پھر یہ خدائی یلغار کا لشکر اسلام کفرستان اندس پر حملہ آور ہو گیا۔ خدرا  
جانے آج کے دن کونسی غیبی طاقت اور امداد مسلمانوں کے ساتھ تھی کہ حملہ ہوتے ہی  
دشمنوں کے منہ پھر گئے۔ اور زہموس اسلام کے یہ بارہ ہزار محافظ غازی اس شجاعت  
اور جہاد خردی سے لڑے کہ جس طرف کا رخ کرتے کافران کے سامنے سے بھاگ کھڑے  
ہوتے۔ اور طارق نے اپنی تلوار کو میدان جنگ میں ایک بار پھر چوم لیا۔

وہ بجلی کی تیزی سے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر زریق سپہ سالار دشمن افواج  
کے سر پر جا پہنچے اور اسکو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر زہر آلودہ نیزہ اس کے سینہ کے  
پار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اپنی فولادی تلوار سے ایک بھر پور وار کر کے اس کی گردن کاٹ  
دی۔ اس کے جسم سے خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ گردن کاٹ گئی اور لعل و جواہرات سے مصع  
بڑا ہوا تاج شاہی اور گلے میں پڑے ہیروں اور موتیوں کے ہار بھی زمین پر پڑ گئے۔



بس پھر کیا تھا کر لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا اور اندلس کے فوجی اپنے امیر کی موت کے بعد گھبرا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔

اندلسی میدان کو چھوڑ کر اپنی جانوں کو بچانے کے لئے بھاگ نکلے۔ طارق نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان مجاہدین نے ان کا دور تک تعاقب کیا۔

طارق ابن زیادہ نے اسلام کی اس فتح پر سجدہ شکر ادا کیا اور پھر تمام مسلمان بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اور اس طرح اس خدائی یلغار نے اندلس کے آشکدوں میں گلشن توحید کے پھول کھلائے۔

اس جنگ میں اسلامی لشکر کو اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ اندلس میں مسلمانوں نے مسجدوں اور مدرسوں کی بنیادیں رکھ دیں۔ یہ طارق ابن زیادہ اور اس کے ساتھیوں کے قدموں کا نتیجہ تھا کہ اندلس نے آٹھ سو سال تک علم و ادب، سنرمہارت کا وہ بہتری دور دیکھا کہ آج کا جدید یورپ کا وہ تصویر پیش نہیں کر سکتا۔



## محمود غزنوی رحمہ اللہ علیہ



کیا نہیں ہے اور غزنوی کا رگہ حیات میں بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سو مشا!



محمود غزنوی بھی خدائی یلغار کا ایک بے خوف، نڈر اور غیرت مند غازی تھا جس نے اپنی قوت ایمانی اور اپنے مرشد کی طاقت روحانی سے ہندوستان کے بت خانوں میں اللہ کی توحید کی آواز کو بلند کیا۔

اور جس نے کفرستان ہند کے سب سے بڑے بت سونات کو اپنے اسلام کے گرز سے پاش پاش کر کے عملِ براہمی اور سنتِ مصطفویٰ کو ایک بار پھر زندہ کر دیا۔

کون محمود؟ جو اسلام کا ایک بہادر غازی، اللہ کا سرفروش بانی دین کا غیرت مند مجاہد اور میدان جنگ کا صفت شکن شیر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کا جیم خلیق، خلیفہ موم و صلوات کا پابند، شب بیدار عابد، تہجد گزار، زاہد اور عدل و انصاف کا پسیر حکمران بھی تھا۔

اور اس کے عدل و انصاف کی معمولی سی ایک داستان یہ ہے کہ ایک دن وہ اپنے تخت شاہی پر متمکن تھا اور اپنی رعیت کے دکھیوں، غریبوں، لاجاروں، مجبوروں



مظلوموں کی فریادیں سن رہا تھا کہ ایک عجیب و غریب جیلے کا آدمی اس کے دربار میں  
 حاضر ہوا۔ اسکا لباس تازہ تھا اور بال گرد میں اٹے ہوئے۔ جس کا جسم تو جلال  
 ہی سے کانپ رہا تھا لیکن غصے میں اس کی آنکھیں خون بہتے ہوئے تھیں۔  
 شاہی دربانوں نے اس کا راستہ روکنے کا بڑا جتن کیا لیکن وہ محمود غزنوی  
 کے سامنے حاضر ہونے پر مصر تھا کہ اچانک محمود غزنوی کی نظر اس پڑی اور دربان کو  
 کہہ کر اسے اندر آنے دیا جائے۔

وہ بڑی شان بے نیازی سے محمود کے پاس پہنچ گیا۔  
 محمود نے پوچھا۔ نوجوان کیا بات ہے ؟

اس شخص نے عرض کی۔ عالیجاہ ! میری غیر موجودگی میں شاہی خاندان کا ایک فرد  
 کو میرے گھر آنا ہے۔ اگر شریعت مصطفیٰ میں یہ جائز ہے تو میرا کوئی فخر نہیں،  
 اگر یہ جرم ہے تو اس کو روک کر میری دادری فرمائی جاوے۔

شاہی خاندان کے ایک فرد کے بارے میں یہ ناپاک حرکت کا سنکر محمود غزنوی کہے  
 ہوں میں خون اُترا یا۔

محمود نے کہا کہ واقعی تم سچ کہتے ہو کہ وہ شاہی خاندان کا فرد ہے ؟

اس شخص نے کہا کہ اگر میری بات غلط ہو تو آپ کو حق ہے کہ جو بھی سزا چاہیں دیں !  
 محمود نے اسکو کہا کہ اب تم جاؤ۔ اور پھر جب کبھی ایسا اتفاق ہو تو فوراً مجھے اطلاع دینا  
 دربان سے کہا کہ جب بھی یہ شخص مجھ سے ملنا چاہے اسے روکا نہ جائے۔ اسے ابھی طرح

جان لو۔

چنانچہ ایک رات ایسا ہی ہوا کہ محمود غزنوی اپنے دیوان خانے میں موجود تھا کہ اس  
 کا آدمی نے زنجیر ملا دی۔ دربانوں نے اسی وقت محمود کو اس کے آنے کی خبر دی۔

محمود اپنی خواب گاہ شاہی سے اٹھا اور پوچھا کہ اس وقت کیوں آئے ہو ؟  
 اس نے عرض کی اسے ظلم الہی ! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ میرے گھر بھی ایسا ہو تو اطلاع  
 دینا۔ سو جہاں پناہ۔ اس وقت شاہی خاندان کا وہ فرد میرے گھر میں موجود ہے۔  
 محمود غزنوی غصے سے اٹھا۔ نگلی تلوار ہاتھ میں لی اور آدھی رات کے وقت  
 اس غریب کے ساتھ چل دیا۔ اور پھر جب اس غریب کی ٹوٹی ہوئی بھونٹ پڑی میں پہنچا  
 تو چراغ جل رہا تھا۔

اور محمود غزنوی نے ملزم کو پہچان لیا۔ اور حکم دیا کہ چراغ کو بجھا دو۔  
 اور پھر رات کے اندھیرے میں تلوار کا وار کر کے ملزم کے دھڑکڑے کر دیئے۔  
 اور پھر کہا کہ مجھے نورانی پانی پلا دو۔

محمود غزنوی کی ان عجیب و غریب باتوں اور حرکات کو دیکھ رہ غیرت مند انسان  
 حیران ہو گیا۔

اور پھر عرض کی کہ۔ عالیجاہ چراغ بجھانے میں کیا راز تھا۔ اور ملزم کو قتل کرنے  
 کے بعد نورانی پانی پینے میں کیا بھید تھا۔ ؟

محمود غزنوی نے کہا کہ چراغ اسلئے بجھا دیا گیا تھا، کیونکہ میں نے پہچان لیا تھا کہ  
 ملزم میری بہن کا لڑکا تھا۔ اسلئے مجھے نگرہ مونی کہ چراغ کی روشنی میں مجھے ملزم پر عزم  
 نہ آجائے۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ملزم بچ جائے اور میرے ہاتھوں سے عدل و انصاف  
 کا دامن چھوٹ جائے۔

اور ملزم کو قتل کرنے کے بعد پانی اس لیئے پیا تھا کہ جس روز پہلی مرتبہ تم میرے  
 دربار میں فریاد لیکر گئے تھے تو میں نے اسی روز سے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک تمہارے  
 ساتھ انصاف نہ ہوگا میں پانی نہ پیوں گا۔

جس مسلمان حکمران کا اپنی رعیت کے ایک غریب آدمی کے ساتھ یہ حال ہو کہ وہ  
 انصاف کرتے وقت اپنے حقیقی بھائی کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہ کرے تو پھر ایسے



مسلمان کو کون شکست دے سکتا ہے اور ایسے مسلمان بادشاہ کی تلوار کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے تین سو راجپوت راجاؤں کی قوت اور سونات کے مہادیو کے لاکھوں بھاریوں کی طاقت بھی محمود غزنوی کی قوت ایمانی کے سامنے پانی کا ایک بلبلہ سا ہو کر رہ گئی۔

اس نے ہندوستان پر اتھارہ حملے کئے اور وہ ہر بار کامیابی و فتح پائی ہے پس لوٹا۔ اور پھر آخری بار جب وہ سونات کے بت کو توڑنے کے لئے چالیس ہزار باقار سپاہیوں کو لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس کا یہ لشکر اسلام خدائی یلغار بن گیا۔ لیکن حملہ کرنے سے پہلے وہ اپنے مرشد پاک حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اندری میں حاضر ہوا۔

اور عرض کی۔ آقا میں ہندوستان کے سب سے بڑے بت کو توڑنے جا رہا ہوں۔

میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی و فتح عطا فرمائے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا کہ محمود جاؤ اور میں دعا بھی کروں گا اور یہ میرا کرتہ بھی لیتے جاؤ۔ میدان جنگ میں اگر ضرورت پڑی تو تمہارے کام آئے گا۔

مرشد پاک کا کرتہ لے کر محمود غزنوی چالیس ہزار سوار مسلمانوں کے ایک لشکر لے کر آیا تھا اور ہوا۔ ہندوستان کے تین سو راجپوت اور مہاراجوں اور سونات کے لاکھوں بھاریوں و محافظوں کی تلواریں بھی مقابلے میں ہرا اٹھیں۔

اسلام کا یہ مجاہد، صف ثنن غازی، اور اللہ کا شیر، اپنے جانشین لشکر کو لیکر شیرازی طرح بھاڑتا ہوا غزنی سے چین کے راستے سرزمین ہند میں داخل ہو کر بلوچستان، سکھ اور گجرات کے ریگستان سے گزرتا ہوا سونات کے سامنے جا نکلا۔

ادھر۔۔۔ مہادیو کی مخالفت کیلئے پورے ہندوستان میں مذہبی جنگ کے اعلان کے بعد یہاں کا ہر ہندو اپنی باطی کے مطابق اس جنگ میں شریک تھا۔

ادھر مہادیو کی جے کا جیکارہ اٹھا تو دوسری طرف محمود غزنوی کے مجاہدوں نے اللہ اکبر کا نعرہ مستانہ بلند کیا جس فضا نے سونات گم ہو کر رہ گئی اور یہ گونج پور بھندوستان کی فضا پر بھاگئی۔

سونات کے بھاریوں نے محمود غزنوی کی آمد سے قبل ہی اعلان کر دیا تھا کہ اپنے مہادیو کی عزت کی محافظت کرتے ہوئے جو بھی مارا جائے گا وہ سیدھا سورگ کو جائیگا۔ ایسے اس لایعنی مسلمان کے ساتھ ہی بھارت مانا کہ جنگی جنونیوں میں ایک جوش سا پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ مہادیو کی مخالفت کے لئے اپنے سردھر کی بازی لگانے پر پوری طرح تیار ہو چکے تھے۔

جنگ سے پہلے محمود غزنوی نے اپنے مہادر مجاہدوں سے کہا۔

کہ اسے میرے شیروں جوانوں۔ اسلام کی آبرو کے بچاؤ اور۔۔۔ ناموس رسالت کے پاس بانو اور اسے ختم توحید کے پروانوں۔ حق و باطل کی یہ آخری جنگ اور اسلام کو کفر کا یہ آخری معرکہ ہے۔

اور ہم اپنے وطن سے ہزاروں میل دور کسی مادی خواہش اور ذاتی مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہیں آئے۔ اور ہمارے سامنے یہاں کے سونے چاندی کے خزانے بھی نہیں۔

ہیں۔ بلکہ ہم تو کفرستان ہند میں اسلام کی شمع روشن کرنے اور۔۔۔

ہندوستان کے بت خانوں میں اللہ کی توحید کا پرچم لہرنے کے لئے آئے ہیں۔ ایسے اب ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ فتح یا شہادت!۔

بس پھر کیا تھا۔ محمود کا اس تقریر نے لشکر اسلام کے دلوں میں امید فتح اور شوق شہادت کی آگ بھڑکادی۔

اور پھر نعرہ تکبیر سے سرزمین ہند بھی لرز اٹھی۔ خدائی یلغار آگے بڑھی اور میدان



دو طرفوں سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ کندیں پھینکی گئیں اور تلواریں مکرانے لگیں۔

مہادیو کی جے۔ اور۔ اللہ اکبر کی آواز قدم قدم پر اٹھنے لگی۔ وہ اپنے جھوٹے خدا سونمات کے بت کی حفاظت کے لئے اور یہ اپنے معبود برہمن کی توحید کی پاسبانی کے لئے لڑ رہے تھے۔

وہ لڑنے کو تو میدان میں آسکتے تھے، لیکن میدان جنگ میں مسلمانوں کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔

کہ مندروں میں بیٹھ کر پوریاں کھاتی تو آسان ہے۔ لیکن میدان جنگ میں مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ لشکر اسلام کا دباؤ بظاہر بظہر تھا جارہا تھا۔ اور پھر راجپوت راجوں اور سونمات کے برہمنوں کی سر توڑ مدافعت کے باوجود بھی۔ لشکر اسلام آگے بڑھتا گیا اور مندر کی فصیل تک پہنچ گیا۔

کئی دن تک اس فصیل کے ارد گرد حق و باطل اور توحید و شرک میں جنگ ہوتی رہی، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

اسی اثنا میں محمود غزنوی کو اپنے مرشد پاک خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے کرتے کا خیال آگیا۔

اُس نے وضو کیا، دو نفل پڑھے اور سر بسجود ہو کر باگاہ الہی میں التجاہ کی کہ "اے میرے اللہ میں کسی خالق غرض یا کسی نفسانی خواہش کے لئے نہیں بلکہ صرف تیری توحید کی آبرو اور ترے رسول کی ناموس کی خاطر اور ہندوستان کے ظلمت کو میں تیرا نام

بلند کرنے اور کفرستان ہند کے بت خانوں میں تیرے نام کی اذانیں دینے اور۔۔۔ رام کرشن کے پرستاروں کو تیرے محبوب پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام سنانے کے لئے لڑ رہا ہوں۔

اس لئے اپنے ایک مقبول بندے کے اس مقدس کرتے کے مدد سے میں مجھے کفر پر فتح نصیب فرما۔

محمود غزنوی کی یہ التجاہ قبول و مقبول ہو گئی۔ اور اس نے ایک بار پھر اپنے لشکریوں کو اپنی سرچش تفری سے گرا دیا۔

اور پھر ایک ایسا پُر زور دھچکوش حملہ کیا کہ ہندوستانی راجے اور مہادیو کے محافظ دہشت زدہ ہوئے۔ رام کی دہائی دیتے ہوئے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

جنگ ختم ہو چکی تھی اور یہ خدائی یلغار اس فتح و نصرت پر سجدہ شکر بجالائی۔ محمود غزنوی اپنے فولا دی گزیر کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ کر سونمات کے تختانہ کے اس احاطہ میں داخل ہوا۔ جہاں اس وقت کے ہندوستان کی تہذیب و تمدن کی شرمناک اور ذلیل سے ذلیل ترین حرکتیں ہوتی تھیں۔

میدان جنگ کے کچے کچے راجاڑوں، برہمنوں اور پڑھتوں نے محمود کے پاؤں کو پکڑ لیا اور ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ۔

ہمارے مہادیو کو نہ توڑیں۔ اس کے بدلے میں آپ جتنا چاہیں، سونا اور زرو جواہرات چاہیں لے لیں۔ اس کے علاوہ خزانہ دولت اور جو کچھ آپ چاہیں لے لیں۔

اس کے جواب میں۔ اس اسلام کے بت شکن مجاہد نے اپنا فولا دی گزیر اٹھایا اور مہادیو کے سر پر مارا۔ اور مہادیو کے ٹکڑے ہوئے۔

کہ میں بت فروش نہیں بلکہ بت شکن کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں! اور بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔



کرے — حق پرستوں کی اگر کی تو نے دیکھتی نہیں  
 طعنہ دیں گے بت کر مسلم کا خدا کوئی نہیں

بعض متعصب موزخوں اور ہندوستان کے کینہ پرور ہندوؤں نے محمود  
 کو ایک لیڈر اور ڈاکو ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کی ہے —

اس لیے کہ کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنا اور وہاں کے سونے چاندی  
 کے خزانے لوٹ لینا کوئی بہادری نہیں ہوتی —

لیکن — وہ نہیں جانتے کہ محمود غزنوی ایک پکا سچا مسلمان تھا۔ اور صحیح  
 معنوں میں مذہب پرست، ایسے اس کے مذہب میں بتوں کو توڑنا عین اسلام تھا۔  
 اور عمل ابراہیمی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سونے اور چاندی کے خزانے محمود کے  
 لئے مال غنیمت تھے —

۱ ستمبر ۱۹۹۵ء کو رات کے اندھیرے میں ہندوستان کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان  
 پر اچانک حملہ کر کے جب اسلام کو لالکارا تو وہ شاید یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ —

مہاراج ایہمہ کھیڈ تلوار دی اے  
 جنگ کھیڈ نہیں ہوندی زبانیاں دی

اور پھر اپنے ملک و ملت کی آزادی و وقار اور اسلام کی آبرو کی حفاظت کے لئے  
 جب صدر پاکستان محمد ایوب خاں کی بہادر قیادت میں اسلام کا لشکر مقابلے میں آیا تو یہ بھی  
 ایک ”خداائی یلغار“ تھی۔ جس کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی جرأت و شجاعت کی ضرورت  
 تھی۔ لیکن اس خداائی یلغار کے ہاتھوں ہر محاذ پر ہندوستان کے جنگی جنونیوں کی ذلت آئینہ  
 شکست نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھارت مانا کے بزدل بیٹوں کے پاس نہ کوئی جرأت ہے اور  
 نہ کوئی شجاعت۔ اور نہ کوئی حوصلہ ہے اور نہ کوئی استقلال —

اور پھر کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنے اور سونے اور چاندی کے خزانے  
 کو حاصل کرنے کے سبب محمود غزنوی کو ڈاکو اور لیڈر کہنے والے ہندو یہ بتائیں کہ —  
 اس جنگ میں تم نے کون سی بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ رات کے اندھیرے میں  
 جنگ کا اعلان کئے بغیر اچانک حملہ کر دینا۔ —

اور بچوں کو قتل اور عورتوں کو اغوا کر لینا اور پھر مسجدوں کو جلا ڈالنا۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں  
 کا کام نہیں تو — اور کیا ہے؟ —

کشمیر کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم و ستم، جبر و تشدد اور ان کو قتل کرنا۔ اس جرم کی سزا  
 ہے کہ وہ ہندوستان کے ظالم حکمرانوں اور بھارت کے وحشی درندوں سے غلامی کی زنجیریں  
 توڑ کر آزاد ہونا چاہتے ہیں —

حلا کہ آج سے اٹھارہ سال قبل انگریز کی غلامی سے نجات پانے اور غلامی کی  
 زنجیریں توڑنے کے لئے انگریزی ہند بھی وہ سب کچھ کر چکے ہیں جو آج کشمیر کے مسلمان  
 کر رہے ہیں —

عدم تشدد سے یکسر ہم کیس۔ جلیانوالہ باغ کی گولیاں اور جیل خانوں کی سلاخیں  
 اس بات کی گواہ ہیں کہ اپنی آزادی کے لئے جلوں بھی نکالے جاتے تھے اور مظاہرے  
 بھی ہوتے تھے —

فرنگیوں کی سامراجی طاقت کے خلاف تقریریں بھی ہوتی تھیں اور مضامین  
 بھی لکھے جاتے تھے اور تحریک آزادی کے کایاب بنانے کے لئے ہاتھ کاڑھی کے  
 عدم تشدد کے نظریے کو پھوڑ کر ریل کی پٹریاں تک اکھاڑ دی جاتی ہیں —

اور سرکاری دفاتروں اور میلوں پر ایٹشنوں کو آگ تک لگا دی جاتی رہی اور سردار  
 بھگت سنگھ کو دائرے کی گاڑی پر بم پھینکنا پڑا —



اگر وہ سب کچھ ویسے بھگتی تھی تو آج کشمیر کے مسلمانوں کی یہ تحریک آزادی بغاوت کیوں ہے؟ ————— جس کو کچلنے کے لئے ہندوستان کے وحشی دہشت گرد اور ظالم حکمران ان پر جو ظلم و ستم کر رہے ہیں اس کی مثال تو ہندوستان بزرگوار کی راج کے دوسو سال تسلط بھی پیش نہیں کر سکتا۔

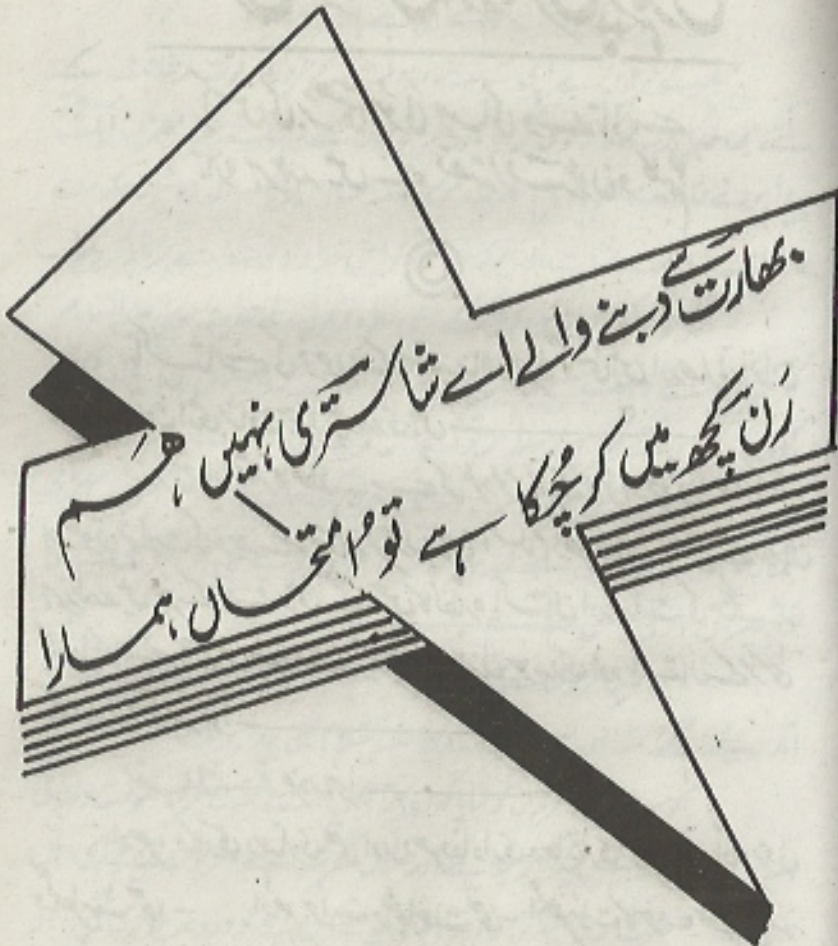
اور پھر اسی تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے ہندوستان کے جنگی سوراوٹوں نے پاکستان پر بھی حملہ کر دیا۔ لیکن پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے جس ہمت و جرات اور عزم و استقلال اور اتحاد و اتفاق سے اس کا مقابلہ کیا۔

اور پاکستان کی مسلح بہادر افواج نے خدائی یلغار کی صورت میں جس جانثاری اور شہر آشوبی کے جذبے سے سرشار ہو کر جو ہجرت انگیز جنگی کارنامے دکھائے وہ قیادت تک ایک لازوال حقیقت کی صورت میں زندہ رہیں گے۔

اور اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک جنگِ موتہ اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا کرتہ مبارک سونائے کو فتح کرنے کا سبب بن سکتا ہے تو جہادِ پاکستان میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرت علی شیر خاں کرم اللہ وجہہ الکریم۔ میاں شیر محمد شرق پوری۔ داتا گنج بخش۔ پیر جماعت علی شاہ لٹانی اور امام علی الحق اور دوسرے اولیائے کرام بھی پاکستان کی بہادر فوجوں کی مدد کے لئے شامل تھے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم ط





## جنرل موسیٰ اور جنرل چوہدری

اس کی بڑھتی ہوئی بیباکی و بے تابی سے  
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فخر و کلیم



پاکستان کی فوجوں کے سپہ سالار جنرل موسیٰ ہیں اور بھارتی افواج  
کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل چوہدری ہیں۔  
مندرج بالا شعر کا مطلب یہ ہے کہ مردِ مومن کے جوش و خروش، جہاد کی تڑپ  
اور شوقِ شہادت کی وجہ سے موسیٰ و فرعون یعنی اسلام و کفر اور حق و باطل کے درمیان  
ہرزمانے میں معرکے ہوتے رہیں گے جس کا نظارہ پاکستان اور بھارت کی جنگ میں  
کیا جا چکا ہے جس میں ہندوستان کے فرعون جنرل چوہدری اور پاکستان کے موسیٰ  
کے درمیان مقابلہ ہوا۔

مقابلہ — تو ضرور ہوا — لیکن

ادھر، مکاری و عیاری تھی اور ادھر وفاداری و جانتاری تھی۔ ادھر نزول  
و گیسٹ تھی۔ ادھر ہزات و شجاعت تھی۔ ادھر موت کا خوف تھا۔ اور  
ادھر شہادت کا شوق تھا۔ ادھر کفر و باطل تھا اور ادھر اسلام و حق تھا۔  
ادھر ہندوستان کا فرعون تھا اور ادھر پاکستان کا موسیٰ۔ غرضیکہ توحید و شرک

کی ٹکرتھی — اور اسلام و کفر کی لڑائی۔ نیک و بد کی جنگ تھی اور حق و باطل  
کا معرکہ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ

مشکل کلیم ہوا اگر معرکہ آزا کوئی  
اب بھی درخت طور سے آتی ہے باغ کا تخت

مصر کے فرعون نے اپنی حکومت و دولت کے عز و اور قوت و طاقت کے  
نشے میں غبار ہونے کا دعویٰ کر دیا اور پھر بخومیوں کے یہ بتانے پر کہ مصر میں ایک نیا  
پیدا ہونے والا ہے جس کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ اور وہ تیری حکومت  
و سلطنت، دولت و ثروت اور تیری خدائی کو اپنی خدا داد قوت سے برباد کر دے گا۔  
بخومیوں کی اس پیش گوئی کے پیش نظر، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام  
کو قتل کروانے کا ایک منصوبہ تیار کیا۔ اور اپنی مملکت میں اعلان عام کر دیا کہ اگر  
کوئی لڑکا کسی کے گھر میں پیدا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔  
اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اسے زندہ رکھا جائے۔ چنانچہ فرعون کے حکم پر  
ہلکا تمام ملک میں پھیل گئے اور ہر اس گھر کی نگرانی ہونے لگی جس گھر میں بچہ کی  
کی پیدائش متوقع تھی۔

اس طرح فرعون کے حکم بد سے ملک مصر میں ہزاروں بچے موت کے گھاٹ  
اتر دیئے گئے۔ اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پیدا ہو گئے۔

بخومیوں نے فرعون کو بتایا کہ وہ بچہ جس کے ہاتھوں تیری حکومت و خدائی  
برباد ہونے والی ہے پیدا ہو چکا ہے اور فلاں گھر میں ہے۔ فرعون کے سپاہی وہاں  
پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام والدہ ماجدہ اپنے اس بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ جو  
اللہ تعالیٰ کا جلیل القدر پیغمبر ہونے والا تھا اور وہ بچہ کہ جس نے جو ان ہو کر فرعون کی  
طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی فرعونیت اور بھڑائی کو تباہ کر کے نبی اسرائیل کو اس



کے ظلم و ستم سے نجات دلائی تھی۔

اور جس نے آگے چل کر خدائی طاقت اور نبوت و رسالت کے ملال و کمال سے فرعونوں کی دخت و بربریت اور ان کی باطل پرستی کے تختے کو الٹ کر اس دنیا میں حق و صداقت - عدل و انصاف اور توحید و اسلام کی شمع روشن کرنی تھی۔ اور یہ وہی سچ تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات و کمالات عصارہ فتح و نصرت اور ید بیضاء کی غیر فانی روشنی کے ساتھ ساتھ اولیٰ دلائل اور رتبہ ازلہ کی آرزو بھی عطا ہونے والی تھی۔

اور یہ وہی سچ تھا کہ پھر اسی عصارہ فتح و نصرت سے پتھروں سے پانی کے چشمے - دریائے نیل کی پھری ہوئی موجوں میں راستہ اور ید بیضاء کی روشنی سے نسل انسانی کو سیدھی راہ دکھانے والا تھا۔ بچہ ماں کی جھول میں تھا اور فرعون کے سپاہی دروازے پر!

مکان کا دروازہ زور سے کھٹکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے پوچھا کون ہے؟

جواب ملا ہم فرعون کے سپاہی ہیں۔ دروازہ کھولو! اور یہ سخت آواز سن کر ماں کا دل دھڑکنے لگا۔ ایسے کہ وہ فرعون کے سپاہی تھے اور فرعون معصوم بچوں کا دشمن تھا!

حضرت حکیم اللہ علیہ السلام کی ماں نے پھر پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ سپاہیوں نے جواب دیا کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہاں ایک بچہ ہے! ناں مجھ گئی کہ بس میرے بچے کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو مصر کے دوسرے ہزاروں بچوں کا ہو چکا ہے اور پھر وہ سجدے میں گر گئی اور عرض کی اے پروردگار میرے بچے کو فرعون کی تلوار سے بچائے۔

دعا قبول ہو گئی اور ہوتی بھی کیوں ناں؟

اور اگر وہ دعا نہ بھی کرتی تو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ہونے والے پیغمبر کی حفاظت کرنی تھی کیونکہ یہ اللہ کی اپنی مشیت تھی۔ اور پھر آواز آئی۔

در تنور انداز موسیٰ را تو زود

مانگہد ریم او از ناز و دود

کہ میرے پیارے کلیم کی ماں جلدی اٹھ اور اپنے اس معصوم بچے کو اپنے ہی ہاتھوں سے اس جلتے ہوئے تنور میں پھینک کر اوپر ڈھکنا دے دے۔ اور گھبراہٹ کر کہنے لگیں۔ ایسے کہ آگ تو آگ رہی ہم تیرے بچے کو دھواں تک نہیں لگنے دیں۔ اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے یہ حیرت انگیز اور سرت انگیز آواز سن کر اپنے بچے کو تنور کے دیکھتے انگاروں میں رکھ کر اس پر ڈھکن دے دیا۔ اور اس کام سے فارغ ہو کر گھر کا دروازہ کھول دیا گیا۔

فرعون کے سپاہی اندر آ گئے۔ مکان کی بھی طرح سے تلاشی لی۔ گھر کا کونہ کو نہ دیکھا۔ صندوقوں اور الماریوں کے تالے توڑے۔ لیکن ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکا کہ وہ بچہ تنور کے اندر گرم انگاروں سے کھیل رہا ہے۔

سپاہی تلاش کر کے اور مالوس ہو کر واپس چلے گئے تو ماں نے تندور پر ڈھکنا اٹھایا۔ دیکھا تو پھر آرام سے بیٹھا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ ماں کی متناہ دیکھ کر جوش میں آ گئی اور اس نے بچے کو تندور سے نکال کر سینے سے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر ادا کیا اور پھر خدا تعالیٰ اس بچے کو دریائے نیل کی طوفانی لہروں سے بچایا۔

تو مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے جس بندے سے کوئی لینا ہوتا ہے اور



جن کے نورانی ہاتھوں سے کافر و مشرک بادشاہوں کے پھیلے ہوئے کفر و شرک اور ظلم و جابر حکمرانوں کے پروردہ، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کا خاتمہ کرا کے اپنی مخلوق انسانی کو توحید و اسلام - حق و صداقت، عدل و انصاف اور نیکی و پارسائی کی راہ دکھانا مقصود ہوتی ہے۔

تو پھر وہ خود اپنے اس برگزیدہ اور خاص بندے کی حفاظت و نگہداشت کرتا ہے۔ اور پھر وہ وقت بھی اگیا کہ

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں

تور دیتا ہے کوئی مسکسی طلسم سامری

اور پھر اللہ تعالیٰ کے یہ جلیل القدر پیغمبر خداوند کریم کے اولوالعزم رسول اور رب دو جہاں کے لاڈلے اور جلال و ہیبت والے نبی - فرعون ہی کے شاہی محلات میں پل کر حیران ہوئے۔

فسرعون کا ظلم بڑھتا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہوتے گئے اور پھر توحید کی صداٹے و نواز اور حق کی آواز - زدگداز مصر کی وادیوں میں گونج اٹھی۔

اور فرعون کے ظلم و ستم، وحشت و بربریت، ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک کے متعلقہ کا ضرب کلیمی سے ٹوٹنے کا وقت آن پہنچا۔ اور تکبر و غرور اور جاہ و جلال اور جھوٹی،

خدائی کے عمل کرنے کا وقت آگیا۔ اور پھر اس صداٹے حق کو نہ فرعون کی قوت دبا سکی اور نہ ہی رسیوں کے سانپ بنانے والے فرعون کے جادوگر، عصا موسوی کا مقابلہ کر سکے۔

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑھتی ہوئی تحریک توحید و رسالت کو کچلنے کیلئے فرعون نے تمام ملک سے جادوگر منگوائے کیونکہ یہ دور جادوگری کے عروج کا تھا اور پھر جب ایک کھلے میدان میں اسلام و کفر کی ٹکر - توحید و شرک کی جنگ - اللہ کے پیغمبر اور

فرعون کے جادوگروں اور نبی کے معجزے اور ان کے جادو کا مقابلہ ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارگاہ میں یہ عرض کرنے پر جواب آیا !

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَالِبُ

کو اے میرے پیارے کلیم ذرہ برابر بھی خوف نہ کر تو ہی غالب آئے گا۔

فسرعون کی طرف سے یہ آخری ٹکری جو توحید و ایمان کی دعوت اور حق و صداقت کی تحریک کو دبانے کے لئے لی گئی۔ لیکن اس ٹکری میں بھی حق و باطل پر، اسلام کفر پر، اور روحانیت مادہ پرستی پر غالب آئی۔ اور یہی قوت الہیہ اور طاقت روحانی کی طرف علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ

ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی

کبھی شمشیر محمد اور کبھی چوب کلیم

اور پھر ہر میدان میں شکست کھانے اور ہر محاذ پر بڑی طرح پیہم ہونے کے بعد آخر فسرعون دریاٹے نیل کی طوفانی موجوں میں ڈوب کر فنا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی مکرو فریب کے تمام جال ٹوٹ گئے اور اس جھوٹی خدائی کا عمل بھی زمیں بوس ہو گیا اور پھر توحید الہی کا پرچم اور حق و صداقت کا جھنڈا ہلال احمر بن کر مصر کی نلک بوس عارتوں پر بہانے لگا۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہندوستان کے فرعون اور بھارت کے سامری نے پاکستان

کے موسیٰ کے ساتھ ٹکری۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی

ابھی درخت طر سے آتی ہے بالک تھفت

اور بھارت کے فرعون اور بھارت کے سامری نے پاکستان کے نام کے موسیٰ



کے ساتھ جنگ کر کے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلیم کے نام کی لاج رکھ لی اور بھارت کے سامری کا طلسم، ضرب کلیسی اور چوب موسوی سے کس طرح توڑا اور طاقت رومانی کی طرف اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ

بے معجزہ دنیا میں ابھرتے نہیں قومیں  
جو ضرب کلیسی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

بھارت کے فرعون جنرل چودھری نے رات کے اندھیرے میں اعلان جنگ کیے بغیر پاکستان پر اپنا حملہ کر دیا جو جنرل چودھری، مسٹر جون اور مسٹر شاستری کے نزدیک ایک فوجی کارروائی ہو سکتا ہے۔ لیکن نیک مہذب اور انصاف پسند مورخ جب آئندہ تاریخ لکھیں گے تو بھارت کے اس حملے کو ایک مسلح ڈاکے سے تعبیر کریں گے۔

ایسے کہ اعلان جنگ کیے بغیر رات کے اندھیرے میں سوئے اور بہتے لوگوں پر اپنا حملہ کر دینا اور پھر عام شہریوں، دیہاتیوں کو قتل کرنا اور خواتین تک کو اغوا کر لینا فوجی حملہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا چوروں، لیٹروں اور ڈاکوؤں کا کام ہوتا ہے۔ اور پھر لاہور، سیالکوٹ اور دوسرے علاقوں پر بھارت کے سامری اور ہندوستان کے فرعون کے جادو گردوں کی پاکستان کے موسیٰ کے بہادر حق پرستاروں اور اللہ کے شیروں کے ساتھ جنگ ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت کے سامری کے پجاری پاکستان کے فرزندانِ توحید کا مقابلہ نہ کر سکے اور ہمدان میں ان کو ذلت آمیز شکست کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور وہ قوم جو خواجہ حمیری کی لکڑی کی گھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکی۔ وہ پاکستان بھوکے شیروں کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی امیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرستانِ ہند کے بت غانوں میں توحید کی شمع روشن کرنے آئے۔ بھارت کے برہمنوں کو حق و اسلام کی دعوت دینے

آئے۔ مائاد یوی کے پجاریوں کو خانہ کعبہ کا تعارف کرانے آئے۔ پتھروں کی مورتوں کے آگے بھکنے والوں کو ایک اللہ کے آگے جھکانے آئے اور رام کرشن کا نام چپنے والوں کو مقامِ مصطفیٰ سمجھانے آئے اور اس شان سے آئے کہ نہ کوئی فوج تھی اور نہ کوئی لشکر۔ نہ ہاتھ میں کوئی تلوار تھی نہ خنجر۔ نہ کوئی جوڑا نہ کوئی گھوڑا اور نہ کوئی طاقت اور نہ کوئی قوت۔

بس ہاتھ میں ایک تسبیح تھی اور گلے میں کلام پاک۔ سر پر ٹوپی تھی اور پاؤں میں کھڑاویں اور دل میں شمع توحید کی روشنی تھی اور آنکھوں میں نورِ مصطفیٰ کے جلوے۔ اس لئے کہ

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے

وہ بات جو مردِ بلند کی بلاغہ میں ہے

حکومت پر حقوی راج کی تھی۔ اور ہوگی جے پال تھا۔ پر حقوی راج نے

حکومت کا رعب دکھایا۔ مگر اللہ کا فقر سکرایا۔ !

کہ۔ خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی

انہیں ہے سخر و طفل سے کم شکوہ فقر

راجے نے طاقت آزمائی۔ فقیر نے شان فقر دکھائی کہ

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ

فقر ہے یروں کا، فقر ہے شاہوں کا شاہ

پر حقوی راج نے کہا۔ اد فقر۔ یہاں نکل جاو۔ !

فقیر نے فرمایا۔ راجہ تم ہی بدل جاو۔ !

راجے نے کہا۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟



فیقر نے فرمایا ہے

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم ازاں۔ لا الہ الا اللہ

اور پھر جب پر حقوی راج کی طاقت اس مرد حق شناس پر غالب نہ آسکی تو

اس وقت کے ہندوستان کے مشہور و معروف جادوگر جوگی جو سرکاری اور درباری

تھا اور جس کی ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے

اور جس کا نام ہے پال تھا کو بلایا گیا۔ تاکہ وہ جادو کے زور پر فقر و درویشی پر غالب آجائے۔

آخر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ ادھر کفر تھا۔ ادھر حق و اسلام۔ ادھر

گمراہی و ضلالت تھی۔ اور ادھر رشد و ہدایت۔ ادھر باہرستی تھی۔ ادھر نیک

ادھر جادو تھا۔ اور ادھر کرامت۔ ادھر شاہی جوگی تھا جسے پال۔ ادھر اللہ کا

درویش خواجہ معین الدین چشتی

جادو اسباب کا محتاج ہوتا ہے۔ اور کرامت کسی اسباب کی محتاج نہیں ہوتی۔

جوگی نے اپنی مٹھی بند کی اور کہا۔ او فقیر بنا میری مٹھی میں کیا ہے؟

خواجہ صاحب نے نگاہ فقر سے دیکھا اور تیری مٹھی میں گنگا و جمنادریاؤں کی پیت ہے۔

جوگی جسے پال نے کہا ٹھیک ہے!

اور پھر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بارغ جنت کا ایک

پھول اپنی مٹھی میں بند کر کے فرمایا۔

او جوگی۔ بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

جوگی جسے پال نے اپنے جادو کے زور پر زمین کا کونہ کونہ جھان مارا مگر اسکی مٹھی میں کچھ

نہ آیا اور پھر وہ اپنے جادو کے زور پر فضا میں پرواز کر گیا اور ابھی تھوڑا سا بلند ہوا تھا کہ

خواجہ صاحب نے اپنی لکڑی کی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ جاؤ، اس جوگی کو نیچے زمین پر اتار دو

بس پھر کیا تھا۔ یہ حکم سنتے ہی دونوں کھڑاؤں فضا میں بلند ہو گئیں اور جوگی

جسے پال کے سر پر بسنے لگیں۔ جب جادو کرنے دیکھا کہ یہ کھڑاؤں اس کا پیچھا نہ

پھوئیں گی بالآخر مجبور ہو کر وہ زمین پر اتر آیا۔

جسے پال زمین پر اترتے ہی خواجہ صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور مسلمان ہو گیا

اور اس کی قبر آج بھی خواجہ صاحب کے مزار پاک کے ساتھ ہے۔

اور پھر آہستہ آہستہ کفرستان ہند میں خواجہ کے فیض روحانی کے چشے اپنے

لگے اور بھارت کے بت خانوں میں اذانوں کی آوازیں آنے لگیں اور اسی طرح خواجہ

معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانیت کے فیض اور فقر و غنا کے

زور سے لڑتے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا۔

آج ہندوستان کا فرعون جبرل چوہدری بھی اسی قوم کا ایک فرد ہے اور بھارت

کا سامری مسٹر شاستری بھی انہی ہندوؤں میں سے ایک ہندو ہے اور مسٹر چون بھی اپنی

لاالوں میں سے ایک لالہ ہے اور پنڈت رادھا کرشن بھی انہی پنڈتوں میں سے

ایک پنڈت ہے، جو اپنی قوت و طاقت، شان و شوکت اور فوجوں کے باوجود

بھی خواجہ اجمیری کی کھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکے۔

تو پھر وہ قوم جو خواجہ اجمیری کی لکڑی کی کھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکی تھی۔ آج پاکستان

کے شیر دل جوانوں کے ساتھ کیسے کڑے کر سکتی ہے؟

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے

رودش کسی کی گدایا نہ ہو تو کیا کہیے!

مصر کے فرعون کی طرح بھارت کے فرعون نے بھی اپنی فوجی طاقت سے شیر کے

مظلوم مسلمانوں کے معصوم بچوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ اور یہ قتل عام صرف اسی

لئے ہی تھا کہ ان کو انہیں بچوں کے ماتحتوں اپنی فرعونیت کا خاتمہ نظر آتا ہے اور



وہ جان چکا ہے کہ کشمیر کا بچہ بچہ اب ہمارے بچہ استبداد سے نجات حاصل کرنے کے لیے میدان عمل میں اُتر آیا ہے۔ اور انہوں نے ہماری غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے اپنی آزادی وطن و ملت کی خاطر اپنے تن من و دھن کی بازی لگا دی ہے اور ہماری وحشت و بربریت کی تباہ کن آندھیاں بھی ان کی تحریک آزادی کی شمع کو نہیں بجھا سکتیں۔

اور اب یہ تحریک جو کشمیریوں نے شروع کر دی ہے اور جس میں شمع آزادی کو اپنا خون دیا اور تن من و دھن جھونک دیا ہے اس کو بجھانا اب ہندو فرعون کے بس کی بات نہیں۔ چاہے وہ ظلم و بربریت کی ساری حدیں عبور کر کے کشمیری مسلمانوں اب اس بنیے فرعون کو اس کے اپنے خون کے دریائے نیل میں غرق کر کے ہی دم لیں گے۔ صبح آزادی کی کرن اب نمودار ہو چکی ہے جس کو طلوع ہونے میں اب زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

## خدا کی بلیغ

تھے ہمیں ایک تیرے معرکہ آراؤں میں  
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں  
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں  
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں  
شان آنکھوں میں نہ چھتی تھی جہاں داروں کی  
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

اللہ کے شیر۔ محمد کے غلام۔ اسلام کے غازی اور حق کے پرستار اپنی میثاقوں پر سجدوں کے نشان۔ نگاہوں میں جن یار کے جلوے۔ دلوں میں شہادت کا شوق اور اپنے ماعتوں میں ننگی تلواریں لے کر جب خدا کی توحید کا پیغام۔ رسول پاک کی رسالت کا پیغام۔ اسلام کی صداقت کی تبلیغ اور نسل انسانی کو ظلمت کدہ کفر و باطل سے نجات دلا کر گہوارہ نور ایمان کی طرف لانے کیلئے سرزمین عرب سے سرکھٹ اور کفن بدوش ہو کر نکلتے تو پھر نہ پہاڑ ان کا راستہ روک سکے تھے اور نہ ہی دریاؤں کے طوفان۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ حاجی و نمازی ہونے کے ساتھ ساتھ درغازی بھی تھے اور زاہد و عابد ہونے کے ساتھ ساتھ سرزوش مجاہد بھی۔ اور اگر وہ رات کو مصلوں پر بارگاہ ایزدی میں بکھڑے



ہوتے تھے تو دن کو برق رفتار گھوڑوں کی پشتوں پر لڑنے کیلئے سوار ہوتے تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو شکر اسلام کی صورت میں "خدا کی یلغار تھے"!

جو دینہ منورہ سے اٹھی اور پھر مصر و عراق، روم و شام تک گئی، وہاں سے اٹھی تو افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دیتی ہوئی ایران و ہندوستان تک پہنچی۔ اور تاریخ کا ایک ایک ورق، پہاڑوں کی ایک چوٹی، ریت کا ایک ایک ذرہ اور لنگاہ جھنکی ایک ایک موج اس بات کی گواہ ہے کہ

مسلمانوں کی اس خدائی یلغار کو نہ روم و شام کے قیصر و کسری روک سکے اور نہ ہی افریقہ کے تدمیر و زلیق۔ اور اس کا مقابلہ نہ ایران کے رستموں کی تلواریں کر سکیں اور نہ ہی ہندوستان کے رائے سانگے اور سرہٹے سردار روک سکے۔

انیسٹے کہ مسلمانوں کی اس خدائی یلغار کے ایسے شکر اسلامی شکر پر مشتمل ہوتے تھے جو اللہ کے سپاہی بھی ہوتے تھے اور مصطفیٰ کے خدائی بھی! اور وہ مجدد ہیں نمازی ہوتے تھے اور میدان میں غازی بھی۔ وہ رات کے غائب بھی تھے۔ اور دن کے مجاہد بھی!

بھلا جس اسلامی شکر میں حضرت خالد بن ولید، فزار بن اندرز، محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور بابری جیسے شیر دل سپاہی اور اللہ کے شیر موجود ہوں تو پھر یہ خدائی یلغار نہ ہو تو اور کیا ہو سکتی ہے۔



## بحری بیڑا

دشت تو دشت ہیں دریا بھی پھوڑے ہم نے  
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

جہادِ پاکستان میں جہاں پاکستان کی میدانی فوج اور فضائی فوج کے شیر دل جوانوں کی جنگی داستانیں قیامت تک ملت اسلامیہ کے دلوں کو گراتی رہیں گی، وہاں پاکستان کے بحری بیڑے کے حیرت انگیز کارنامے بھی تاریخ کے اوراق پر سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بحری جنگوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔  
ابن ماجہ شریف ص ۲۰۸ اِنَّ اللّٰهَ وَكُلَّ مَلَكٍ الْمَوْتِ بِقَبْضِ  
الْاَمْرِ وَاَحَدُ شَهِيدٍ الْبَحْرِ فَاِنَّهُ يَتَوَلَّى قَبْضَ اَرْوَاحِهِ  
کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے انسانی ارواح قبض کرنے کے لئے موت  
کے فرشتے کو مقرر کر دیا ہے۔ مگر بحری لڑائی میں شہید ہونے والے مسلمان  
کی روح خدا تعالیٰ خود قبض کرتا ہے۔

اس حدیث پاک سے سمندری جنگ کی فضیلت اور پھر حق و باطل کے اس میں  
شہید ہونے والوں کا مقام اعزاز و درجہ روزِ روشن کی طرح نکھر کر سامنے آ جاتا ہے!  
اور پھر پاکستان کے بحری بیڑے کے جوان کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ اپنے کملی والے  
آقا کی بارگاہِ عالیہ میں بہت ہی مقبول و منظور ہیں۔



پاکستان پر ہندوستان کے حملے کی خبر سنتے ہی پاک بحری بیڑے کے تمام چاک و چوبند جوان، ملک و ملت کے بہادر غازی اور پاکستان کے ساحلوں کی حفاظت کرنے والے اللہ کے شیر سمندر کی طوفانی موجوں سے کھیلنے کے لئے تیار ہو گئے! یا علی بنکے نلک شگاف نعرے کی آواز فضا نے آسمانی میں گونجی اور پھر سمندر کی گہرائیوں میں جا پہنچی۔ لنگر اٹھا دیئے گئے اور بیڑے کے کپتان نے بیڑے کا رخ دوارکا کے بحری اڈے کے ساحلی علاقے کی طرف اس دعا کے ساتھ موڑ دیا کہ اے اللہ

تو خشکی، تری پہ قادر ہے، آسان میری مشکل کر دے  
ساحل کی طرف کشتی نہ بھی کشتی کی طرف ساحل کر دے

اور پھر پاکستان کا یہ بحری بیڑا اپنے شیر دل جوانوں اور سمندر کے مگر ٹھپوں کو لے کر آہستہ آہستہ سمندر کی پھری ہوئی لہروں پر تیرنے لگا۔ اسلام کا یہ پاک بحری بیڑا کفر کے پلید بیڑے کو غرق کرنے جا رہا تھا! اور اسلام کا یہ جنگی بیڑا اپنے وطن عزیز کے پاک ساحلوں کی حفاظت کے لئے کفرستان ہند کے بتان سومات کو اپنی ضرب غزنوی سے توڑنے کے لئے جناب ایڈمرل اے آر خان کی حوصلہ مند اور بہادر قیادت میں بھیل دیا گیا۔

یہ مردان غازی محمود غزنوی کی شمشیر برآں لے کر اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے پر سمندر کی اچھلتی ہوئی موجوں سے کھیلنے ہوئے دوسو وٹس میل دور ہندوستان کے ایک مضبوط بحری قلعے دوارکا کے ساحل کی طرف بڑھنے لگے۔

اقبال مرحوم نے مرد مسلمان کا یہی مقام بیان کیا ہے کہ  
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم  
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اور چونکہ اس پاک بیڑے میں دین اسلام کی عظمت کے پاسبان تھے۔ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نگہبان تھے۔ ملک و ملت کی آبرو کے رکھوالے تھے۔ چمنستان وطن کی رنگین بہاروں کے متوالے تھے اور چونکہ پاکستان کے اس بیڑے میں اسلام کے مگر ٹھپے تھے جو کفر کے دریا کی پھیلیاں کھانے جا رہے تھے۔ ایسے تھیں پر تھیں کھا رہے تھے مگر بیڑا صحیح سلامت موجوں سے کھیلتا ہوا اردان دوان تھا۔ دوسو وٹس میل کا ناملہ پاکستان کے شیر دل جوانوں کے لئے دو قدم بن گیا اور یہ اللہ کے شیر سمندر کے طوفانوں میں اسلام و کفر اور حق و باطل کی جنگ کا ایک اور طوفان برپا کرنے جا رہے تھے! اگر سمندر کی یہ تباہ کن موجوں کی راہ میں کسی کا دل گھبرا یا بھی تو فرما دے خضر آئی کر،

کا پنتا ہے دل تیرا اندیشہ طوفان سے  
ناخدا تو، سحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

اور پھر راستے میں کئی بار سمندری لہروں کا طوفان اٹھا۔ اور تباہ کن موجیں بیڑے سے ٹکرائیں۔ لیکن جرات و ہمت کے یہ پیکر جوان سمندری طوفانوں سے بے نیاز ہو کر اقبال مرحوم کا شعر گاتے ہوئے بڑے صبر و استقلال کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھتے جا رہے تھے کہ:

سفینہ برگ گل بنا لے گا قافلہ مور ناتواں کا  
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

اور پھر پاکستان کا یہ پاک بیڑا سمندر کی اٹھا پینہائیوں، طوفانی لہروں اور پھری ہوئی موجوں کو چیرتا ہوا اپنی منزل مقصود پر جا پہنچا اور پھر دوارکا کا قلعہ تھا اور پاک بیڑے کے غازی۔ توپوں کے منہ پوری طرح کھول دیئے گئے اور بھارتی سامراج کی قوت کا غور



توڑنے کے لئے اللہ کے شیروں نے آگ برسانی شروع کر دی۔ اور پھر چند ہی لمحوں میں پاکستان کے غازیوں نے کفرستان ہند کے مضبوط ترین بحری قلعے کو بھسم کر کے بتان سونمات کو پاش پاش کر کے اپنی تاریخ کو دہرایا۔

دشمن کے ہوا بازوں نے پاکستان کے اس بیڑے کو ڈوبنے کے لئے پورے دو سکاؤٹرن لڑاکا اور بمبار طیاروں سے حملہ کر دیا۔ مگر پاک بیڑے کی توپوں نے انہیں جیل کوؤں کی طرح بکھر کر رکھ دیا۔ باقیوں نے جھاگ کر اپنی جان بچائی۔

اسلام کے جس بیڑے کو وہ ڈوبنے کی خاطر آئے تھے، اس کے بہادر غازی ملاحوں کی حیرت انگیز کارکردگی کے باعث خود ہی سمندر کی اتھاہ لہریوں میں ڈوب گئے اور پھر بغیر کسی نقصان کے پاکستان کا یہ جنگی بیڑا فتح و نصرت کے شایانے بجاتا، بخیر و عافیت اپنے ساحل پر واپس آگیا۔

اسلام کا یہ پاک بیڑا جب اپنی بندرگاہ سے روانہ ہوا تو پچھلے سے سمندر کے نیلے پانی کی جھڑاس اور اوپر سوزج کی تپش! بیڑے کے جوانوں نے اپنے بہادر کپتان کے کہا کہ اوپر چھتریاں باندھ لی جائیں!

مگر کپتان نے چھتریاں باندھنے کی بجائے نیلی چھتری والے اپنے خدا کے حضور سزجود ہو کر عجز و انکساری سے دعا کی کہ اے میرے مولا! ہم کسی تفریحی یا تجارتی سفر پر نہیں جا رہے بلکہ تو دلوں کا حال جانتا ہے بلکہ تیرے دین کی پاسبانی اور اپنے ملک و ملت کی نگہبانی کرنے جا رہے ہیں! اور یہ پاکستان کے غزنوی کفرستان ہند کے بتان سونمات کو توڑنے جا رہے ہیں۔ ہمارے اوپر اپنی رحمت کا سایہ کر دے۔

بس پھر کیا تھا۔ پاکستان نے سجدے سے سر اٹھایا! آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ ایک چھوٹی سی سیاہ بدلی افق آسمانی پر نمودار ہوئی اور پاکستان کے بیڑے کے

اوپر سایہ رحمت بن گئی! باقی ہر جگہ سخت دھوپ تھی لیکن پاک بیڑہ جب تک اپنا کام کر کے کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپس اپنے اڈے پر نہیں پہنچ گیا۔ وہ بدلی بحری بیڑے کے اوپری سایہ فلک نری۔

اور پھر بھارت نے جنگ کے آخری دن اپنا آخری بیڑا بھی غرق کر دیا۔ پاکستان کی آبدوز غازی نے ایک کارروائی کے دوران غرق کیا۔

پاک بحریہ کے ہاتھوں دو ارتکا کے بحری قلعے کی تباہی و بربادی کا انتقام لینے کے لئے ہندوستان کے جنگی جہازوں نے بمبئی سے سارے نین سویل دور بحرہ عرب میں اپنے چار بحری جہازوں سے فائر بندی سے کوئی نو گھنٹے قبل شام کے چھ بجے پاکستان کی آبدوز غازی پر حملہ کیا جو دشمن کے بحری بیڑے کی تاک میں سمندر کی اتھاہ لہریوں میں تیر رہی تھی اور اس کے علیے کے بہادر جوان کپتان کے آرنیازی کے جرات مندانہ قیادت میں اس آبدوز میں دشمن کی تلاش میں تھے تاکہ دشمن کا بیڑہ پاکستان کے مقدس ساحلوں پر حملہ نہ کر دے۔

انتہائی مشکل حالات کے باوجود غازی آبدوز کے شیروں افسروں اور اللہ کے شیروں نے اپنی خداداد بے مثال جرأت اور بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا اور اللہ کا نام لے کر دشمن پر جوابی حملہ کر دیا اور تاریکیوں کے ذریعے دشمن کا ایک بیڑہ غرق کر دیا جس کی قیمت دس کروڑ تھی۔

جب بھارت کا ایک جہاز سمندر کی تہ میں پہنچ گیا تو باقی جہازوں کے بزدل حملے میں خوف و ہراس پھیل گیا اور وہ انتہائی افراتفری کے عالم میں جھاگ کھڑا ہوا۔

مگر جب پاکستان کی آبدوز بھارت کا بیڑا غرق کر کے سمندر کی ہروں کو چیرتی ہوئی اپنے اڈے کی طرف آ رہی تھی کہ بھارتی طیاروں نے اس پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ اس



وقت فائز بندی ہر چکی تھی لیکن بھارت کے بیٹوں نے اپنی وعدہ خستانی اور بد نظری کا اظہار کر دیا اور اپنی ان روایات پر عمل کرتے ہوئے اپنی فضائیہ کو حکم دیدیا۔ دشمن کے طیارے، پاکستانی آبدوز "غازی" کا سراغ لگانے کی سرگود کو شش کرتے رہے کہ اسے تباہ کیا جائے مگر بہت ذہنیت بنیاد وجود اپنی سرگود کو شش کے سوائے نامرادی اور ناکامی کے کچھ حاصل نہ کر سکا۔ اور آبدوز غازی بجز دعا اپنے مستقر پر کامیاب و بامراد پہنچ گئی۔

"غازی" کے بہادر عملے نے بھارت ایسی مٹی پر پاؤں رکھنے میں جس جس بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ صدر پاکستان نے ان کو اس کا نام پر بہت ہی خراج تحسین پیش کرتے ہوئے میڈل اور تمغوں سے نوازا۔ کمانڈر کے آریازی کو ستارہ جرأت - لیفٹیننٹ کمانڈر احمد نسیم کو ستارہ جرأت - ای۔ آر۔ اے۔ سٹر غلام نبی کو تمغہ جرأت دیا گیا۔

جن کی ہمت سے ہوا برباد پھر یہ سونمات  
ان جوان مردوں، سمندری باد بانوں کو سلام



## جہاد پاکستان اور غیبی امداد!

بندہ مٹ جائے نہ جو آقا پہ وہ بندہ کیا ہے  
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ مولا کیا ہے

جہاد پاکستان میں پاکستان کی شیر دل افواج نے جہاں اپنی بے مثال جرأت و شجاعت، لاثانی جوا نوردی و ثابت قدمی اور غیر فانی ایثار و قربانی کے لازوال جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھارت کی بے پناہ فوجی طاقت کے بھرپور حملوں کو ہر محاذ پر پسپا کر کے آروئے ملک و ملت کی رکھوالی - ناموس دین و وطن کے حفاظت - شمع حق و صداقت کی نگہبانی، عظمتِ مصطفیٰ کی پاسبانی اور وقارِ اسلام اور اسلام کی نگہبانی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہاں اولیائے کرام اور خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد بھی پوری طرح شامل ہے! بلکہ اس جہاد میں مسلمانوں کی تمام جرأت و شجاعت اور عزم و استقلال، بزرگان دین اور امت کے غمخوار و مددگار کسمپٹی و دلے آقا علیہ السلام کی مرحوم منت ہے۔

اپنی امت کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا تعلق بیان کرتے ہوئے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے: — پارہ ۱۱ - سورۃ التوبہ - آیت ۱۲۹ -  
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا مَنِتُّمْ



خُرَیْنِیْ غَایِبِکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رُوْفٌ رَّحِیْمٌ ط۔

کہ میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری طرف آیا اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو صدمہ ہوتا ہے اور وہ تمہارے ایمان کا خراش مند ہے۔

اور وہ ایمان والوں پر شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔

قرآن پاک کے اس واضح ارشاد کے پیش نظر جب حضور علیہ السلام کو اپنی امت سے اتنا پیار ہے کہ اگر تمہیں کوئی دکھ اور تکلیف پہنچے تو کالی کلی والے آقا علیہ السلام کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور میں کانٹا بھی چبھ جائے تو ان کو درد ہوتا ہے۔

تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جہاد پاکستان میں تاجدارِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ہندوستان کے کافر توپوں کے گولوں اور جہازوں سے بم برسائیں تو وہ اپنی امت کی غم خواری اور مدد نہ کریں اور خاموش بیٹھ دیکھتے رہیں اور مصیبت و مشکل میں مبتلا اپنے غلاموں کی مدد کو نہ آئیں! اور وہ نبی جو اپنی امت کے پاؤں میں کانٹا برواشت نہیں کرتا وہ کافروں کے گولے اور بم برستے کیسے دیکھ سکتا ہے۔

حضرت مولانا علامہ محمد سلیم صاحب خطیب جامع مسجد جمال خانوآندہ۔ لائل پور جو اسم با سہمی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ درو بھی ہیں اور اہل سنت و جماعت کے ایک بلند پایہ خطیب بھی! میرے پاس تشریف لائے! میں نے اس کتاب کی تصنیف کے بارے میں عرض کی تو انہوں نے ازراہِ کرم صحاح ستہ کی کتاب نسائی شریف کی ایک حدیث پاک مجھے یاد کروائی اور ساتھ ہی اس کی تشریح و وضاحت بھی کر دی۔

نسائی شریف۔ جلد دوم۔ غزوہ ہند ص ۶۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَإِنْ أَذْرَكَتْهَا أَتَفَقَّ فِيْهَا نَفْسِيْ وَمَالِيْ۔

اور اگر میں اس غزوہ میں شہید ہو جاؤں (یا کرو یا جاؤں) تو افضل الشہداء ہوں گا۔

صحاح ستہ کی اس حدیث پاک سے ایک تو موجودہ جہاد پاکستان کی فضیلت اور اس میں شہید ہونے والے مسلمانوں کا مقام بتانا مقصود تھا۔

اور ساتھ ہی اس غزوہ کا حضور علیہ السلام کو بھی علم بھی تھا اور پھر اسمیں شامل ہو کر اپنے مال و جان خرچ کر دینے کی آرزو نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری کی روشن دلیل ہے!

اور پھر میری عرض پر یہ کیسے ثابت ہو کہ غزوہ ہند کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ یہی جہاد پاکستان ہے! ہو سکتا ہے کہ وہ محمد بن قاسم والا ہو یا محمود غزنوی والا!

تو حضرت مولانا صاحب نے فرمایا۔ کہ جب تک ہند کا لفظ ہندوستان کے ساتھ موجود ہے گا۔ اس وقت تک جو بھی لڑائی اسلام کے ساتھ ہوگی، وہ غزوہ ہند کہلائی اور اسی کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ثابت ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ہندوستان کے کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ لڑائیاں لڑی ہیں۔ ان میں حضور علیہ السلام کی مدد مسلمانوں کے لئے ثابت ہوگی اور اس میں بھی! تاجدارِ دو عالم علیہ السلام، محمد بن قاسم کے وقت بھی تشریف لائے ہوں گے اور محمود غزنوی کے وقت بھی۔ انہوں نے باہر کی مدد بھی کی ہوگی اور صدر محمد ثوب کی بھی۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا!

حضرت ثوبانؓ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔

فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

أَحَبُّ زُحْمًا لِلَّهِ مِنَ الدَّارِ عَصَابَةٍ تَعْنُو الْعَنْدَ وَعَصَابَةٍ

تَكُونُ مَعَ جَبَشِيٍّ ابْنِ مَرْيَمَ۔



کر میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔ ایک وہ گروہ جو کفر کے مقابلے میں ہندوستان کی لڑائی لڑے گا۔ اور ایک وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث پاک کے مطابق پاکستان کے وہ مجاہد، غازی اور شہید کتنے خوش قسمت ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے پیش نظر ان پر دوزخ کی آگ حرام ہو گئی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ہند سے مراد وہ ہند ہے جس کی سرحدیں کسی اسلامی ملک پاکستان سے ملتی ہیں۔

وہ سوائے اس موجودہ ہندوستان کے علاوہ اور کون سا ہند ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسی کی سرحدیں اسلامی ملک پاکستان سے ملتی ہیں۔

### ”پاکستان حضور رسالتؐ کے سائے عاطفت میں!“

کے جلی عنوان سے شائع ہو چکا ہے!۔ اس خط کے متن کا یہ حصہ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ:

جس روز لاہور پر حملہ ہوا۔ اسی شب میں یہاں ایک سو حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے اور روضہ اقدس سے جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی اور جلدی میں ایک خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر باب الاسلام تشریف لے گئے!۔ بعض حضرات نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جلدی اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”پاکستان میں جہاد کے لئے“۔ اور پھر ایک دم برقی کی مانند بلا اس سے بھی تیزی سے روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے مواجہ خریف ہی سے اپنے حضرات اسی راستے سے ایک موٹر پر سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے اور بھی بہت سے خواب اسی اثنا میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے ہیں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے اور بفضل جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فتح و نصرت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔“

اس مقدس خط کو پڑھنے کے بعد پچھلے سچے مسلمان اور تاجدار زمین و زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی امتی اور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے غلام کو یہ حقیقت تسلیم کر لینے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضور علیہ السلام موجودہ ”جہاد پاکستان“ میں اپنے غلاموں کی امداد کے لئے تشریف لائے۔

اور پھر اس خط کی تصدیق پاکستان کے ایک معزز مسلمان جناب حکیم نیر واسطی صاحب لاہوری کی وہ تقریر بھی کرتی ہے جو انہوں نے مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو کرات کے پورے ۹ بجے شہر کے لوگ کے عنوان کے تحت لاہور کے ریڈیو اسٹیشن سے نشر کی۔

حکیم صاحب جو ایک صاحب دل مسلمان بھی ہیں نے فرمایا:

”کہ جس دن پاکستان پر حملہ ہوا، میں اس دن مدینہ منورہ میں تھا! اور اسی رات میں نے بھی اور دیگر بہت سے حضرات نے دیکھا کہ مجید نبویؐ سے نور کا ایک شعلہ اٹھا اور اسی شعلہ کے ساتھ چار کڑیاں بھی مٹی پتہ کرنے پر معلوم ہوا مددگار امت کیلئے آقا علیہ السلام اپنے یاروں کے ساتھ جہاد پاکستان پر تشریف لے گئے ہیں۔“

حکیم صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:



” پھر میں میدان بدر کے راستے مکہ مکرمہ جا رہا تھا کہ بدر کے میدان میں مجھے ایک درویش ملے۔ سلام دے کر دعا کے بعد فرمانے لگے کہ کیا تم پاکستانی ہو؟ میں نے عرض کی۔ ہاں!

تو فرمانے لگے کہ تم پاکستان کی فتح کی کوئی خبر آئی ہے؟ میں نے کہا نہیں!

تو وہ درویش حیران ہو کر فرمانے لگے۔ کہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ آج تین دن ہوئے میدان بدر کے تمام شہداء تو ”جہاد پاکستان“ میں جا چکے ہیں مگر ابھی تک پاکستان کی فتح کی خبر نہیں آئی۔“

اور ان روایات کی تصدیق کے لئے پاکستان کے کثیر الاشاعت اخبار جنگ کراچی، ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو بھی دیکھا جائے جس میں نمایاں طور پر لکھا ہے کہ ”پاکستانی افواج نے یارسول اللہ کا نعرہ لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کا صفایا کر دیا۔“ اور مزید لکھا ہے۔

”سیالکوٹ کے محاذ پر پاکستانی افواج نے یارسول اللہ اور یا علی مدد کے نعرے لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کو بڑی طرح شکست دی ہے۔“

اور پھر لکھا ہے کہ:

”سرگودھا کے ہوائی اڈے پر ایک درویش کو جھولی میں ہم لئے دیکھا گیا۔“

سیالکوٹ کے معرکے میں نبی اکرم الزماں اور شیر خدا اپنے مجاہدین کے سروس پر موجود تھے! اور ۲۱۲ میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہد۔ سفید براق لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جتوی نوجوان دیکھے گئے!

اور چوڑے کے نزدیک ایک نورانی خاندان کو مجاہدین کی امداد کرتے ہوئے اور مجاہدین

کے ساتھ یا رسول اللہ مدد کے نعرے لگاتے دیکھا گیا۔

اور۔ لاہور۔ نظروال۔ چوڑے اور سیالکوٹ کے محاذ پر اکثر مجاہدین کو شاباش دی گئی!

اور اخبار نے آگے چل کر یہ بھی لکھا ہے کہ

”ان محیر العقول واقعات اور معجزات کا اعتراف پاکستان کے مجاہدوں کے علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا ہے۔“

ملک حسن علی صاحب شرقپور شریف والے جو جماعت اہل حدیث کے ایک سرکردہ رکن ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

”میں نے خواب میں دیکھا کہ میاں شیر محمد شیر ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ کے گھوڑے کی گام پکڑ لی اور رو کر عرض کیا کہ حضرت بڑی مدت کے بعد آپ نظر آئے ہیں۔ وہ بھی اس حالت میں کہ آپ اتنی جلدی میں ہیں!

تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ سیالکوٹ پر کافروں نے حملہ کر دیا ہے، ان کو روکنے کے لئے جا رہا ہوں۔“

ملک صاحب کہتے کہ میں نے عرض کی کہ لاہور پر بھی تو کافروں نے حملہ کیا ہے۔ آپ وہاں کیوں نہیں جاتے؟

تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ لاہور کے لئے تو داتا صاحب موجود ہیں۔

شبہار لاکانی، قطب ربانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف والی سرکار سفید براق لباس میں ملبوس جا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے پیچھے

حضرت صوفی محمد دین صاحب جو آپ کے روحانی خلیفہ ہیں، لوٹا لئے جا رہے ہیں، قبضہ



دشمنوں نے لگے، بازوؤں سے کڑے مبارک ہٹا تو بازوؤں پر سیاہ نشان تھے !

صوفی صاحب نے عرض کی کہ قید یہ نشان کیسے ہیں ؟

تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کافروں کے گرائے جانے والے

ہم اٹھاتے اٹھاتے یہ داغ پڑ گئے ہیں !

ان دونوں واقعات کا تذکرہ حضرت علامہ مولانا محمد سلیم صاحب نے خود منجھ

سے بیان کیا۔

ان تمام مصدقہ واقعات و روایات کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ جہاد پاکستان اور حق و باطل اور اسلام و کفر کے معرکے میں، پاکستان کی شیر دل افواج کے ساتھ ساتھ مددگار امت امام الانبیاء علیہ السلام اور اولیاء عظام کی امداد بھی شامل تھی ورنہ انکار کی صورت میں یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔ کہ

○ محاذوں پر سبز کپڑوں والے یہ مجاہدین کون تھے ؟

○ اور غازیان اسلام کے دوش بدوش سفید براق کپڑوں میں ملبوس کون تھے ؟

○ اور مجاہدین پاکستان کے ساتھ ملکر میدان کارزار میں گھوڑے پر سوار وہ جری جوان کون تھے ؟

○ اور اسلام و کفر کے اس معرکے میں پاکستان کے بہادر اور سرفروش غازیوں کے

شاباش دینے والے کون تھے ؟

○ اور حق و باطل کی اس جنگ میں مجاہدین کی پشت پناہی کرتے ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگانے والا وہ نورانی خاندان کون تھا ؟

حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان کی جرأت مند اور جاں نثار افواج کی ہمت و شجاعت

اور ایثار و قربانی کے بے مثال جذبے کے ساتھ ساتھ، نصرت الہی، تائید خداوندی، امداد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پشت پناہی اولیاء اللہ نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ صورتحال کچھ اور ہوتی

اور اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسجد نبوی کے منبر رسول پر، دوران خطبہ یا سائیکل انجنبل، پکار کر چار سو میل کے فاصلے پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہا کی مدد کر سکتے ہیں تو کسلی والے آقا علیہ السلام اور اولیاء عظام کی مدد پاکستان کے مسلمانوں کے لئے کون سی مشکل ہے۔

اور آئندہ مورخ جب تاریخ میں پاکستان کی فتح و کامیابی کے اسباب تحریر کریں گے تو حضور علیہ السلام کی مدد اور اولیاء عظام کی دستگیری کا باب سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

اور پھر جہاد پاکستان میں مددگار امت، شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء عظام کی امداد و دستگیری اور پشت پناہی و مشکل کشائی کا یہ زندہ ثبوت بھی ہے کہ دشمن کی اندھا دھند ہماری کے باوجود بھی ہمارے کسی فوجی ٹھکانے اور ہوائی اڈے کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا۔

اور فوجی ٹھکانے یا ہوائی اڈے تو درکنار کسی چھوٹے سے چھوٹے ٹپ کی ایک

اینٹ بھی نہیں اٹھ گئی۔

تو کیا یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ نہیں! اور ہرگز نہیں، بلکہ ہمارے فیروں

درویشوں اور بزرگان دین کی مدد کا نتیجہ ہے، جو دشمن کے بموں کو اپنی جھولیوں میں

اٹھاتے رہے اور دشمن کے ہوا باز خود بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب ہم

ہم مارتے تھے تو سبز ٹوپیوں والے آدمی ان کو اٹھا لیتے تھے اور انکارہ بنا دیتے تھے۔

البتہ دشمن کی ہماری سے پاکستان کا یہ نقصان ضرور ہوا کہ لائل پور کے قریب ایک

گاؤں چنیل سنگھ والا میں دشمن کی ہماری سے ایک آدمی کے حقے کی ٹوپی (جلم)

ٹوٹ گئی تھی۔ اور اس نے حکومت پاکستان سے یہ درخواست کی ہے کہ جب بھی حکومت

پاکستان ہمارے اپنے نقصان کا معاوضہ طلب کرے تو میرے حقے کی ٹوپی کا بھی ذکر کیا

جلاوے کیونکہ یہ ٹوپی ہماری خاندانی ٹوپی تھی۔



## محمد یونس

چھٹنا، پلٹنا، پلٹ کر چھٹنا : ہنو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

پاکستانی فضائیہ کے فلائیٹ لیفٹیننٹ محمد یونس جن، جن کو ملک و ملت کی پاسبانی کرتے ہوئے اپنی غیر فانی شجاعت، بے مثال جوانمردی اور بے نظیر جانبازی کا مظاہرہ کرنے پر صدر پاکستان نے ”ستارہ جرات“ عطا کیا ہے۔ انہوں نے گھر سے رخصت ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے بہت آرام کر لیا ہے اور اب پاکستان کی آبرو و عظمت بچانے کا دقت آگیا ہے۔ اور انشاء اللہ میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور پھر ان کو اپنا فرض ادا کرنے کے لئے فضاء آسمانی میں پرواز کرنی پڑی۔

میدانی افواج کی پسپائی کو دیکھتے ہوئے، ہندوستان نے دوسری چال چلی اور فضائی برتری حاصل کرنے کی غرض سے بھرپور فضائی حملہ کر دیا اور بھارت کا پاکستان کی مقدس سرزمین پر فضاء سے حملہ کرنے کا مقصد برتری حاصل کرنا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ پاکستان کے عقاب تو ان بھارتی مولوں کو دب چنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور اسلام کے یہ جاناں شاہیں فضائی جنگ کے تمام کرتبوں سے پوری طرح آگاہ یہ کھیل کھیلنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔

اور فضائی جنگ کے پہلے ہی روز پاکستان کے ہوا بازوں کی دھماک میٹھی گئی تھی

جبکہ سرگودھا کے ہوائی اڈے پر محمد عالم سکواڈرن لیڈر نے دشمن کے پانچ جیٹ طیارے مار گرائے تھے اور اس طرح فضائی جنگ میں دنیا میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا کیونکہ پاکستانی شہباز ایم ایم عالم نے ایک ہی فضائی معرکہ میں اپنے سے طاقتور اور جدید بھارتی طیاروں کا مقابلہ کر کے پانچ طیاروں کو مار گرایا۔

اس کے بعد بھارتی پائلٹ، پاکستانی شاہینوں سے استقدر بدحواس ہو گئے کہ وہ پاکستانی عقابوں کی بھارت کی فضاؤں میں بھی داخل ہونے سے باز رکھ سکتے۔

پھر محمد یونس کی شہبازی اور فضائی جنگ تو ہندوستان کے جنگی وحشیوں کو مرتے دم تک یاد رہے گی! انبالہ - جردھر پور اور پٹھان کوٹ اور ہواڑہ کے مہاشوں میں بس بھی شور تھا کہ وہ آیا۔ وہ چھٹنا۔ وہ پلٹا۔ وہ ہم اور وہ گیا! — اس نے بھارت کے ہوا بازوں کو کئی بار فضاء آسمانی میں لٹکایا اور پھر ان پر عقابوں کی طرح پلٹا، چھٹتا اور پھر ان کو زمین پر آتے دیکھا۔ انقبال نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ: —

دے دلولہ شوق جسے لذت پرواز

کر سکتا ہے وہ مہر کوتارا ج

اور جب کبھی وہ تھک کر پیچھے اترنے کا ارادہ کرتا تو اس کے کانوں میں یہ آواز آتی کہ: —

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا

تیرے سامنے آسمان اور بھی ہیں

تو اللہ کا یہ شیر اور بھی جوش و خروش اور جرأت و ہمت سے گلشنِ وطن کی



رنگین بہاروں کی رکھوالی کے لئے بادِ محوم کے تباہ کن جھونکوں سے کھیلنا شروع کر دیتا! اور اُس نے کئی بار ہندوستان کی فضائی لائن کو عبور کیا اور کئی بار بھارت کے ہوائی اڈوں پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے!

اور اُس نے دن کی روشنی میں بھی اور رات کے اندھیرے میں بھی دشمن کے ٹھکانوں پر بم برسائے اور ساتھ ساتھ اپنی میدانی فوج کو فضائی تحفظ فراہم کرنے کے لئے پوری مدد کی۔ وہ مسلسل فضا کے بسیط میں پرواز کرتے ہوئے زمین پر اترنے کا ارادہ کرتا تو پھر فضاؤں میں تیرتی ہوئی یہ آواز اس کو جھڑکا دیتی کہ: —

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا  
پرہیز ہے اگر تو، تو خطرہ نہیں افتاد

اور پھر وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتا اور آخر وہ وقت بھی آ گیا، جو میدانِ جہاد میں مسلمانوں کے لئے عید سے کم نہیں یعنی اسلام کی عظمت، وطن کی ناموس اور ملتِ اسلامیہ کی آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت کا بلند مرتبہ پانے کا وقت!

لیکن اس شہید ہونے سے قبل اپنے وطن کی مقدس مٹی کو بوسہ دینے کے لئے واپس آنے کا ارادہ کیا۔ تو جھنگ میں بیٹھے ہوئے اس کے بوڑھے والد کی یہ آواز اس کے کانوں میں پہنچی —

جو کبوتر پر چھپنے میں مزا ہے اے پسر

وہ مزا شاید کبوتر کے ہونے میں بھی نہیں

وہ پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈے پر اپنی تباہ کن پرواز کر رہا تھا کہ اس کا جہاز دشمن کی گولوں کی زد میں آ گیا۔ اور اس کے جہاز کو آگ لگ چکی تھی، اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر کو

اطلاع دی۔ لیکن اب وہ اور اس کا جہاز اس قابل نہ تھے کہ واپس پاکستان کی سرحد تک پہنچ سکتے —

اس الشد کے شیر نے فوراً ایک فیصلہ کیا اور اپنے پھمیت اپنے جہاز کو بھارتی ہوائی اڈے پر کھڑے ہوئے دشمن کے جہازوں پر گرا دیا اور اس طرح بھارت کے پچیس تیار اور صحیح حالت میں کھڑے ہوئے جہازوں کو تباہ کر دیا مگر ساتھ ہی ملک کی ہمت پر اپنی جان نثار کر کے جنت کا حقدار بن گیا —

اس کے ساتھ وہ اپنے فرض کو پوری طرح ادا کر چکا تھا۔ کیونکہ اس وقت دشمن کی ہوائی طاقت پوری طرح مغلوب ہو چکی تھی اور ہندوستان کو فضائی قوت کا جو غرور تھا وہ خاک میں مل چکا تھا۔

اور بھارت کی چڑیاں، اسلام کے شہبازوں اور پاکستانی مقابلوں کے سامنے آنے سے گزرنے لگیں تھیں۔

— بھارتی چڑیوں پر چڑھ چھٹے عقابوں کی طرح

ان فضا میں اڑنے والوں کے نشانوں کو سلام





## میجر نذر حسین



میجر نذر حسین بھی پاکستان کی میدانی فوج کے ایک بہادر اور حوصلہ مند مجاہد جن کو صدر پاکستان نے برکی کے محاذ پر میدان جنگ میں ان کی بے مثال جرأت و لاثانی ہمت و حوصلہ دکھانے کے صلے میں ستارہ جرات کا اعزاز دیا گیا ہے۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح کو بھارت کے جنگی وحشیوں نے اپنے جنوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے لاہور کو چن گھنٹوں میں فتح کر لینے کا جو مجنونانہ خواب دیکھا تھا وہ پاکستان کے اس جرات مند غازی اور اسلام کے غیرت مند مجاہد کی بے مثال ہمت اور لاثانی شجاعت کی وجہ سے شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

میجر نذر حسین کو ہائی کمان سے حکم ملا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ سرحد کی طرف بڑھیں اور بھارتی ٹینکوں کو ہر قیمت پر آگے بڑھنے سے روکیں!

حکم پاتے ہی وہ مرد مجاہد اپنے دستوں کے نو ٹینکوں کے ہمراہ حق و صداقت کا پرچم لیکر سرحد کی طرف روانہ ہو گئے اور آٹھ بجے صبح میدانِ کارزار میں پہنچ گئے۔ ۸ ستمبر کو اس بہادر جرنیل کو حکم ملا کہ نہر عبور کر کے دشمن پر حملہ کر دو! چنانچہ وہ

اپنے نو ٹینکوں کے ساتھ ایک قطار کے ساتھ میں بند کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ کفر کے گیدڑوں نے اسلام کے اس شیر کی یلغار کو روکنے کے لیے زبردست گولہ باری شروع کر دی لیکن چونکہ ان کے مضبوط ہاتھوں میں حق و صداقت کا پرچم تھا اس لیے اللہ

کے فضل و کرم سے کفر کے ٹینکوں کا ایک گولہ بھی ان اسلام کی گولہوں پر نہ لگ سکا! اور اس طرح وہ بھی بے برج سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کے جوابی حملے سے بے نیاز ہو کر انہوں نے سارا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔

اور جو چیز خدا کے سپرد کر دی جائے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کو نہیں ٹھا سکتی۔ میجر نذر حسین دشمن پر کاری ضرب لگانا چاہتے تھے تاکہ اسے پاکستان کی مقدس سرزمین پر حملہ کرنے کی سزا دی جائے اور ہندوستان کے بستیوں کو یہ بتایا جا سکے کہ دکانوں پر بیٹھ کر دڈنری مارنا اور بات ہے اور میدانِ جنگ میں اللہ کے شیروں کے مقابلے میں گولے پلانا اور بات ہے!

دشمن کی زبردست گولہ باری میں بھی وہ اپنے ٹینکوں کو آگے بڑھتے گئے اور شام سے پہلے انہوں نے برصغیر کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

۸ ستمبر کی رات بڑی خوفناک بھیانک تھی۔ اسلئے کہ دشمن ملک و ملت کی آن کے بہادر رکھوالے اور اسلام کے اس شیر دل غازی کی یلغار کو روکنے کے لئے اندھا دھند گولے برسا رہا تھا۔ لیکن انہیں کی آگ کے شعلے پاکستان کی سالمیت کے نگہبانوں کے لئے مشعل راہ بننے جا رہے تھے۔

پاکستانی ٹینکوں کے ارد گرد بھارتی توپوں کے گولے گر رہے تھے اور یہ جاننا غازی بڑی بہارت اور جہارت سے اپنے ٹینکوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرتے رہے۔

بالآخر رات کے اڑھائی بجے دشمن کے حملے کا زور ٹوٹا۔ اس طرح رات کی خوفناک جنگ میں وہ ہندوستان کے دھوتی پوشوں، بھارت کے بزدل ہماشوں اور رام راج کے کینے پھوتوں کو موت و ہلاکت سے ہمکنار کرنے کے بعد فرا دم لینے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ ۹ ستمبر کی صبح ایک پیام لائی کہ



آگے بڑھو اور کفر کی گردن مروڑ دو!

بھارت کے مورچوں کو جرات سے توڑ دو!

اور۔۔۔ آگے بڑھو اور گرانڈ ٹرنک روڈ کو کاٹ دو!

اور پھر وہ بارغ ملک و ملت کا شیر دل پاسبان اپنے ٹینکوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا! دشمن کا ایک ٹینک اس کو نظر آگیا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اس مرد مجاہد کی نظر سے بچ سکے۔ فوراً ہی اپنی توپوں کا نشانہ بنایا۔

اس ٹینک کی تباہی سے دشمن پریشان ہو گیا اور انتہائی بگڑا ہٹ اور سراسیمگی میں پیچھے ہٹتے ہوئے گولہ بارود سے بھرے ہوئے بائبل صلیج حالت میں اپنے تین ٹینک پاکستان کے لئے چھوڑ گیا۔

اور پھر اسلام کے اس بہادر جرنیل نذر حسین نے حسینی شان دکھاتے ہوئے پہلے ہی جوانی حملے میں بھگیاں پر قبضہ کر لیا۔ جو کہ پہلے دشمن کے قبضے میں تھا یہ وہی مقام ہے جہاں ہندوستان کا ایک بزدل میجر جرنل نریندر پراشا دانتھائی بوکھلا ہٹ میں بھاگتے ہوئے اپنی جیب بھی پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ بھلا کہاں کفر کے جنگل کا ایک گیدڑ اور کہاں اسلام کے میدان میں اللہ کا شیر۔

ملک و ملت کی آبرو کا یہ بہادر رکھوالا تھکے ہوئے مسافر کی طرح فدا آرام لینے کے لئے اپنے ٹینک سے ابھی اتر ہی تھا کہ ۱۰ ستمبر کی آدھی رات کے وقت ان کے کانوں میں یہ آواز آئی کہ۔۔۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

اس مرد مجاہد کو حکم ملا کہ یہاں سے ایک میل دور نلال مقام پر دشمن کا ایک بہت

ہی مضبوط مورچہ ہے، اس پر حملہ کر کے اس کو فنا کر دو! اور پھر عظمت اسلام اور آبروئے وطن کا یہ سرفروش غازی، صبح کی روشنی میں دشمنوں کی صفوں کے سامنے کھڑا تھا۔

اگرچہ بھارتی فوجوں نے اس مقام پر زبردست دفاعی انتظامات کر رکھے تھے لیکن یہ اس شیر دل جرنیل کی بہت وجوہات کے سامنے یہ انتظامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے اور اس نے حملہ کر کے سب کچھ درہم برہم کر کے رکھ دیا۔

اس نے اپنے ساتھ دو ٹینکوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے پیچھے آئیں مگر خدا جانے یہ پیغام ان کو کیوں نہ ملا اور وہ بہت پیچھے رہ گئے۔ لیکن پاکستان کا یہ بیخوف اور حوصلہ مند غازی اپنے اکیلے ٹینک ہی کو آگے بڑھاتا ہوا دشمن کے ٹینکوں کے زرخے میں اچکا تھا۔

اس سے پہلے اس نے موت کو کبھی اتنے قریب نہ دیکھا تھا، جتنی قریب وہ اس وقت دیکھ رہا تھا! اور اس موقع پر آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ان کے لئے برابر تھا۔ لیکن چند ہی لمحوں میں انہوں نے آگے ہی بڑھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

ان کی اگر کوئی تنہا تھی تو بس یہ تھی کہ ملک و ملت کی سالمیت کی نگہبانی اور دین مصطفیٰ کی پاسبانی کرتے ہوئے شہید ہو کر میں "نذر حسین" اپنی جان نذر حسین کر دوں اور اسی جذبے کے ساتھ وہ آگے بڑھے تو دشمن کا دوسرا ٹینک بھی ان کی زد میں تھا۔

اور پھر یہ ہوئے شیر کی طرح وہ اکیلے ہی دشمن کی اگلی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے اور ڈائریکٹر کو حکم دیا کہ ٹینک پوری رفتار سے چلایا جائے اور پھر جرأت و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ خالد بن ولید اور محمد بن قاسم کی یاد تازہ کر دی اور اس طرح انہوں نے دشمن کے پانچ ٹینکوں کو تباہ کر ڈالا۔ اس کارروائی کے بعد وہ حیرت انگیز شجاعت و



جرات کا مظاہرہ کرنے بعد اپنے دستے کی طرف واپس آ رہے تھے کہ بھارتی پیدل فوج کے بڑے فوجیوں کے قریب سے گزرے کہ وہ تصور بھی نہ کر سکے کہ پاکستان کا اکیلا ٹینک ہماری اگلوں صفوں میں تباہی پھیلا کر واپس آ رہا ہے۔ دشمن کی اس غلط فہمی سے میجر نذر حسین نے خوب فائدہ اٹھایا اور مشین گن سے زبردست فائرنگ کر کے ڈیڑھ سو ہندوستانی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب تک کے معرکوں میں میجر نذر حسین کو ایک خراش تک بھی نہ آئی تھی۔ اور آتی بھی کیوں ؟

سوسن ہے سپاہی اسکی زبرد ہے لا الہ

سایہ کشمیر میں اسکی پناہ ہے لا الہ

لیکن ٹینک میں دھواں بھر گیا تھا۔ دھواں نکالنے کے لئے انہوں نے ٹینک کا ڈھکنا اٹھایا ہی تھا کہ دشمن کی گولی ان کے سر کو زخمی کرتے ہوئے نکل گئی۔ ان کے ٹینک کے ساتھیوں نے جب ان کو زخمی دیکھا تو وہ بھوکے شیروں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ان کے پرچھے اڑا دیئے !

جن کی جساں بازی سے یار و غفلت دیں بچ گئی۔

ان ہساور سائز یوں مردوں جوانوں کو سلام

روزنامہ مشرق ۵/۲۳

پاکستان کی بری۔ بحری اور فضائی فوج کے جانباز مجاہدوں، سرفروشن غازیوں اور شیر دل بہادروں نے جہاد پاکستان میں اپنے حیرت انگیز جنگی کارناموں سے اسلام کی تاریخ میں جس رنگین باب کا اضافہ کیا ہے، اس سے عقل و فلسفہ پر ہر چیز کو پرکھنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

اسی لئے کہ ہمارے مذہبی و دینی راہنما، علماء کرام اور خطیب حضرات جب کبھی اسلامی

تاریخ کو دہراتے ہوئے اللہ کے سپاہیوں اور اسلام کے شیروں کے حیرت انگیز جنگی کارناموں سے جلسوں یا منبروں میں لوگوں کو متعارف کراتے ہیں، تو اپنے آپ کو بڑا تعلیم یافتہ اور جدید روشنی سے آراستہ لوگ، جن کے دل پر انگریزی کا رعب اور جن کے دماغ پر مغرب کی جمبوٹی چمک دمک چھائی ہوئی ہے۔ مذاق کرتے ہیں۔ جب ان کو اسلامی تاریخ میں سے حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جنگ موتہ میں وہ صرف ۲۰ ہزار مسلمانوں کے ساتھ دو لاکھ افواج پر فتح پانے ہوئے۔ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے صرف آٹھ ہزار سپاہیوں سے جنگ یرموک میں کفر کو شکست دی۔ حالانکہ دشمن کی سپاہ کی تعداد نوے ہزار تھی۔

تو یہ لوگ حیران ہو جایا کرتے اور یہ کہہ کر بڑی حقارت و نفرت سے منہ موڑ لیا کرتے کہ مولوی جی عقل اسے تسلیم نہیں کرتی — اور یہ تو پرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ ان میں بالآخر بھی ہو سکتا ہے، جبکہ اس وقت تیروں اور تلواروں کی جنگ ہوا کرتی تھی۔ مگر آج زمانہ سائنس، توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو یہ مغربی تعلیم و فلسفہ کے گد اگر قرآن و حدیث کی آیات و واقعات پر بھی پھٹیاں اڑایا کرتے !

لیکن جہاد پاکستان میں ہماری مسلح افواج کے غیور اور بہادر مجاہدوں نے اپنی تاریخ کو جس انداز سے دہرایا ہے۔ ایسے لوگوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے وہ سب کچھ کر دکھایا ہے جن کو یہ انگریزی کے پروردہ بابو لوگ، مولویوں کے خیالی افسانے اور من گھڑت کہانیاں کہہ کرتے تھے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ مادہ پرستی اور سائنس پر ایمان رکھنے والے حضرات یہ نہیں جانتے کہ اسلام ایک روحانی مذہب ہے اور یہی مذہب جس کا لوگ مذاق اڑایا



کرتے ہیں کفر کے مقابلے میں مسلمان کی آخری ڈھال ہے۔ اور جہاد پاکستان میں یہی ڈھال کام آگئی جس نے کفر کے ہر ٹھلک سے ٹھلک دار کو روکا۔

اور کسی مسلمان کی روحانیت جب مادیت پر غالب آجاتی ہے تو پھر اس کے لئے اللہ کا شیر۔ اسلام کا غازی اور خالد بن ولید۔ ابو عبیدہ، محمد بن قاسم اور محمود غزنوی بنا کوئی مشکل نہیں۔

ہمارے پچھلے مجاہد بھی اسی مذہب اسلام اور دین مصطفیٰ (ﷺ) شیدائی تھے اور پاکستان کے یہ غازی بھی اسی دین حق کے پرستار ہیں۔ وہ پکے پچھے مسلمان تھے۔ اور یہ بھی!

ان کے دلوں میں عشق مصطفیٰ (ﷺ) کا دریا موجزن تھا۔ اور ان کے دلوں میں بھی! وہ بھی اللہ کے پرستار اور یہ بھی! ایسی صورت اس وقت تھی کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اور یہ بھی اسی کلمہ کا درد کرنے والے ہیں۔ اور ایسی صورت میں! اس ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں بھی یہ بہادر، اللہ کے شیر۔ اور اسلام کے سپاہی بن کر ہندوستان کی اتنی بڑی طاقت کو پوری قوت سے کھل سکتے ہیں۔ تو وہ لوگ تو پروردہ آغوش نبوت تھے۔ پھر ان کے لئے اللہ کی تلوار نسا کون سا مشکل تھا۔

موجودہ جنگ میں ہر محاذ خصوصاً سیالکوٹ کے محاذ پر یہ دیکھا گیا کہ دشمن کی ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیدل فوج تھی اور پھر چھ سو ٹینکوں، ہزاروں توپوں اور بکتر بند گاڑیوں سے پوری طرح سے مسلح تھی۔

اور مقابلے میں بارہ ہزار مسلمان مجاہد۔ گنتی کی چند توپیں اور کچھ ٹینک۔ مگر پھر بھی مسلمان غازیوں نے ہندوستان کا غرور خاک میں ملا کر رکھ دیا اور اسے ذلت آمیز لکھا

دی تو صرف اس لئے کہ اگرچہ زمانہ توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا ہے۔ لیکن لڑنے والے تو مسلمان تھے اور اللہ کے سپاہی۔ محمد کے غلام اور علیؑ کے ملنگ تھے۔ اور مسلمان کا مقام جو درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ بس

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

گفتار میں کردار میں اللہ کی بھسان

قبلی و غفاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اور پھر وہ کہتا ہے کہ:

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان

مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیر الہی

کافر ہے تو شمشیر پہ رکھتا ہے جھوٹ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے باہمی

غرضیکہ اس درویش نے مسلمانوں کو جو پیغام دیا تھا۔ اور مسلمان کو جس مقام پر دیکھنا چاہتا ہے۔ جہاد پاکستان میں مسلمان اس معیار پر پورے اترے ہیں اور عقل و فلسفہ اور مغربی تعلیم و تہذیب کے پرستاروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ عظمت اسلام کی پاسبانی۔ دین مصطفیٰ (ﷺ) اصل اللہ علیہ وسلم کی عجبانی اور ملک ملت کی آبرو کی رکھوالی کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینی، یہ عقل و فلسفہ پر کھنے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو عشق کا سودا ہوتا ہے!

اور میدان جہاد میں لڑنے والے مسلمان کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ اگر کس قتل کر کے آیا تو غازی ہوں اور قتل ہو گیا تو شہید ہوں۔ اور شہید ہونے کے بعد اس کی رسائی



بارگاہِ الہی تک ہے، اور محمد مصطفیٰ اصل اللہ علیہ وسلم کے نظارے بھی ہیں اور جب کسی کے دل میں مجبور کو ملنے کی تمنا ہو تو پھر وہ عشق کے میدان میں قلت و کثرت سامان و بے سرو سامانی اور موت و حیات سے بے نیاز ہو کر آگ کے شعلوں سے میں کو دپڑتا ہے۔ دریاؤں کی طوفانی لہروں کو چیر دیتا ہے اور پہاڑوں سے ٹکراتا ہے۔ ایسے کہ عیش و عشق کی بازی ہے جس کا مقام یہ ہے کہ: ۵

کبھی تنہائی کوہ و دامن عشق

کبھی سوز و سرور و انجمن عشق

کچھی سرمایہ محراب و منبر

کبھی مولانا علی غیسر کن عشق

کچھ آدماء و زنانہ عشت

کھڑا شہزادہ زہر والے عشق

کعبہ، میدان میں آتا ہے نذرہ پیش

کھمراہ و رستمزا عشق

اور پھر :-

عشق دم جبرائیل، عشق دل مصطفیٰ

عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

عشق کے مہراب سے لغزِ ماحیات

عشوق سے نور حیات، عشق سے نجات

عشت کریم معجزات سلطنت وفق و دوز

سوسائے ہیں بجزات سلطان و سواد  
عشر مراد از انصار صالح تاج نگہ

عشق مکان و مکمل عشق زمان و مظهر

عشورہ الیقین اور یقین فستح بار

اور کیم

اور یہ عشق کی ہی بازی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نمود کی آگ میں کود پڑے! اور یہ عشق ہی کا سودا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ کربلا میں حضرت عباسؓ کے بازو کٹے ہوئے بھی دیکھے اور حضرت علی اکبرؓ کی لاش پر گھوڑے دوڑتے ہوئے بھی دیکھے۔ قاسمؓ کے ہسر کی لڑیاں خاک و خون میں زلتی ہوئی بھی دیکھیں اور حضرت علی اصغرؓ نے معصوم بچے پر تیروں کی بارش بھی ہوتی ہوئی دیکھی اور بالآخر اپنا سر پاک بھی نیسے پر چڑھا دیا۔

اور جہادِ پاکستان میں بھی عشق و محبت کا ہی سودا بٹوا کر ہمارے بہادر  
جوان جس مقام پر ڈٹ گئے پھر وہاں سے قدم نہ ہلائے اور دشمن کے گولوں ،  
آتشباری اور آسمان سے بموں کی بارش بھی ان کو خوفزدہ نہ کر سکی  
اور عشق کے میدان میں کستی کے لئے سبز صحر کے تھل اور سوہنی کے لئے  
دریائے چناب کے طوفان کوئی حقیقت نہیں رکھتے ۔

تو پھر۔۔۔ میجر عزیز جیٹھی، ایجنٹ شامی شہید، کرنل عبدالرحمن۔ محمد ٹوئس اور دوسرے شہیدانِ عشق و محبت کے لئے ہندوستان کی توپوں اور جہازت کے ٹینکوں اور طیاروں سے کھیلنا کوئی بڑی بات تھی۔

غرض یہ کہ علامہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کو جس تحریت و خودی کا پیغام دیا تھا۔  
اور مسلمانوں کو ان کے اصلی مقام سے آگاہ کیا تھا اور ان کو شہنشاہی و حکمرانی کے  
جو گڑبٹائے تھے، ادھ بیچ تھے اور پاکستان کے مسلمانوں نے ان کی صحیح ترجمانی کر دی  
ہے۔

معسر کے وجود میں بدو حسنین بھی ہے عشق  
صدق خلیل بھی ہے عشق جبرئیل بھی ہے عشق





## عقاب

درویش لاہوری مرد مومن کو شہباز - شاہین اور عقاب سے تعبیر کرتا ہے !  
اور وہ اپنی ساری زندگی ایسے مرد مومن کی تلاش میں رہا - وہ کہتا ہے کہ :

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں  
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں  
نہیں تیرا شمعن قصر سلطانی کے گنبد پر  
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

لیکن اسے کیا خبر تھی کہ میرے بعد ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ مردان  
مومن اس کی تعبیر کو اصلی رنگ میں پیش کر دیں گے۔

اس نے آج سے کئی سال پہلے جس تخیل کو پیش کیا تھا - اسلام کے ان  
شہبازوں اور پاکستان کے ان عقابوں نے اسے ایک زندہ حقیقت بنا دیا کہ  
اُس نے کہا تھا :

ہوائیں اُن کی ، فضا میں اُن کی ، سمندر اُن کے جہاز اُن کے  
گردِ بھنور کی کھلے تو کیونکر بھنور ہے تقدیر کا بہانہ  
اور پھر اس مرد مومن کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ :  
ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھاس  
یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضا میں

پاکستان کی فضا میں جس کا نشان عقاب شاہین ہے کے جہاز  
ہوا بازوں نے جہاد پاکستان میں جو حیرت انگیز کارنامے دکھائے اور اپنی مثال  
جرات اور لاثانی شجاعت کے باب رقم کئے وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں ، مگر ان  
مظاہروں پر دُنیا کے انسان تو درکنار آسمان کے فرشتے بھی قیامت تک تحسین و آفرین  
کے پھول بچھا کر رہیں گے۔

ہندوستان کے جنگی جنونیوں کو اپنی طاقت پر بڑا ہی ناز تھا اور ہوتا بھی  
کیوں نہ ، کیونکہ اس کی فضا میں دنیا کے جدید ترین طیاروں پر مشتمل تھی اور پھر  
عدوی طور پر پاکستان سے چار گنا بڑی بھی !

مگر اس کے باوجود بھارت کے یہ جنگی جہاز چڑیاں ثابت ہوئے اور  
فضائی جنگی کارروائیوں میں وہ دوسرے روز سے ہی پاکستانی عقابوں کا سامنا کرنے  
سے گھبرانے لگے۔

اور آج اگر وہ مرد قلندر زندہ ہوتا تو اسلام کے شہبازوں اور پاکستان  
کے عقابوں کو بھارتی کال کر پھیپوں پر پھٹتے دیکھ کر کہتا کہ میرے شعروں کو پاکستانی  
شاہینوں نے عملی تفسیر دے دی اور وہ کتنا مسرور ہوتا - کہ :

بچتے نہیں کج خشک و حمام اس کی نظر میں  
جب سبیل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن

اور پھر پاکستانی اور بھارت کی فضاؤں نے ان شاہینوں اور شہبازوں  
کے وہ کارنامے دیکھے کہ پوری دُنیا نے انہیں حیرت انگیز معجزے قرار دیا -  
اور تاریخ نے ان کارناموں کو زندہ مجاہد کر دیا ، اور ہماری آنے والی نسلیں ان  
پر بلا شک و شبہ فخر کرتی رہیں گی۔



اور یہ وہی جنگ ہے جس میں اسلام کے جان نثاروں، مجاہدوں اور پاکستان کے سرفروش غازیوں نے اپنے جسموں پر ہم باندھ کر اور پھر دشمن کے ٹینکوں کے نیچے لیٹ کر نہ صرف ملک و ملت کی آزادی و سالمیت کو بچا لیا تھا۔ بلکہ ناموس اسلام اور عظمت دین کی پاسبانی کی تھی!

اور اسی محاذ پر چونڈہ آور الہیہ دشمن کی بے پناہ گولہ باری سے سالن گراڈ بن کر رہ گئے تھے۔ الہیہ، جوان دنوں بھارتی درندوں کی وحشت و بربریت سے تباہ و برباد ہو چکا ہے، کبھی مرکز علم و حکمت، منبع فیوض و برکات اور گوارہ غلمان و اتفاق تھا۔

مناظر اسلام۔ علامۃ العصر حضرت مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اسی الہیہ کے رہنے والے تھے جو فاتح مرزائیت و عیسائیت کے نام سے مشہور تھے! اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مناظرہ کے میدان میں ان کے مقابلے میں نہ زلزلے ٹھہر سکتے تھے اور نہ ہی عیسائی!۔ نہ ہی آریہ اور نہ ہی شیعہ اور بخدی! اور جن کی آواز حق سنکر ہزاروں غیر مسلم ملحقہ گوش اسلام ہو گئے، پاکستان کے بہت سے علماء کرام انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔

انہوں نے اپنی زندگی میں صداقت اسلام اور دین کی تبلیغ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے پیش نظر کی اور عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامت بھی تھے۔

اور آپ کے چہرہ مبارک پر فقر و درویشی کا نور ہر وقت چمکتا دکھائی دیتا تھا اور باری زندگی اویا اللہ کی خدمت کرتے رہے اور مسیح الملک حضرت علامہ حکیم عبدالغنی صاحب خزائنہ علیہ بھی اسی الہیہ کے باہمی تھے جو جہاں طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی معالج بھی تھے۔

## کرنل عبدالرحمن

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ!  
غالب و کار آفرین کارکش کار ساز

پاکستان کی بری فوج کے شیر دل لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمن جن کو سیالکوٹ کے محاذ پر لاثانی جرات و شجاعت کے صلے میں صدر پاکستان نے ستارہ جرات عطا کیا ہے۔ پاکستان کی آزادی اور اسلام کے وقار کی حفاظت کرتے ہوئے محاذ پر ہی شہید ہو گئے تھے۔

کرنل عبدالرحمن سیالکوٹ کے محاذ پر ۳۱ رتوب فانہ کے انچارج تھے۔ جس نے ٹینکوں کی تاریخ ساز جنگ میں بھارت کی طاغوتی طاقت کو فنا کر دیا تھا۔ اور یہ وہی محاذ تھا۔ جہاں ہندوستان ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے بھانسی سے فوج کی سب سے طاقتور اور تجربہ کار جینٹ "فخر ہند" لاکر پوری کی پوری بھونک رہی تھی اور پھر پھر سو ٹینکوں، ہزاروں توپوں اور نوے ہزار سپیدل فوج کے ساتھ پوری طاقت سے حملہ کر دیا تھا۔



اور فن حکمت میں ان کا یہ مقام تھا کہ حکیم اجل خاں مرحوم کے تجویز کیے نسخوں میں بھی رد و بدل کر دیا کرتے تھے! —————

ان کی نگاہوں میں فقر و غنا کا مہلال بھی تھا اور درویشی و روحانیت کا جمال بھی! —————

اور پھر بابا عطاء محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی الہڑ کے رہنے والے تھے جو پیر کامل کے نام سے مشہور تھے! تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ ان کا روحانی فیض بھی دور تک پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے حلقہ مریدین بہت وسیع تھا اور ساری ساری رات یا دہلی میں گزار دیتے —————

اور پھر بابا جی عبدالکرم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے رہنے والے تھے جو صاحب قلب و نظر ہونے کے ساتھ ساتھ سخی بھی تھے اور کئی بار مروج میں اگر گھر کا سارا سامان غریبوں میں تقسیم کر دیا! علم و علم اور تقویٰ و طہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اور پھر بابا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے رہنے والے تھے۔ جو اپنے وقت کے بلند پایہ حکیم اور صاحب جذب وستی بھی تھے اور شاید اسی جذبہ سستی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے امام ہمدی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور جب ان سے دلیل پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ الہڑ کا نام قرآن پاک میں ہے۔ —————

اور چونکہ ”ر“ عربی میں نہیں ہے۔ ایسے اصل میں یہ آکر ہے اور پھر اپنے بزرگوں کے بھانے پر تائب ہو گئے۔ یہ تمام حضرات ایک ہی گھرانے کے افراد تھے اور تمام کے تمام شہباز لا مکانی۔ غوث ممدانی۔ قطب ربانی۔ خواص بحر عرفانی۔ واقف اہل ریحانی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف کے روحانی خلفاء بھی تھے! —————

اور ان حضرات کے تمام علمی و عملی کمالات اور فقر و درویشی کے درجات اپنے مرشد کامل کی نگاہ پاک کا فیض تھا اور ان کی رشتہ داری چک قاضیاں کی مشہور برادری ہے۔ جن کے سرکردہ جناب پیر سید کشفی شاہ نظامی ہیں۔ جن کے صاحبزادے جناب سید ظفر احمد صاحب پاکستان کے مرکزی وزیر قانون ہیں۔ —————

غرض یہ کہ وہ الہڑ جو کبھی علم و عرفان کا مرکز تھا، آج بھارتی لیٹروں کے قبضہ میں ہے اور ایک اخباری اطلاع کے مطابق اس کی مسجد کو بھی جلا دیا گیا ہے۔ موجودہ دور کی مادہ پرست دنیا کی جنگ میں تو پختہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ کرنل عبدالرحمن بھی اسی اہم کردار پر مامور تھے، وہ دشمن کے اس فیصلہ کن حملے کو پکڑنے کے لئے اپنے توپ خانے کو فوری ہدایت دینے کے لئے ایک جیپ پر سوار ہو کر دشمن کی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے۔ اس وقت دشمن کے ٹینک آگ برسا رہے تھے۔ —————

لیکن پاکستان کی سالمیت کا یہ سرفروش مجاہد اور اللہ کا شیر آگ کے اس مندر میں تیرتا ہوا بڑی جرأت سے آگے بڑھتا گیا اور فوجی ہدایت سے اپنے دستے کی پوری طرح رہنمائی کرتا رہا اور پھر بے ہوش شیر کی طرح گر جتا۔ حق کے نعرے لگاتا اور بڑی بہادری سے دشمن کے دتوں کو چیرتا ہوا اگلی صفوں میں جا پہنچا! —————

انہوں نے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی اور گرد و پیش کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ وہیلے مقام پر ہیں جہاں سے پیچھے ہٹنا ایک جان نثار غازی کی توہین تھی اور وہاں کھڑے رہنا موت! اور پھر وہیں انہوں نے یہ آواز سنی کہ —————

مسلمانوں! بلاؤ و بکوزو دشمنان ہو جاؤ  
رسول اللہ کے ناموس پر قربان ہو جاؤ



اور پھر انہوں نے دشمن کی اگلی صفوں میں جا کر بھارتی سوراؤں کو لٹکا رہا۔  
بھارت سے دبے دلے اسے شامتری نہیں ہم  
رن کچھ میں کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

اور پھر ہندوستان کے جنگی ناخداؤں کو آواز دی کہ او امریکہ کے ٹینکوں پر  
ناز کرنے والو آؤ اور محمد کے غلام سے دست بردست جنگ لڑکے بھی دیکھو!  
ہماری طرف امریکہ - روس اور برطانیہ ہے اور ہماری طرف اللہ اور رسول اور  
علی حیدر کرار ہے! دشمنوں نے بہادر کرنل کو اپنے گھبرے میں لینے کی کوشش کی  
لیکن پاکستان کا حوصلہ منفذی جنگ کے تمام خطرات سے بے پرواہ اور  
موت کے خوف سے بے نیاز ہو کر جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں مردانہ وار  
کھڑے ہو کر اپنے توپ خانے کو مناسب ہدایت دیتا اور اپنے توپخانے سے دشمن  
کے ٹینکوں اور فوجی ٹھکانوں پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگا کر تباہ کر دیتا۔

اور پھر جب وہ اپنے فرض کو بڑے ہی احسن طریقے سے نبھا کر واپس آ رہا تھا  
تو دشمن کا ایک گولہ ان کی جیب پر لگا۔ جس سے شمع ملک و ملت کا پروانہ اس آگ  
میں جل گیا۔ اور اس طرح گلشن وطن کا یہ بہادر مجاہد شہید ہو گیا۔ لیکن وہ، اپنے مشن  
کو پورا کر چکے تھے اس لیے کہ ان کی ہمت و جرأت کی بدولت دشمن کی توپیں خاموش اور  
بکتر بند گاڑیاں تباہ ہو چکی تھیں اور اس کے ٹینکوں کے پہاڑ، ریزہ ریزہ ہو چکے تھے  
اور کفر بڑی ذلت سے پسپا ہو چکا تھا۔



## مبجر عزیز بھٹی

قبضے میں تلوار جو آجائے تو مومن  
یا خالہ جانباز ہے یا حیدر کرار



پاکستان کی میدانی فوج کے مبجر عزیز بھٹی جن کو صدر پاکستان نے لاہور کے  
محاذ پران کی بے مثال جرأت و جوانمردی کے صلے میں فوج کا سب سے بڑا اعزاز  
نشان حیدر عطا کیا ہے۔ محاذ پر ہی ملک و ملت کی پاس بانی کرتے ہوئے  
شہید ہو گئے۔

نشان حیدر کا اعزاز صحیح معنوں میں عزیز بھی کی شانِ شان ہے۔  
اس لئے کہ انہوں نے بھارتی جنگی سوراؤں کے وہ تمام ناپاک منصوبے خاک میں  
ملا دیئے جو لاہور کو چند گھنٹوں میں فسخ کر لینے کے لئے بنائے گئے تھے۔



ٹینکوں کے پہاڑ، توپوں کی آتش باری اور بموں گولوں کی بارش بھی غریزہ  
ملکت کو خوفزدہ نہ کر سکی۔ وہ کئی بار آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں اور کئی بار  
دشمن کے گولوں کی زد میں آئے۔

اسلئے کہ وہ ہر قیمت پر دشمن کو لاہور سے دور رکھنا چاہتے تھے! ان کو دقت  
کی نزاکت کا پورا پورا احساس تھا اور وہ اپنی ذمہ داری کو بھی اچھی طرح جانتے  
تھے۔ اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر دشمن کو ذرا سی بھی دھمیل دی گئی تو جنگ کا فترت  
ہمارے خلاف بدل سکتا ہے۔

اسلام کا یہ بہادر غازی اور پاکستان کا شیر دل مجاہد شیروں کی طرح دھڑاتا  
ہوا۔ گولوں، بموں سے کھیلتا، شانِ حیدری دکھاتا ہوا اور کفر کی صفوں کو الٹاتا  
ہوا کئی بار آگے نکل جاتا!

اور جب دیکھتا کہ میدان جنگی اہمیت سے ہمارے خلاف ہے تو پھر وہ  
پھر سے ہرے شیر کی طرح گرختا ہوا اور دشمن ٹینکوں کے نو لادی پہاڑوں سے ٹکراتا  
ہوا اپنے مورچے میں واپس پہنچ جاتا!  
اور آخر کار اس نے اپنے مورچے میں ہی جم کر دشمن پر کاری ضرب لگانے  
کا فیصلہ کر لیا!

یہ پرانے زمانے کی جنگ نہیں تھی کہ جس میں دونوں طرف کے سپاہی ایک  
ایک کے میدان میں نکلتے۔ تلواریں چلتیں۔ نیسےز چمکتے۔ برچھیوں کے دار برتے  
اور پینترے بدلے جاتے! اور لوگ میدانِ جنگ سے باہر لڑنے والے بہادروں  
کی لڑائی کا تماشا دیکھتے اور دونوں طرف کے عوام اپنے اپنے بہادروں کو دادر  
شجاعت دیتے تھے۔

مگر! پاکستان اور بھارت کی یہ جنگ، توپوں، ٹینکوں اور بمبار طیاروں  
اور سائنسی دشمنی ہتھیاروں کو عقلی طور پر استعمال کرنے کی جنگ تھی جس میں

انسانی قوت اور فنونِ جنگ کی بجائے عقل کے استعمال کی جنگ تھی! —  
لیکن سچو غریزہ اس خوفناک جنگ کی ایک ایک چال کو سمجھتے تھے اور دشمن کی  
برکارروائی سے پوری طرح واقف تھے اور پھر اللہ کا یہ شیر بارگاہِ الہی میں یہ دعا  
کر کے اپنے مورچے میں جم گیا کہ:

”اے میرے رب العزت میری آنکھیں اسلام کی سرحدوں سے  
کفر کے طوفانی سمندر میں ڈوبا ہوا نہ دیکھیں! اور میری زندگی میں بھارتی  
درندے مسلمان عورتوں کی چادریں نہ اتاریں! اور آج اگر ہندوستان  
کے کافر، دانا کی بگڑی میں داخل ہو گئے تو کل قیامت کے دن میں دربارِ  
مصطفیٰؐ میں کون سامنے لے کر جاؤں گا۔“  
اور پھر اس کے مورچے کے چاروں طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں کہ اے

اسلام کے بہادر غازیو!  
اٹھو سائے میں تلواروں کے بل کھانے کا وقت آیا  
فضا میں پرچمِ توحید لہرانے کا وقت آیا  
ہتھیں ہوت سم و محمود کی عظمت کے کھولنے  
بُستانِ ہند کے چیلوں سے نکلنے کا وقت آیا  
اور پھر وہ اپنی شہادتِ نگہِ الفت میں ثابت قدمی سے حق و صداقت،  
اسلام کی عظمت اور ملک و ملت کی آبرو کی حفاظت کے لئے بھارتی ڈاکوؤں  
سے لڑتے رہے۔

پھر دن گذر گئے اور اس دوران دشمن کی توپیں آگ و آہن برساتی ہیں۔  
اور ٹینک گولہ باری کرتے رہے۔ گوئے ان کے چاروں طرف گرتے رہے اور  
آسمان سے بموں کی بارش ہوتی رہی، لیکن پاکستان کی آبرو کا یہ پاسبان  
پھر روز تک بھوکا پیاسا اپنے مورچے میں ڈٹا رہا۔



اور آخر کار وہ وقت آگیا۔ جو میدان جہاد میں کسی خوش نصیب مسلمان کو ملتا ہے۔ یعنی شہادت کا وقت۔ ایسی شہادت کہ جس پر ہزاروں زندگیاں

قربان

ایسی شہادت کہ جس کی پاک روح کو اٹھانے کے لئے رحمت کے فرشتے اپنے دامن کو پھیلائے رکھتے ہیں۔ ایسی شہادت کہ جنت کی عوریں بھی جس کی مقبرہ سے روح کا استقبال کرتی ہیں اور جس کے لئے جنت کے سب دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

اور آخر کار دشمن کی توپ کا ایک گولہ اس کے سر پر لگا اور اس طرح لشکر اسلام کا یہ شیر دل جرنیل مسلسل چھ دن رات دشمن کو ناکوں چنے چبانے کے بعد شہداء گدگدائے شہید ہو گیا۔

اسلام کو اگر میدان بدر کے غازیوں پر فخر ہے کہ انہوں نے روزے کی حالت میں کفر سے ایک دن کی جنگ لڑی تھی تو اسلام کے اس سرفروش مجاہد پر بھی اسلام قیامت تک ناز کرتا رہے گا جس نے چھ دن تک مسلسل روزے کی حالت میں بھارت کے کافر جنگی جنونیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دے کر ملک و ملت اور اسلام کی لاج رکھ لی۔



## بیت المقدس کی فتح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے مرد مومن، اللہ کے ولی اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کے شکر کہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "شیطان لعین، عمر کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے!"

اور جو کبھی غضب کی نگاہ سے سورج کی طرف دیکھے تو سورج کی پیش ٹھنڈی ہو

جائے

اور جو کبھی دریائے نیل کو خط لکھ دیں تو سوکھا ہوا نیل سیلاب کی سی طوفانی صورت اختیار کر لیتا ہے!

اور جنھوں نے ایک منافق کو اس لئے دھوکے کر دیا کہ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔

اور جنھوں نے بہن اور بہنوئی سے قرآن سن کر انہیں اتنا مارا کہ انہیں یہ ہوش اور ادھوا کر دیا تھا اور پھر اسی قرآن مجید کے اعجاز اور برکت سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے!



اور پھر جب نماز پڑھنے خانہ کعبہ کی طرف گئے تو تلوار ہاتھ میں پکڑی —  
نیزہ گلے میں لٹکایا اور شمشیر عرب کو ہوا میں لہرایا اور پھر قریش کے بہادروں کا نام لیکر  
لٹکارا کہ —

آج خطاب کا میا مسلمان ہو کر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہے کسی میں جڑت  
ہے تو راستہ روک لے! —

مگر مقابلہ میں وہ آئے جس نے اپنے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ کرنی ہوں! —

لیکن کوئی بھی مقابلے پر نہیں آیا! —

اور وہ عرفاروق رضی اللہ عنہ جنہوں نے دوسرے صحابہ کرام کی طرح چھپ  
کر نہیں بلکہ پہلے غسل کیا — پھر کعبۃ اللہ کا طواف کیا اور بلند آواز سے پکارا! —

”قریش کے بہادرو! — ہاشمی جوانو اور ابو جہل اور ابو لہب کے نقش قدم پر  
چل کر محبوب خدا علیہ السلام کو پتھر مارنے والو! —

اوپر نبی کا سلام عمر آج مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جا رہا ہے جس نے دیوار  
کھڑی کرنی ہو کر لے!“ —

مگر سب کے حوصلے پست ہو گئے اور کسی کو اس اللہ کے شیر کا راستہ روکنے کی ہمت  
نہ ہو سکی —

اور ہاں! — وہی اللہ کے شیر جنہوں نے اپنی سیاسی بصیرت — حسن تدبیر  
اور جنگی بہارت کی بناء پر اسلام کی عظمت — دین کی سر بلندی اور نظام مصطفیٰ کے لئے  
اسلامی جہاد کے ذریعہ اسلامی فتوحات کا انقار ابجایا۔ تو جہاں جہاں اس نقارے کی  
آواز پہنچی، وہاں وہاں کفر و باطل کے دلوں پر چوٹ لگتی گئی! —

اور کفر کے بڑے بڑے بہادروں، اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں اور باطل

کے بڑے بڑے سرداروں کے دل دھلنے لگے! —

اور پھر چند ایک مجاہدین کا ایک اسلامی لشکر تیار کر کے عرب کے صحرائے نکلا کر دنیا  
کی کوئی طاقت ان کا راستہ نہ روک سکی —

کہیں خالد بن ولید کی شمشیر عرب دشمنوں کے سر کاٹ رہی تھی اور کہیں ابو عبیدہ  
بن جراح کی تیر اندازی سے باغیوں کے سینے پھلنی ہو رہے ہیں اور کہیں حضرت  
عمرو بن العاصؓ کے برق رفتار گھوڑے دریاؤں کی روانیوں پر سے ایک سفینہ کی مانند  
تیرتے چلے جا رہے ہیں —

اور پھر اسی اللہ کے شیر نے مصر و عراق کی فتح — روم و شام کے قیود  
کسری کے سنہری تخت و تاج کو پامال کرتے ہوئے —

ایران و ہندوستان کی کامیابی — آذربائیجان اور سیستان کی کامرانی — بھرہ  
مدائن کو سڑکوں کرنے اور ایران کے شہ زور رستم — بھگجوت بہمن اور لوہے کا  
لباس پہن کر لڑنے والے سپہ سالار جالینوس کو خاکِ خون میں تڑپاتے ہوئے —

بیت المقدس کی دیواروں تک چلا پہنچے —

بیت المقدس فتح ہوا — بلال حبشیؓ نے ظہر کی آذان کہی — مسجد اقصیٰ میں  
نماز پڑھی گئی —

صلح کا عہد نامہ اپنے دست مبارک سے لکھا اور نہایت ہی سادہ لباس میں  
مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے —

یہ بیت المقدس کی فتح کی خوشی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان کہی  
ورنہ وہ تو عہد کر چکے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی آذان نہ دوں گا —

مگر — افسوس کہ عرب ریاستوں کے حکمرانوں کی بے حسنی اور عرب کے رنگین



شہزادوں کی بزدلی اور عیش پرستی کے باعث یہودی اگس بیت المقدس پر سترو سال سے گھوڑے باندھ رہے ہیں۔

اور ان پر یہودیت کا پرچم لہرا رہا ہے۔ اور یا سر عزات کی کم نگاہی۔ بنو لادن سیاست اور نااہل قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اور عرب ممالک کے زمین مزاج۔ عاقبت نااندیش شہزادے، حکمت علی کے سیاہ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کہ

ارہوں ڈالر روزانہ آمدنی کے باوجود ابھی تک کسی اسلحہ ساز فیکٹری کا وجود تو درکنار۔ کوئی ٹافیاں بنانے کا معمولی سا کارخانہ بھی نہیں لگا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقی حملہ کے دوران کویتی بھگورے چند گھنٹے تک بھی اپنی مادر وطن کا دفاع نہ کر سکے۔ اور اگر عرب شہزادوں نے کوئی گولی بنائی ہوتی۔ تو آج بیت المقدس کی رکھوالی۔ حجاز مقدس کی حفاظت اور سعودی حکومت کو بچانے کے لئے نہ امریکہ عیسائیوں کے ناپاک قدم، عرب کی مقدس زمین کو پامال کرتے۔

نہ اسرائیل کے یہودی بیت المقدس میں گھوڑے باندھتے اور نہ ہی مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی جرأت کرتے اور نہ ہی یا سر عزات کی کمزور ہمت عمل۔ کم نگاہی اور بزدلانہ سیاست اور نااہل قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہوتا۔ اور نہ وہ عزیز الوطن ہو کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے۔

حضرات محترم!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن یہ کہتا ہے کہ سعودی عرب کے عیش پرست شہزادے شاہ فہد اور اس کے بھائی بندوں نے خدا کو چھوڑ کر امریکہ۔ برطانیہ۔ فرانس، اٹلی سے امداد طلب کر کے ایک ناقابل معافی جرم کیا ہے کہ

عراق عیسوی خود اور اسلامی اور مضبوط حکومت کو کفر و باطل کے لیٹوں کو کر لے پر بلا کر تباہ و برباد کر دیا۔

مگر وہ بزرگ بھی عرب تھے جو دنیا کے بڑے دلیروں، پہلوانوں اور بڑے بڑے شہسواروں کے غرور کو خاک و خون میں ملاتے ہوئے سندھ کے ساحل پر آتے اور یہاں وادی مہران کی ظالم و جابر حکومت کو روندتے ہوئے ملتان میں داخل ہو گئے۔ اقبال مرحوم خوب کہتا ہے کہ

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں  
اور کبھی افیقتہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں  
شان چھتی نہ تھی آنکھوں میں جہانداروں کی  
کلمہ پڑھتے تھے ہم جھاوٹوں میں تلواروں کی  
اور

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ پھوڑے ہم نے  
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے بھی اپنی ایمان افروز کتاب ضرب کلیم میں آج سے پچاس سال قبل امرائے عرب کو ایک زندہ جاوید پیغام دیا تھا کہ

ص۔ کہ یہ کافر ہندی بھی جسارت گفتار  
اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی  
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو  
وصال مصطفوی۔ افتراق بولہبسی  
نہیں وجود حدود و قیود سے اس کا  
محمد عربی سے ہے عالم عربی



کہ جب تک یہ امرائے عرب اور مصر و حجاز اور شام و عراق کے عربی حکمران اور زنگین مزاج شہزادے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے دامن کو وابستہ رکھیں گے اور ابو جہل و ابولہب کی تہذیب — ان کی سیرت اور ان کی خباثت سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں گے اس وقت تک یہ عربی کھلانے میں حق بجانب ہوں گے۔

اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے اور در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے اور بیت المقدس بھی ان کے ہاتھوں سے جاتا رہے گا اور مسجد اقصیٰ کے مقدس مینارے بھی ان کی بے حسی — بزدلی اور عیش پرستی پر ماتم کرتے رہیں گے۔

اور پھر فلسطینی عرب سے کہتا ہے — کہ

۷ — زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے تری دوانہ جینیوا میں ہے نہ لندن میں فرنگ کی رگ جہاں پنجہ یہود میں ہے سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے !

کہ اے فلسطینی عرب کے بہادر نوجوانو! اور اسلام کے جانثار سپاہیو! میں جانتا ہوں کہ وہ پرانی تلخ زبان نے یہود و نصاریٰ کے کبر و غور کو جلا کر رکھ دیا تھا اور کفر و باطل کے اندھیدوں میں حق و اسلام کی شمع روشن کی تھی اور آج کا زمانہ ابھی تک تمہاری اس آتش سوزاں کے سوز اور یہودیت و نصرانیت کے مضبوط قلعوں کو عشق رسول کی آگ اور اسلام کی آتش تپاں ابھی تک تمہارے سینوں میں محفوظ ہے۔

اور تم آج بھی اس آتش پر سوز سے کفر و باطل کی دیواروں کو جلا کر دین و اسلام کے مقدس چہروں کو اور بھی روشن تر کر سکتے ہو لیکن افسوس کہ تمہیں کوئی بہادر لیڈر بیباک رہنما اور سیاست کی شطرنج کی چالوں کو سمجھنے والا قائد ہی نہ مل سکا۔

اور اے فلسطین کے غریب الدیار مسلمانو! تمہاری اس غلامی — محتاجی اور در بدر ٹھوکریں کھانے کا علاج جینیوا کے اجلاسوں — لندن کی کانفرنسوں اور انگریزوں کی مکارانہ چالوں اور دانشگاہوں کی عیارانہ فضاؤں میں نہیں ہے بلکہ جینیوا اور لندن کی بجائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ایمان افروز ہواؤں اور شمشیر عرب کی تابدار کاٹ میں ہے!

آؤ — مدینہ منورہ کی نورانی ہواؤں میں گم ہو کر اپنے دامن کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر لو اور عرب ریاستوں کے زنگین مزاج شہزادوں کی عیش پرستی کے یہودہ ماحول سے منہ موڑ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد!

ابو عبیدہ بن جراح کی جنگی مہارت اور خالد بن ولیدؓ کی جان نثاری کو اپنی زندگی کا عیار بنالو۔

تاکہ تمہاری ہر مشکل آسان ہو جانے کے ساتھ ساتھ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے پاک صحنوں میں تم پھر نماز ادا کر سکو۔

اور ان کے مینارے افان کی آواز سے یہودیت اور صہیونیت کے دل دہل جائیں۔

اور تمہاری طرف سے یہودیوں کے ظلم و ستم اور قتل عام اور بیت المقدس کی توہین اور مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کا بدلہ اور انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔  
قارئین محرم!



قارئین محترم! ذرا سعودی شہزادے رنگینی۔ بے حس اور عیش پرستی کے باعث کمزوری۔ بزدلی اور اسلحہ کی کمی اور فوجی طاقت کی بے وفائی اور جنگی مہارت سے ناواقفیت ملاحظہ ہو۔

کہ ۱۹۷۹ء کو چند ایک باغیوں نے شاہ فہد کی حکومت کے خلاف بغاوت کردی اور وہ بھی عین راج مبارک کے موقع پر۔  
مگر سعودی حکومت کے بھگوڑے فوجی اور روضہ النور کی جالی مبارک کو بوسہ دینے والوں کو گرفتار کر لینے والے سپاہی خدا جانے کس عیش و عشرت میں مبتلا تھے کہ اٹھارہ دن تک بھی ان پندرہ بیس باغیوں کو خانہ کعبہ سے نہ نکال سکے۔  
آخر کار پاکستان کے بہادر فوجیوں نے محض چند گھنٹوں کے اندر انہیں گرفتار کر لیا!

اور میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ میں اس سال حکومت کی طرف امیر الحجاج بن کر گیا ہوا تھا۔  
مگر۔۔۔ اے عرب کے رنگین شہزادو۔ مسلمان ریاستوں کے عیش پرست حکمرانوں اور عرب لیگ کے نام نہاد کارکنوں، اس سال سے بیت المقدس کی دیواریں ہتھاری بزدلی پر نوحہ کناں ہیں۔

مسجد اقصیٰ کا حسین و جمیل عمارت آپ کی بے بسی اور عیش پرستی پر آنسو بہا رہا ہے اور بلند آواز سے آوازیں دے رہا ہے۔  
کہ۔۔۔ کہاں گئے وہ کفن بردوش مسلمان جو عرب کے صحرا سے اٹھے اور اپنی شمشیر آبدار لیے کبھی خشکیوں میں کفر و باطل کے خلاف لڑ رہے ہوتے اور کبھی دریاؤں کی طوفانی موجوں سے ٹکراتے ہوئے اور دُنیا سے کفر و باطل کے بڑے بڑے شہسواروں کے طاقت کے غرور و تکبر میں ملاتے رہے اور کوئی قوت انکار راستہ نہ روک سکی۔

## ہندوستان میں تحریک آزادی

حضرات گرامی!

ہندوستان کی تحریک آزادی اور پھر تحریک پاکستان میں کئی طوفان اٹھے!  
کئی کالی آندھیاں اور کئی بار پانچ دریاؤں میں خون بہتا ہوا بھی نظر آتا ہے۔  
اسی لئے کہ کبھی ہندو مسلم اتحاد کے نعرے اور کبھی ہندوؤں اور سکھوں کے مندروں اور گروہاؤں میں گائے کا گوشت اور کبھی مسلمانوں کی مسجدوں میں خنزیر کے پائے بھی رازش کے تحت ڈالے گئے۔

اور اسی تحریک کا ایک خونی باب یہ بھی ہے کہ  
مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۹ء کو جنرل رولٹ کی قیادت میں ہندوستان میں ایک وفد آیا کہ وہ جا کر یہ فیصلہ کرے کہ سیاسی مجرموں کو کیا سزائیں دی جائیں۔  
حالانکہ ۱۹۱۳ء کی جنگ میں ہندوستانیوں نے انگریزوں کی بھرپور مدد کی تھی مگر اس کا بدلہ ہندوستانیوں کو یہ مل رہا تھا۔

مگر قائد اعظم محمد علی مرحوم نے ایکٹ کے غلات مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو دارالحکومت کو ایک خط لکھا کہ اگر آپ نے اس ایکٹ کو واپس نہ لیا تو ملک میں ایسی آگ لگادی جائے گی جو ان سے بجھائی نہ جاسکے گی۔

پھر اسی ایکٹ کے خلاف مظاہرہ کرنے کے لئے مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ امرتسر میں ایک جلسہ ہوا جو ہندو مسلمانوں اور سکھوں کے اتحاد کا مظاہرہ بھی تھا۔ جس میں ڈاکٹر کچلو۔ مولینا داؤد غزنوی اور ڈاکٹر ستیہ پال نے پر جوش



لیکن جنرل ڈائرنے گولی چلائی جس سے ایک ہزار ہندوستانی مارے گئے۔  
مگر پھر ۱۵ سال کے بعد ایک ہندوستانی سکھ سردار اودھم سنگھ لندن پہنچتا اور اس  
کے ہمراہ ایک مسلمان لڑکی فیروزہ نے تعاون کیا جس کی دسابت سے عین اہمیلی کے  
اجلاس کے دوران سردار اودھم سنگھ نے جنرل ڈائرن کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔  
اور اس نے زور سے پکار کر اعلان کیا کہ آج بہت خوش ہوں کہ میں نے جنرل  
ڈائرن سے جلیانوالہ باغ میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کے قتل عام کا بدلہ لے لیا ہے  
اب مجھے پچھانی پر لٹکا دو!

اور اس تحریک آزادی ہند کی تاریخ کا ہر وہاں ایک ورق اور بھی ہے  
وہ یہ کہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۸ء کو مسٹر سائمن کی قیادت میں ایک انگریز وفد سائمن کمیشن  
ہندوستان کے حالات کا سیاسی جائزہ لینے کے لئے ہندوستان پہنچا۔ مگر اس وفد میں  
کسی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا تھا ایسے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اس وفد کا بائیکاٹ  
کر دیا۔

اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور لالہ لاجپت رائے نے اس کمیشن کے  
خلاف دھواں دار اور باغیانہ تقریریں کہیں۔  
ان دنوں لاہور کی پولیس کا سربراہ سکاٹ تھا۔ اس نے لاٹھی چارج کا حکم دے دیا  
مسٹر سائمنس جتھہ دار تھا۔ اس نے پہلی لاٹھی لالہ لاجپت رائے کے سر پراری جس سے  
لالہ جی موت کی آغوش میں جا بیٹھا۔

لیکن قہوڑے ہی سڑک کے بعد بھگت سنگھ نے جو کہ چک نمبر ۸ جرنالہ ضلع  
فیصل آباد کا رہنے والا تھا جسے مسٹر سائمنس کو گولی سے اڑا کر اعلان کر دیا کہ آج میں  
بہت خوش ہوں کیونکہ میں نے آج اپنے ایک بھائی لالہ لاجپت رائے کے انگریز

قاتل کو گولی مارا اس کا بدلہ لے لیا ہے۔

اور سردار بھگت سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا اور اسپر مسٹر سائمنس کے قتل کے الزام میں  
مقدمہ چلا کر مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو لاہور پچھانی دے دی گئی اور اس کی لاش کو  
دریائے ستلج کی طوفانی لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔

حضرات گرامی!

ابھی ۱۹۷۹ء میں ایک غورچکاں داستان تاریخ کے صفحات پر اور رقم ہوئی  
وہ یہ کہ بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو نہ جانے کیا سوچی!۔  
کہ اس نے پنجاب میں سکھوں کے سب سے مقدس مقام بڑے دربار صاحب  
امرتسر پر ایک بدترین قسم کی فوجی کارروائی شروع کر دی۔ اور سکھوں کی مقدس ترین کتاب  
گرتھ صاحب کو پال کر دیا اور دربار صاحب کے گیارہویں اور عبادت کے لئے آئے  
ہوئے لوگوں کا قتل عام کر دیا۔

اور جو لوگ اس کارروائی کے دوران بچ گئے انہیں بلا تشخص بچے ابوڑھے اور  
خواتین گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا۔

مگر دو ماہ بعد ہی سکھوں نے بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو گولیوں سے  
چھلنی کر کے رکھ دیا اور قاتلوں نے اندرا گاندھی کی لاش پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔  
کہ ہم آج بہت خوش ہیں کہ ہم نے دربار صاحب کی بے حرمتی کا بدلہ لے لیا ہے۔  
اور اس کے بعد اس اندرا گاندھی کے بیٹے راجیو گاندھی کا بھی وہی حشر ہوا۔





## رئیس الامرار مولانا محمد علی جوہر صاحب مرحوم

رئیس الامرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم ————— جو ہندوستان کی آزادی کے لئے پہاڑوں سے ٹکرائے دریا کے طوفانوں میں غوطہ زن ہوتے رہے اور انگریزوں کی غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے ان کا ہر ظلم و ستم سہتے رہے۔ وہ بار بار بغاوت کے الزام میں جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اور ان پر مقدمات بنتے رہے۔

ان بغاوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ بہت مشہور ہے۔ جسے کراچی کا مقدمہ بغاوت کہا جاتا ہے۔  
یہی محمد علی جوہر جب کبھی جیل کی تنگ و تاریک چکیوں میں تنہائی سے گھبراٹھتے تو نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لکھ کر اطمینان قلب حاصل کرتے تھے۔  
ان کی ایک نعت آج بھی زبان زد خاص و عام ہے۔ ملاحظہ فرمائیے! —  
تنہائی کے سب دن ہیں  
تنہائی کی سب راتیں

اب ہونے لگیں اُن سے  
خلوت میں ملاقاتیں

تسلیم کے وعدے ہیں  
کوثر کے تقاضے ہیں

اک فاسق و فاجر پر  
اور اتنی مراعاتیں

اس آس پر جیتا ہوں  
کہ شاید وہ مُبلا بھیجیں

بھیبھی ہیں درودوں کی  
کچھ ہم نے بھی سو غائیں  
ہاں! ہاں وہی مولانا محمد علی جوہر جنہوں نے ۱۹۲۲ء کی خلافت کمیٹی کے ذریعے ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت اور عداوت کی آگ بھردی —————

اور آخر کار ۳ جنوری ۱۹۳۰ء کی لندن گول میز کانفرنس میں جاتے ہیں تو ایک بد نہاد فرنگی کے پوچھنے پر —————

کہ محمد علی یہاں کیوں آئے ہو؟  
مولانا نے بڑے بیباکانہ انداز میں ایک بہادر سپاہی کی طرح جواب دیا —  
کہ — میں یہاں ہندوستان کی آزادی کا پروانہ لینے آیا ہوں! —  
اب مجھے آزادی کا پروانہ دو یا پھر میری قبر کا انتظام کرو! —  
کیونکہ میں اب غلام ہندوستان میں زندہ واپس نہیں جاؤں گا۔  
مگر قارئینِ کرام! — آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے —  
کہ اس مردِ قلندر کو آزادی کا پروانہ تو نہ مل سکا البتہ وہ آزادی کی شمع پر پروانہ وار فدا ہو گیا! —————



اور اب مرد مجاہد کی سعادت ملاحظہ ہو۔  
کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم پیدا ہوتے رامپور میں۔ اور مدت واقع  
ہوتی ہے لندن میں۔ اور۔ دفن ہوتے ہیں۔

بیت المقدس میں۔

میر سپاہ نازا

شکریاں شکستہ صفت

اے ! وہ تیر نیم کش

جس کا نہ ہو کوئی ہدف

محبت پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ رازِ فاش !

لاکھ حکیم سرِ عجیب ایک کلیم سرِ بخت !

اور۔ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں

جو ہو زدِ قہقہہ پیدائو گٹ جاتی ہیں زنجیریں

اور۔ اسلامی ریاستوں کے رنگین مزاج شہزادو! اور عیش

پرست حکمرانو! سنو اور کھلے دل سے سنو!

کہ ہمارا دستور پاکستان۔ مردِ درویش لاہوری علامہ اقبال آپ کے متعلق  
آج کے کئی سال پہلے کیا کہہ گیا ہے۔

نہیں وجودِ حدود و قیود سے اس کا

محمدؐ عربی سے ہے عالم عربی!

کہ آپ نے اپنی حماقت اور ناعاقبت اندیشی سے عرب لیگ بنا کر اپنی

ایک علیحدہ قومیت کا تصور تو دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

مگر جس نامِ اقدس کے ذریعے قومیں بنتی ہیں اور پھر وہ قومیں اسی کے

اسمِ گرامی کی برکت سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں۔ اسی اسمِ پاک  
یعنی محمدؐ عربی کے دامنِ اقدس کو تم نے چھوڑ دیا اور آج اسی وجہ سے آپ

ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

مجھے بتاؤ!۔ کہ آپ کی وہ عرب لیگ۔ آج کہاں ہے؟ اور

کیا کر رہی ہے؟

درویش لاہوری تو پوری کائنات پر چھا جانے کا ایک ہی نسخہ بتاتا ہے

کہ۔۔۔ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیسرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیسرے ہیں

کوئی روس کی گود میں چلا گیا اور کوئی امریکہ کی آغوش میں!۔

اور۔ صا جزا وہ سید افتخار الحسن کی یہ بات بھی یاد رکھنا کہ آج مورخ ۱۲

جنوری کو مشرق وسطیٰ کے امن کے لئے واشنگٹن میں مذاکرات ہو رہے جس میں

امریکہ۔ برطانیہ اور فلسطینی مسلمانوں کے علاوہ یہودی نمائندے بھی شریک ہو رہے

ہیں!

مگر۔ اے عرب ریاستوں کے حکمرانوں۔ اسلام کے نام پر پیشواؤ۔

اور رنگین مزاج شہزادو! اس دھوکہ و فریب کے جال میں نہ پھنس جانا۔

اسی لئے کہ جس برطانیہ اور امریکہ نے یہودی ریاست کی بنیاد رکھ کر عرب ریاستوں

کے سینہ میں پھر اگھونپ رکھا ہے اور اسلام دشمنی کی بنا پر ہر موقعہ۔ ہر قدم اور ہر

معاملہ پر اس کی حمایت کرتے چلے آ رہے ہیں۔

وہ واشنگٹن مذاکرات میں اس اسرائیل کے خلاف بھلا کیسے کام کریں گے۔

جس بنی اسرائیل نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وفانہ کی وہ آج مشرق وسطیٰ

کے امن کیلئے اور عرب ریاستوں اور فلسطینیوں سے کیا وفا کرے گا!



غالب مرحوم نے کیا خوب کہا ہے !  
 کہ — ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید  
 جو نہیں جانتے کہ وفا کیا ہے

اللہ کا نام لے کر اٹھو اور آپس کے تمام اختلافات مٹا کر اور آپس میں  
 محبت و اخوت کی طاقت پیدا کر کے اور شمشیر عربیہ کے اٹھو اور پہاڑوں سے ٹکرا جاؤ  
 سمندروں اور دریاؤں کو کھنگال ڈالو اور اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے الجھاؤ فی اللہ سلام  
 کافرہ لگاتے ہوئے یہودیت و نصرانیت اور مہینہ ہونیت کے قلعوں کو روندتے ہوئے  
 بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی عظمت رفتہ کو بحال کر دو تاکہ تمہارا نام بھی اللہ کے  
 شیروں میں شمار ہونے لگے ! —

کیونکہ درویش لاہوری اقبال مرحوم کیا خوب فرماتے ہیں —  
 ۷ — کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان

اور مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیر الہی  
 کافر ہے تو شمشیر پہ رکھتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے پابسی

فلسطینی مسلمانوں کی طرح کشمیری مسلمان بھی ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں  
 قتل ہو رہے ہیں۔ معصوم بچوں کے گلوں پر پھریاں چلائی جا رہی ہیں۔ عصمت مآب  
 خواتین کی بے عزتی کی جا رہی ہے۔ ان کے گھروں اور املاکوں کو آگ لگائی جا رہی ہے۔  
 حالانکہ آج سے پچاس سال پہلے اقوام متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی تھی کہ  
 ۵ جنوری ۱۹۴۷ء کو جوئوں کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے گی۔ اور آج ہی مطالبہ لے  
 کر کشمیری عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ کہ کئی ۵ جنوری کی تاریخیں گزر گئیں مگر کسی نے  
 کشمیر میں رائے شماری نہ کرائی۔ بلکہ بھارت نے کشمیر کو اپنا الٹا انگ کہنا شروع کر دیا۔

اور نہ جانے کب تک رائے شماری کی تاریخ ۵ جنوری آتی رہے گی اور گذرتی رہے گی۔  
 مگر یہ سہانا خواب کب خرمندہ تعبیر ہو سکے گا۔

ایسے بھارت پر دباؤ ڈالنے کے لئے براہ راست برطانیہ کے ان لیڈروں پر  
 زور دینا چاہیے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورے کرتے ہوئے کشمیر میں رائے شماری کرائے۔  
 ہٹناتوں۔ جلوسوں۔ عالمی برادری کے زور دینے پر کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔  
 ہر روز بھارت کے ظالم فوجیوں کے ظلم و استبداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔  
 اور وہ کشمیری مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑ رہے ہیں۔  
 خالی بیانات اور قراردادیں پاس کرنے سے رائے شماری نہیں ہوگی اور نہ  
 کشمیر کو آزادی ملے گی۔

صدر ایوب نے معاہدہ تاشقند کے جیٹا ہوا کشمیر واپس بھارت کو دیدیا۔  
 صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ طاقت کے ذریعے پھینکی ہوئی چیز کو من  
 طاقت سے ہی واپس لیا جاسکتا ہے۔

ایسے اگر فلسطین و کشمیر حاصل کرنا ہے تو طاقت، اخوت اور اتحاد پیدا کر دو  
 اپنی جنگی صلاحیت بڑھاؤ اور جب یہ سب کچھ مکمل ہو جائے تو دشمن پر کشمیر کی فرب کاری  
 لگاؤ اور دشمن کو چیت کر دو۔





## وطن کے غدار

قارئین کرام! —

جب تک مسلمان غداروں کی وطن دشمن سرگرمیوں اور اسلام کے باغیوں کے ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہے اس وقت تک وہ کفر و باطل کے ہر معرکہ میں فتح کرائی کے جھنڈے بہاتے رہے۔

مگر جب ان میں غداروں کی ایک ناپاک — گندی اور گمراہ جماعت پیدا ہونے لگی، تو صرف مسلمانوں میں نفرت و عداوت کے سیاہ بادل چھلنے شروع ہو گئے بلکہ اسلام کی نورانی پیشانی پر کالے داغ لگنے لگے اور اسلامی چہرہ اپنی تابانی کھو بیٹھا۔

مثال کے طور پر — بہادر شاہ ظفر تیموری خاندان کا آخری تاجدار اور مغل سلطنت کا ٹٹٹا ہوا چرلخ تھا۔ جس کی مدد سے سی روشنی دہلی کے گلی و بازاروں میں شام کی تاریکی میں لوگوں کو راستہ دکھاتی تھی۔

مگر مرزا الہی بخش منشی رجب علی اور مرزا سعد اللہ خاں کی غداروں نے ہندوستان میں اس آخری مسلمان تاجدار کو رنگوں کے خوفناک قلعہ میں پھنسا کر بالآخر اس چرلخ کو بھی بجھا کر دم لیا۔

اور اس مرد درویش سلطان کو اسی اندھیرے قلعہ میں دفن کر دیا گیا۔

چنانچہ وہ شاہی درویش وطن سے دُور — اپنی عزیز الوطنی کے بارے میں خود ہی کہتا ہے —

کتنا ہے بد نصیب ظفر کو دفن کے لئے  
دو گز زمین بھی مذہبی کوئے یار میں

اور اس المناک داستان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے! — کہ تحریک آزادی ہند سنی ۱۸۵۷ء کو جھانسی کی رانی اور بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں میرٹھ کے شہر سے شروع ہوئی۔ جسے انگریز بد معاش نے غدار کا نام دیا ہے۔ تحریک نے زور پکڑا — اسیلے کہ مولانا فضل الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کر دیا تھا۔

اس تحریک آزادی کو ختم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل انگریز جنرل میدان میں اترے! —

جنرل ہڈسن — جنرل نکلسن — اور جنرل ایمرسن —

مغل شہزادوں کے نام یہ تھے! —  
شہزادہ مرزا مغل — شہزادہ یاقوت اور شہزادہ جواں بخت —  
شہزادیوں کے نام یہ تھے! —

شہزادی گلستانو — شہزادی قدسیہ اور شہزادی فسرخ سلطان —  
اور غداروں کے نام یہ تھے! —

منشی رجب علی — مرزا الہی بخش اور مرزا سعد اللہ خاں! —

بہادر شاہ ظفر کو ہایوں کے قلعہ سے مرزا الہی بخش نے گرفتار کر دیا — مرزا سعد اللہ نے انگریز جنرلیوں کو بتایا کہ شہزادے بھی یہیں موجود ہیں۔

جنرل نکلسن جب ان شہزادوں کو گرفتار کرنے گیا تو شہزادے گرج کر بولے!  
کہ — تیموری خاندان کے شہزادے مرنے سے پہلے گرفتار نہیں ہوا کرتے!



لیکن مرزا سعد اللہ نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے امان لے لی ہے۔

شہزادے بھی قتل کر دیئے گئے۔ اور پھر اس شاہی خاندان کے خاتمہ کے بعد دہلی کے لوگوں نے دیکھا کہ دہلی کی شاہی مسجد کی بیڑھیوں پر ایک نوجوان لڑکی چہرے پر ایک ٹوٹا چھوٹا نقاب ڈالے۔ ہاتھ پھیلائے ہر آنے جانے والے نمازی سے سوال کرتی ہے؟

دے جا سخیانام خدا کے!

آخر ایک آدمی نے اس بہکارن سے پوچھ ہی لیا کہ تو کون ہے؟

بہکارن نے جواب دیا۔

بھائی! میرے قریب نہ آنا۔ اور میرے نقاب کو ہاتھ نہ لگانا۔

میں بہادر شاہ ظفر کی بیٹی گل بہار بانو ہوں!

اقبال مرحوم ان وطن کے غداروں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

جعفر از بنگال صادق از دکن

ننگ دین، ننگ قوم و ننگ وطن

اور یہ ہے بھی کسچ!

ایسے کہ اگر میر جعفر غداری نہ کرتا۔ تو نواب سراج الدولہ کی لاش پلائی کے میدان میں ہرگز نہ تڑپتی اور وہ انگریزوں کو ہندوستان بدر کر کے چھوڑتا۔ اور اسی طرح۔ اگر میر صادق غداری نہ کرتا تو شیر دکن و میسور سلطان ٹیپو کے بدن پر سرنگا پٹم کے میدان میں انگریز جنرل گولیوں کی بوچھاڑ نہ کرتا۔ اور اگر مرزا ابلی بخش اور مرزا سعد اللہ خان غداری نہ کرتے تو بہادر شاہ ظفر کی موت رنگون کے اندھیرے قید خانہ میں نہ ہوتی اور اگر جھٹو غداری نہ کرتا تو یہ پاکستان ٹرنٹ کر نگلے دیش نہ بنتا۔

جیتے جی ہر کو کفن دے دیا

جسکی کرسی نے آدھا وطن دے دیا

یہ ہیں۔۔۔۔۔ وطن کے غداروں کی وطن دشمنی!

سرگرمیوں کے نتائج۔۔۔۔۔ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ

پاکستان آج بھی ایسے ہی وطن کے غداروں سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ ہر روز بموں کے دھماکے۔۔۔۔۔ بیگناہ لوگوں کا قتل۔۔۔۔۔ معصوم

عورتوں کی آبروریزی۔۔۔۔۔ اور گلی گلی۔ ڈاکوؤں کے حملے یہ سب کچھ وطن سے غداری

نہیں تو اور کیا ہے!

اور پھر ۱۹۴۷ء کی پاک بھارت جنگ میں پاکستان کے شیر دل سپاہیوں کو ڈرایا

یہ نہیں گیا۔۔۔۔۔

اور سر جھٹو کے اس اعلان نے۔۔۔۔۔ کہ

اُدھر تم اور اُدھر ہم!

ہمارے بہادر جرنیلوں۔ جانثار سپاہیوں اور فضائے آسمانی میں پرواز کرنے والے

ہوا بازوں کے حوصلے پست کر دیئے گئے۔ درنہ ۱۹۷۱ء میں بھی وہی جذبہ تھا۔ وہی شوق

شہادت تھا۔ اور وہی سرفروشی کی لگن تھی۔۔۔۔۔

اس لئے کہ۔۔۔۔۔

اہل ایمان جب میدان میں سنبھل جاتے ہیں!

جذبہ شوق شہادت میں پھیل جاتے ہیں!

تم تو مٹی کے کھلونے ہو تمہارا کیا ہے؟

تبکیہ کے نعروں سے تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں!



جیسا کہ اس کا مظاہرہ بھنب۔ جڑیاں۔ دیوا۔ سیدیاں  
اور برکی کے محاذوں پر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہو چکا تھا! —  
اور آج کشمیر کی جنگ آزادی سے تنگ اگر ۱۹۶۵ء کی طرح ہندوستان کے  
جنگل جنونیوں نے پھر اس جنگ کو وسیع کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ تو ان مولوں  
کو معلوم ہونا چاہیے —

آج بھی ہماری بہادر اور مجاہد افواج میں محمد یونس حسن اور ایم۔ ایم۔ عالم  
جیسے ہوا باز اور میدان جنگ کے عزیز بھی اور کرنل عبدالرحمن جیسے شہسوار اور  
نورخان جیسے شہباز اور شاہین موجود ہیں —

اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں دو اکر کا قلعہ پاش پاش کرنے والے بحری  
بیڑے کے غوطہ زن زندہ ہیں —  
بحارت کے جنگی نیناؤ! یہ ٹھیک ہے کہ تم تعداد میں زیادہ ہو اور تہارے

پاس سامان جنگ بھی زیادہ ہے —  
مگر صاف جڑاؤ سید افتخار الحسن زیدی کی یہ بات ہرگز نہ بھولنا کہ —  
لاکھ ٹکے ہوں مگر ان کو بہانے کے لئے

موج دریا کا اک ریلہ ہی بہت ہوتا ہے  
اپنی کثرت تعداد کو تم نے سمجھا کیا ہے  
اور —  
شیر جنگل میں اکیلا ہی بہت ہوتا ہے



## جنگ کے فائدے

جنگ کے بعد جنگ کے نقصانات کا اندازہ لگانا تو حکومتوں کا کام ہوتا ہے۔  
مگر پاکستان اور ہندوستان کی اس جنگ میں مجھے جو فائدے نظر آئے ہیں ان کا  
ذکر ضروری ہے —

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جنگ کے ان اٹھارہ دنوں میں جو کچھ ہم نے سیکھا  
اور پایا ہے وہ ہم پہلے اٹھارہ برسوں میں بھی نہ سیکھ سکے اور نہ پاسکے۔

قوم خواب غفلت میں سوئی ہوئی تھی۔ اس کا دل مردہ ہو چکا تھا اور اس کے  
دل و دماغ پر ایک جمود طاری تھا۔ مسلمان دین پرستی کی بجائے عیش پرستی کے  
عادی ہو چکے تھے اور خدا و رسول کا پیغام حیات اور مقصد زندگی بھول چکے تھے۔  
دولت مند اور جاگیر دار اپنی دولت کے نشے میں سرمست تھے۔ اور سیاسی

رہنما کسی اونچی کرسی کی خواہش میں دست و گریباں تھے —  
اور مذہبی رہنما۔ علماء و خطباء حضرات دینی اختلافات کو ہوا دے کر قوم  
کو تفرقہ میں ڈال رہے تھے۔ شیخ و منبر پر خدا و رسول کے پیغام حق دینے کے  
بجائے اپنی ویلیو بنا رہے تھے۔ —

ریڈیو والے پکے راگوں غلبی گانوں اور فحش ڈراموں کو ہی قوم کی خدمت سمجھتے  
تھے اور قوم کو فحاشی اور عیاشی کا سبق پڑھا رہے تھے —



لیکن ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح ملت اسلامیہ کے لئے ایک پیام بوش و  
جوش لائی اور وقت کے تقاضے نے اسلامیان پاکستان کو بھڑا  
اور پھر ساتھ ہی ریڈیو پاکستان سے ایک آواز شیر کی دھڑن کر گرجی کہ۔  
لا اکر اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والو!

مسلمانو! تمہارے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اٹھو! اور غرہ بکیر بلند کرتے  
ہوئے دشمن کی قزاقوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دو۔ اور ہندوستان کو معلوم نہیں  
کہ اس نے پاکستان پر حملہ کر کے کس قوم کو لٹکا رہا ہے!

یہ آواز کفرستان ہند کے غلامت جہاد کا نفاذ تھی۔ جس نے پاکستان کے دشمن  
کو در مسلمانوں کے خون میں ایک جوش جنوں پیدا کر دیا اور پھر یہ دس کروڑ مسلمان  
پاکستان کفر کے مقابلہ میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے جس سے ٹکرائے بغیر  
کے سیاسی پندتوں کے بس کی بات نہ تھی۔

علمائے کرام نے اپنے تمام مذہبی اختلافات ختم کر کے متحد و منظم ہو کر قوم کی  
راہنمائی کی۔ اور اپنی تقاریر و خطبات میں جہاد کی اہمیت اور وطن کی پاسبانی کا  
درس دیا۔

مسلمانوں میں نیا جوش و ولولہ تازہ اور ایشاد قربانی کا جذبہ پیدا کر کے ملک کے  
بچے بوڑھے اور جوان کو اپنی سرحدوں کا محافظ بنا دیا۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ علمائے کرام ہی کا مہر و منت ہے۔ ایسے  
کہ جہاد کا تعلق مذہب سے ہے اور مذہب کے راہنما و علمائے ربانی ہیں۔ جن کی آتش  
بیانی نے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ قربانی اور شوق شہادت پیدا کر دیا۔ یہ علیحدہ بات  
ہے کہ کوئی اس روحانی و مذہبی جماعت کا کوئی نام نہ لے۔

سیاسی راہنماؤں نے بھی اپنے سیاسی عہدے ختم کر کے صدر پاکستان کو ہر قسم  
کی حمایت و تعاون اور ہر قسم کی قربانی کا یقین دلایا۔

شاعروں کا تخیل اور ادیبوں کا قلم جو جام و شباب، جنگ و رباب اور  
اخلاق سوز افسانوں تک محدود تھا۔ یک دم پلٹ گیا اور انہوں نے جہاد پر نظمیں  
اور ترانے لکھ کر قوم میں ایک نئی روح چھونک دی۔

اور ساتھ ہی اخباروں نے بھی اپنے چوے بدل کر قومی زندگی کا وہ شعور پیدا  
کیا کہ ساری عالمی صحافت دنگ رہ گئی۔ اور وہ حق ادا کیا کہ دنیا عیش و عشرت کراٹھی!

اور پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ریڈیو والوں کو بھی اپنی کمزوریوں اور خامیوں  
کا علم ہو گیا اور انہوں نے بھی بکے راگوں۔ فلمی گانوں اور غمخ ڈراموں کی جگہ قی زون  
سے فضائے آسمانی کو ہکا کر رکھ دیا۔ تاریخ اسلام کے اوراق اور جہاد فی سبیل اللہ  
پر تقریریں نشر ہونے لگیں۔ جنہوں نے نہ صرف اسلامیان پاکستان بلکہ عالم اسلام  
کو گرامر رکھ دیا۔

اور جنگ سے پہلے ریڈیو والوں کے غلط اور لالچی پروگراموں کی وجہ سے  
جہاں بازار بازار۔ گلی گلی اور گھر گھر غمخ اور پھر گانے نشر ہو رہے تھے۔ اب اس کی  
جگہ قومی ترانے اور ملی نغمے یوں گونج رہے تھے!

بڑھے چلو مجاہدو۔ بڑھے چلو مجاہدو۔

اور — جاگ اٹھا ہے سارا وطن

اور — پاک فوج کو سلام، پاک فوج کو سلام

اور پاکستان کے بچے کی زبان پر غلامی و لکیر۔ محمد بن قاسم اور محمد بن قاسم  
کی بہادری کے افسانے ہیں۔ اور ریڈیو والے اگر قوم کی حالت پر رحم کرتے ہوں



ایسے ہی پروگرام نشر کرتے رہے تو ہمیں امید ہے کہ قوم کا تمام گانے بھول جائے گی۔  
جن سے مسلمانوں کا اخلاق بگڑ چکا تھا۔ اور پھر بچے بچے کی زبان پر یہی ہو گا۔

اٹھو سائے میں تلواروں کے بل کھانے کا وقت آیا

فضا میں پرچم توحید لہرانے کا وقت آیا

اور ————— تمہیں ہو قاسم و محمود کی عظمت کے دکھوائے

بستانِ ہند کے چیلوں سے ٹکرانے کا وقت آیا

اور ————— مسلمانوں بلال و بلور و سلمان ہو عباؤ

رسول اللہ کے ناموس پر قسریان ہو جباؤ!

اور پھر حق و باطل کی اس جنگ سے یہ بھی ثابت ہو گیا — کہ

فسر زندان توحید۔ حق کے پرستار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہونے

والوں کے دلوں کی دھڑکنیں ایک ہیں —————

اور یہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ" کی صدائے حق پر فوراً اکٹھے ہوجاتے

ہیں اور داہگہ کی حسد سے لیکر اردن کی دیواروں تک دنیائے کفر کا مقابلہ

کرنے کے لئے تمام مسلمان ہر وقت تیار و مستعد ہیں —————

اور اقبال مرحوم نے ٹھیک ہی کہا تھا — کہ:۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیتل کے ساحل سے لیکر آسمان کا ٹغیر

اخلاقی اور سماجی بلا شیوں اور سنگین قسم کے جرائم کا کسی حد تک خاتمہ ہو گیا

ہے۔ مسلمانوں میں خوفِ خدا پیدا ہو گیا ہے اور آپس کی ہمدردی اور خیر خواہی کے

جذبات ابھر آئے ہیں۔ مذہبی قدروں کی پاسداری ہونے لگی ہے۔

اور لوگ نمازی و غازی بن گئے ہیں جس کی مثال اس سے مل سکتی  
ہے کہ کارخانہ داروں نے اس جنگ میں اشیائے صرف کی قیمتیں نہیں بڑھنے  
دیں۔ جس کی بدولت پاکستان کے مسلمانوں کو جنگ کے اثرات کا فائدہ برابر  
احساس نہ ہو سکا۔

جبکہ ————— دوسری طرف ہندوستان کے عوام بھوکے مر رہے ہیں۔

اور مہنگائی نے بھارت کے عوام کی بولو رام کر دی ہے۔

مگھانگ ختم ہو گئی ————— جس کی وجہ سے پاکستان میں گندم کی قیمت

گر گئی ہے۔ اور جس دن جنگ شروع ہوئی تھی گندم کا بھادو اٹھارہ روپے

من تھا۔ اور آج گیارہ روپے فی من ہے۔

تو۔ ایسے میرے نزدیک یہ جنگ پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے

لئے پیغام فتح و نصرت کے ساتھ ساتھ پیامِ رحمت بھی تھی۔

لیکن — ان تمام حقائق کے باوجود بھی ہمیں ابھی اسی جوش و خروش

اسی اتحاد و اتفاق اور اسی عزم و استقلال کی ضرورت ہے۔

ایسے کہ ہمارے دشمن، انتہائی متکا رہے، عیار رہے۔ کمینہ ہے اور ڈاکو

اور لٹیہ ہے اور اس کے کسی قول و فعل کا اعتبار نہیں ہے۔

کشمیر کے بارے میں اس کی ہٹ دھرمی — رائے عامہ کی مخالفت،

کشمیر کے مسلمانوں کا قتل عام — نہری پانی کی بندش — اس کی جنگی تیاریاں

اور جنگ کی دھمکیاں اور جنگی نعرے۔

اور پھر جب تک اس کے پاس غلام صادق۔ عبدالکریم چچاگلہ۔ فاروق

عبداللہ اور میر تقی میر جیسے غدارانِ اسلام موجود ہیں۔ پتہ نہیں وہ پھر کس وقت

جنگ کی آگ کو بھڑکا دے۔

مگر ————— انہوں نے تو یہ ہے کہ کشمیر کے بارے میں عدل و انصاف کرنے



## حافظ غلام مصطفیٰ صاحب

حضرات محرم! —————  
 آئیے آپ کو ایک ایسے مرد مومن اور اللہ کے شیر کا تعارف بھی کرانا چلوں  
 جو ہمہ وقت جہاد بالمال، اسلام کی عظمت، دین کی سربلندی اور نظام مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج کے لئے معروف عمل رہتے ہیں —————  
 آپ کپڑے کے وسیع کاروبار کی مصروفیتوں کے باوجود، بیواؤں، یتیموں  
 بے سہارا، غریب اور محتاج لوگوں کی مالی اعانت اس طرح فرماتے ہیں کہ کسی کو بھی  
 کانوں کان خبر نہیں ہوتی! —————  
 اور ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مال و دولت کی فراوانی کے باوجود  
 نام و نمود، جاہ و حشمت کا اظہار و نمائش نام تک کو بھی نہیں —————  
 صاحبزادہ سید افتخار الحسن سپح کہتا ہے کہ حافظ صاحب اس مطلب پرست  
 دنیا۔ نفس پرست زمانہ اور موجودہ سرمایہ داری کے کاروبار حیات میں جھکے پڑے  
 بڑے تاجر۔ ظالم چودہری اور سفاک مل مالکان دولت کے نشہ میں بہرست ہو کر  
 محتاج اور بے سہارا لوگوں کے کھوکھے بھی گرا دیتے ہیں اور —————  
 ناجائز تجارتات کا سہانہ بنا کر غریبوں کی بھونپڑیاں بھی نہیں رہنے دیتے

اور کر دینے والے، امن و سلامتی کو قائم رکھنے والے اور دکھولنے والے ہی  
 ابھی تک اس راستے پر نہیں چل سکے —————  
 جس راستے پر اگر وہ پہلے چل دیتے تو یہ حق و باطل کی جنگ نہ ہوتی!  
 لیکن چونکہ وہ بھی پاکستان کے ہی نہیں بلکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اسی لئے وہ اس  
 آگ کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے —————  
 اور آج بھی کشمیر کے مسئلہ کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس  
 مسئلہ کا حل آج سے اٹھارہ برس پہلے تلاش ہو چکا ہے۔ جسے سلامتی کونسل  
 اور ہندوستان نے بھی منظور کر لیا تھا —————  
 اور وہ تھا ”کشمیر میں آزادانہ رائے شماری“  
 اور اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ —————  
 اگر سلامتی کونسل نے کشمیر میں اپنے اس وعدے کو پورا نہ کیا ————— اور  
 بھارت پر اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے دباؤ نہ ڈالا۔ تو سلامتی کونسل  
 اپنی آگ میں خود ہی جل کر راکھ ہو جائے گی اور کسی اس عالمی ادارے پر اعتماد نہ  
 رہے گا۔ اور اس کی پیشانی پر بزمائی کا ایسا سیاہ داغ لگ جائے گا کہ  
 جسے آئندہ صدیوں تک بھی نہ دھویا جاسکے گا! —————  
 اس لئے جب تک کشمیر کا مسئلہ کسی تسلی بخش صورت میں حل نہیں ہوتا۔  
 ہمارا نعرہ یہی رہنا چاہیئے ————— کہ  
 ”فتح اور ہر قیمت پر فتح“  
 کیونکہ حدیث نبوی علیہ السلام ہے  
 اِنْ اِلْحَنَّتْ تَحْتَ ظِلَالِ الشُّيُوفِ  
 مجاہدین نہایت اللہ کی دیواروں کے سائے میں بہ ناز عشق ادا ہوتی ہے تو اردوں کے سائے میں۔



اور اپنی دولت پر عیاشیوں اور بد معاشیوں میں مدھن مگر بیوہ اور بے ہمارا  
خواتین کے سروں سے شرم و حیا کی چادریں تک نوچ پھینکنے کو اپنا حق تصور کرتے  
ہیں۔

مگر حافظ غلام مصطفیٰ صاحب ہیں جو ضلالت و گمراہی کے اس دور میں اپنے  
وامن کو نیکی و شرافت کے موتیوں سے بھر رہے ہیں اور عیاشی و فحاشی کے گھناؤں  
اندھروں میں محبت و شفقت کی شمع جلائے ہوئے ہیں۔  
تواضع و محبت اور ایثار و قربانی کے پیکر منصور آباد کے لئے ایک مرد درویش  
کی صورت میں نمایاں ہیں۔

عبادت و ریاضت کے لئے سنگ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد بنوا رکھی ہے  
جس میں بچوں کو قرآن مجید تحوید اور ناظرہ پڑھانے کا بھی بہترین انتظام ہے۔  
یہ ذمہ داری قاری محمد شاکر کے شانوں پر ہے جو کہ انتہائی خوش الحان قاری ہیں  
جب وہ کیفیت دہی میں ڈوب کر قرآن کریم کی قراءت فرماتے ہیں تو سامعین وجد و سرور  
میں ڈوب جاتے ہیں۔

جب درود و سلام اور دعا پڑھتے ہیں تو حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی ہے  
حافظ صاحب اولیائے کرام کے استغاثوں پر بھی اکثر بیشتر حاضری دیتے رہتے  
ہیں اور اگر وہاں ان کو کوئی کمی محسوس ہو تو خاموشی اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ مثلاً  
حضرت سلطان باجوہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر کوئی وضو کرنے اور غسل کرنے کا  
کوئی انتظام نہ تھا۔ اس سال محرم میں میری وہاں حاضری ہوئی تو یہ دیکھ کر میری خوشی کی  
کوئی انتہاء نہ تھی کہ وہاں سنگ مرمر کے حوض پر خوبصورت فوارے عجب بہار دکھا رہے ہیں۔  
پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ سعادت منصور آباد کے حافظ غلام مصطفیٰ کے حصے  
میں آئی ہے جنھوں نے دس لاکھ روپے کے خرچ سے یہ دولت کی اور اس خشک جگہ

پربانی کی نہریں بہادیں اور زائرین حافظ صاحب کے حق میں دعائیں دیتے ہیں۔  
میں نے واپس آکر انہیں مبارک باد پیش کی۔  
حضرت گرامی! میرے ساتھ بھی بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور کبھی سہرا بھی  
مل جائیں تو غالی نہیں ملتے۔

بہر حال۔ حافظ غلام مصطفیٰ صاحب بھی اللہ کے ان شیروں میں شامل  
ہیں جو جہاد فی المال کے ذریعہ، غریب پروری۔ بندہ نوازی اور بے کس و بے ہمارا  
لوگوں کی ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں۔  
اور یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برکت ہے کہ سال میں دو بڑے  
جلسوں کو بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے منانے کا اہتمام کرتے ہیں، ایک  
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔  
ان دونوں جلسوں پر عشق رسول اور محبت شاہِ دو عالم میں سرشار ہو کر ہزاروں  
روپے بچھا کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ غریب نوازی اور بندہ پروری و اندازِ لطف و کرم  
صرف حافظ صاحب کا ہی نہیں۔

بلکہ ان کا پورا گھرانہ اس سعادت میں ان کا شریک ہے۔ مثلاً حافظ صاحب  
کے چھوٹے بھائی غلام محمد صاحب بھی یکس دن ادارہ لوگوں کی حمایت۔ بیوہ عورتوں کی خدمت  
گیری اور یتیموں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنے میں حافظ صاحب کے ساتھ دل  
جان سے حاضر رہتے ہیں۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں  
بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے  
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو  
خدا کے بندوں سے پیار ہوگا



مبلغ اسلام حضرت مولانا پیر سید زاہد علی شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ  
زندگی ایک سفر ہے۔ لاکھوں انسان اس سفر کو طے کر لینے کے بعد حیاتِ مستعار کی سرحد  
کو عبور کر کے ابدی نیند سو چکے ہیں۔ اس دنیائے ناپائیدار میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ  
ہی رہے گا۔ مالک الملک اللہ رب العالمین جلّ جلالہ کے فیصلہ کے مطابق بھی کو جامِ فنا  
نوش کرنا ہے۔ ہر ایک کو اس دنیائے رنگ و بو کو چھوڑ کر سیرِ درخاک ہونا ہے۔ مگر کچھ لوگ  
اس جامِ فنا کو اس عظمت سے نوش کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔ جو اس دارِ فانی سے  
رخصت ہو جانے کے بعد اپنی حسین یادوں کی وجہ سے زندہ و جاوید رہتے ہیں، وہ فنا ہو کر بھی  
بقا کی رفیع منزلوں پر فائز رہتے ہیں۔ انہیں پُر وقار، صاحبِ عظمت لوگوں کے لئے تو  
کہا گیا ہے ————— ”کون سے کہتا ہے کہ مومن مر گئے؟“

حضرت پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی مقدس نفوس قدسیہ میں ہے۔ آپ گویا ہری طور پر ہم سے رخصت ہو چکے ہیں، اپنے کارنامے نمایاں کیونکہ آج بھی زندہ ہیں۔ جیسے ان کا ذکر، ان کی حیات ظاہری میں ہوتا تھا۔ اس سے کئی درجہ بڑھ کر آج بھی ہو رہا ہے۔ ان کے عقیدت مندوں میں ان کا نام ہمیشہ عقیدت و محبت سے لیا جاتا رہے گا۔

بغداد کی مسجد۔ فیصل آباد کی خصوصیت کا لونی گلرگ اے میں ان کی سخی جمیل تعمیر ہونے والی حسین و جمیل منقش بغدادی مسجد کے درو دیوار انہیں آج بھی خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ بغدادی جامع مسجد کا منبر شریف جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر ہزاروں سامعین کے قلوب کو اپنی سحر بانی سے عشق رسول کو گرمایا کرتے تھے۔ اپنے عظیم خطیب کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

دارالعلوم نورمیر رضویہ رحمت پور : فیصل آباد کی عظیم دینی درسگاہ حوان کے شب و روز کی مختصر شائع سے معرض وجود میں آئی۔ اپنے بانی کی یاد دلاری ہے جس کی تعمیر و ترقی کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کو ایسا وقف فرمایا کہ ان کی آخری آرامگاہ بھی اسی درسگاہ کے ایک بلڈہ میں بنی ہوئی ہے۔ ملکی سطح پر شہرت یافتہ یہ عظیم درسگاہ شاہ صاحب کی زندگی کی عظیم یادگار ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے وہ کم ہوگا۔

شاہ صاحب کی حیات مبارکہ میں آپ کے قائم کردہ اس ادارہ میں شعبہ حفظ قرآن۔  
شعبہ تجوید و قراءۃ، شعبہ درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔ سینکڑوں کی تعداد میں  
علماء، حفاظ کرام اور قراء حضرات نے کامیاب ہونے کے بعد دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت  
حاصل کی۔ اور پھر علم دین کی اشاعت کے لئے ملک بھر میں پھیل گئے

محمد اللہیہ دینی ادارہ حضرت پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ صاحب کی روحانی  
توجہات سے پوری آب و تاب سے اپنی منزل تک طرف رواں دواں ہے۔ آپ سے ترویج یافتہ  
مدرسین کی جماعت، مولانا قاری محمد صدیق قادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم نورسہ رضویہ کی قیادت  
میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہے۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے  
مینٹروں طلبہ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ڈل بیٹرک میں زیر تعلیم ہیں۔ دارالعلوم اپنی  
معیاری تعلیم، اعلیٰ نظم و نسق، صاف تھرمے ماحول اور عملی ترویج کی وجہ سے پورے  
ملک میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔

مکتبہ نور بیہ رضویہ :- پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک انشائی ادارہ مکتبہ نور بیہ رضویہ کے نام سے قائم کیا جس کے تحت اردو - فارسی - عربی کی نایاب کتب کی اشاعت کر کے ملک کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔ بحمد اللہ کتب خانہ مذکور بھی آج ملک کے عظیم کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔



**پیر احمدی سکول :** دارالعلوم نور پور رضویہ سے ملحق برآمدوں میں نور پور رضویہ پیر احمدی سکول کا بھی اجرا کیا گیا، تاکہ گروہ و لواحق میں رہنے والے بچے دینی ماحول میں تعلیم حاصل کر سکیں اور ملک و ملت کا بہترین سرمایہ ثابت ہو سکیں۔ شاہ صاحب قبلہ نے چار مرتبہ زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا۔ دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے فرمائے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

**تحصیل علم :** شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم پبلی صیت (انڈیا) کی مرکزی جامعہ مجددی اپنے جد امجد مولینا حافظ سید شوکت علی شاہ۔ مولینا قاری عبد الحفیظ اور جناب قاری نرسہ علی سے حاصل کی پھر ۱۹۵۰ء میں والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔ سکھ میں رہائش اختیار کی ۱۹۵۲ء میں علم دین کے حصول کی خاطر مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں داخل ہوئے۔ استفادہ کامل شیخ المجددین حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے عرصہ نو سال میں علوم ظاہری باطنی کی تکمیل کی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان نے اپنے دست مبارک سے دستاویز فیصلت سجائی اور سند فراغت عطا فرمائی۔ بعد ازاں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عربی کا امتحان پاس کیا۔

**وصال :** ۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲ فروری ۱۹۷۸ء بروز جمعہ المبارک کراچی میں انتقال فرمایا۔ آپ مگرس اعلمیہ میں شرکت کے لئے گاڑی سے اتر کر کشتہ میں دارالعلوم امجدیہ کراچی کے لئے سوار ہوئے۔ اور راستہ ہی میں آپ کی روح قدس غفری سے یزداد کر گئی۔

آسمان علم و فضل کا آفتاب عالمی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ دارالعلوم جامعہ امجدیہ کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ حضرت علامہ قاری **مصلح المصلطہ** اعظمی صاحب کی اقتدار میں کثیر تعداد علماء کرام اور عوام نے نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں کراچی سے بذریعہ طیارہ آپ کی میت کو فیصل آباد لایا گیا۔ انرپورٹ سے آپ کا جنازہ استفادہ کامل محدث اعظم پاکستان ابوالفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر لایا گیا پھر وہاں سے بغدادی جامعہ مجددیہ گئے لایا گیا، جہاں پر صبح سے نماز عصر تک زائرین میت کا بہت بڑا ہجوم ہو چکا تھا۔ نماز عصر کے بعد قریبی پارک میں صدر اشرفیہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت علامہ قاری رضا المصطفیٰ اعظمی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بغدادی مسجد سے متصل برآمدہ میں اس عاشق رسول کو دفن کیا گیا۔

آپ کا عرس ہر سال ۲۵/۲۴ صفر المظفر کو بغدادی جامعہ مجددیہ گئے لایا گیا۔ فیصل آباد میں منایا جاتا ہے۔

حضرت قبلہ سید زاہد علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے پھر بچے اور دو بچیاں چھوڑیں۔ آپ کے سب سے بڑے فرزند صاحبزادہ سید ہدایت رسول شاہ صاحب، حفظہ قرآن اور میرٹک تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے ادارہ جامعہ اسلامیہ نہج القرآن لاہور ایم۔ اے میں زیر تعلیم ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بغدادی جامعہ مجددیہ گئے لایا گیا میں خطابت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کے نزدیک حضرت شاہ صاحب علیہ رحمہ ایک صاحب تلب و نظر، صاحب علم و عمل



اور صاحبِ قلبِ سلیم ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک  
مرد درویش اور مردِ کامل ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و درویشی کے راستہ پر بھی گامزن  
تھے یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی تمام کتابوں کے حقوق ان کے صاحبزادگان کے  
دیانت و امانت کے پیشِ نظر دے دیئے ہیں۔

• ————— سید افتخار الحسن زیدی



# ہماری دیگر مطبوعات

مواظظ رضویہ ادل دم ۛ گنبد خضریٰ

فضائل الام الشہرہ ۛ مسجد نبویٰ

مقامات نبوت ۛ گستاخ رسول کی سزا

مقامات صحابہ ۛ کفر نیرید

مقامات اولیاء ۛ نسبت باعث جنت

خاک کربلا مجلد ۛ سیرت امام الانبیاء

ماہ کنعان ۛ طب نبوی مع بہر زندگی

المعراج ۛ شمع شبستانِ رضائیکل

مکتبہ نور کیہ رضویہ ۛ گلبرگ ۛ فیصل آباد